أمانيہ

شرح

شاطبیہ

جلد اوّل

تالیف

فضیلۃ الشیخ المقری اظہار احمد التھانوی
پروفیسر انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی
اسلام آباد (پاکستان)

قراءت اکیڈمی
لاھور

إن هذا القرآن أنزل على سبعة أحرف فاقرؤوا ما تيسر منه (مسلم)

حرز الامانی ووجہ التہانی

المعروف باسم

الشاطبیہ

للامام ابی القاسم بن فیرہ بن خلف بن احمد الشاطبی المتوفی ۵۹۰ھ

مع اردو شرح

الامانیہ

فضیلۃ الشیخ المقری اظہار احمد تھانوی
استاذ علوم القرآن والحدیث
(فی کلیۃ اصول الدین)
بالجامعۃ الاسلامیۃ العالمیۃ ۔ اسلام آباد

قراءۃ اکیڈمی
۲۸۔ الفضل مارکیٹ ۱۷۔ اردو بازار لاہور ۲

نام کتاب ______ امانیہ شرح شاطبیہ (جلد اوّل)

مصنف ______ پروفیسر المقری اظہار احمد تھانوی

ضخامت ______ ۱۶۰ صفحات

پریس ______ معراج دین پرنٹرز لاہور

ناشر و طابع ______ قرآءت اکیڈمی اُردو بازار لاہور ۲۔

قرآءت اکیڈمی کی مطبوعات درج ذیل جگہوں پر بھی دستیاب ہیں

کراچی ——— اسلامی کتب خانہ، عقب جامع مسجد علامہ بنوری ٹاؤن کراچی۔
مکتبہ اسحاقیہ، جونا مارکیٹ پٹول چوک کراچی۔
علمی کتاب گھر، اردو بازار کراچی۔

لاہور ——— اسلامی اکیڈمی، ۱۷۔اردو بازار لاہور۔
نعمانی کتب خانہ، حق سٹریٹ اردو بازار لاہور۔
اسلامی کتب خانہ، فضل الٰہی مارکیٹ اردو بازار لاہور۔
مکتبہ قاسمیہ، ۱۷۔اردو بازار لاہور۔

کوئٹہ ——— مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ کوئٹہ۔ مکتبہ رشیدیہ

پشاور ——— مکتبہ امدادیہ، محلہ جنگی قصہ خوانی پشاور۔ جنگی محلہ خوانی

راولپنڈی ——— کتب خانہ رشیدیہ، مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی۔

گجرانوالہ ——— مکتبہ نعمانیہ، اردو بازار گجرانوالہ۔

فیصل آباد ——— رحمانیہ دارالکتب، امین پور بازار فیصل آباد۔

بہاولپور ——— پاکستان بک کمپنی، شاہی بازار بہاولپور۔

إِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ أُنْزِلَ عَلٰى

سبعة أحرف

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ

یہ قرآن سات حروف (وجوہ لغات و اقسام تلفظ) پر اُتارا گیا ہے، پس اُن میں سے جو تمہارے لئے آسان تر ہو اُسے پڑھو!

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔

قرآءتِ سبعہ، علومِ قرآنی میں انتہائی عظمت وشرف کا حامل علم ہے۔ حرزالامانی کا منظوم متن جو شاطبیہ کے نام سے مشہور ہے، قراءت سبعہ میں اہم ترین اور اساسی شمار کیا گیا ہے، ناظم رحمہ اللہ کے زمانہ سے اس وقت تک ہر دور میں اس کی اہمیت کو تسلیم کیا گیا اور پڑھا پڑھایا گیا ہے۔ قرآءت میں یہ کتاب حجت مانی گئی ہے اور مشکل و ادق ہونے کی وجہ سے علماء نے اس پر بے شمار شروح لکھیں، طویل، متوسط اور مختصر ہر انداز میں مصنفین نے کاوش فرمائی۔ چنانچہ ذیل میں ہم چند مشہور شروح کا ذکر مناسب سمجھتے ہیں۔

۱۔ شرح شیخ برھان الدین ابراہیم بن عمر جعبری، متوفی ۷۳۲ھ بڑی مفید اور علمی شرح ہے اور شروح میں سب سے بہترین شمار کی جاتی ہے۔ "کنز المعانی" کے نام سے اس کو متعارف کرایا جاتا ہے مگر ابھی تک مخطوط ہے۔

۲۔ شرح شیخ ابوشامہ عبدالرحمٰن بن اسماعیل دمشقی متوفی ۶۶۵ھ۔ "ابراز المعانی" کے نام سے مطبوع و متداول ہے۔ مؤلفِ علام کی یہ دوسری شرح ہے۔ اس سے پیشتر مفصل شرح لکھی، مگر وہ نایاب ہے۔ تاہم ابراز المعانی بھی کافی مبسوط اور علمی مقام میں ممتاز شرح ہے۔

۳۔ شرح شیخ ابوعبداللہ محمد بن احمد المعروف شُعلہ، موصلی حنبلی متوفی ۶۵۶ھ۔ شرح کا نام "کنز المعانی شرح حرز الامانی" ہے۔ قاہرہ میں چھپ چکی ہے۔

۴۔ شرح شیخ امام علاء الدین علی بن عثمان بن محمد المعروف ابن القاصح بغدادی متوفی ۸۰۱ھ۔ "سراج القارئ المبتدی" کے نام سے متداول ہے۔

۵۔ شرح شیخ محقق ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن محمد فاسی متوفی ۶۷۲ھ۔ ایک متوسط شرح ہے "اللآلی الفریدہ" نام ہے، مخطوط ہے۔

۶۔ شرح شیخ ابوالعباس احمد بن محمد قسطلانی مصری متوفی ۹۲۳ھ۔ علامہ جزری کے زیادات کا اضافہ بھی کیا ہے اور بہت سے ایسے مفید مباحث ہیں جو دیگر شروح میں نہیں ملتے۔ نام ہے "فتح الدانی فی شرح حرز الامانی"، مخطوط ہے۔

۷۔ شرح شیخ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر السیوطی متوفی ۹۱۱ھ۔ مخطوط ہے۔

۸۔ شرح شیخ جمال الدین حسین بن علی الحصنی۔ دو جلدوں میں ضخیم شرح ہے "الغایۃ" نام ہے، مخطوط ہے۔

۹ـــ شرح شیخ العلوم مُلّا علی بن سلطان محمد القاری الہروی متوفی ۱۰۱۴ھ۔ انتہائی علمی شرح ہے، نکتہ سنج ذہن و فکر کے مالک، قارئین کو دیگر شروح سے بے نیاز کر دینے والی شرح۔ یہ شرح پہلے افغانستان اور پھر دارالعلوم دیوبند میں چھپی، مگر اغلاط سے پُر۔ کاش مصر یا استانبول میں معیاری طباعت پر چھپ جائے۔

۱۰ـــ شرح شیخ علی محمد ضبّاع، شیخ المقاریٔ المصریہ۔ "ارشاد المرید الیٰ مقصود القصید" کے نام سے مطبوع ہے۔ مختصر، مگر گرانقدر شرح ہے۔

۱۱ـــ شرح شیخ عبد الفتاح القاضی المصری، رئیس الاساتذہ، الجامعۃ الاسلامیۃ مدینہ منورہ۔ زمانۂ حال کی تصنیف، اور تدریسی شغل میں بڑی مفید ہے، نام ہے "الوافی فی شرح الشاطبیہ" شارح رحمہ اللہ کا گزشتہ سال ہی انتقال ہوا۔ رحمہ اللہ۔

۱۲ـــ شرح اردو، مفید و بسیط، تین جلدوں میں "عنایاتِ رحمانی" کے نام سے مطبوع ہے۔ مولانا قاری فتح محمد پانی پتی کی علمی کاوش و محنت۔

شروح کے سلسلے میں یہ ایک سرسری جائزہ ہے۔ اگر مزید تفصیل مطلوب ہو تو ناظرین کو حاجی خلیفہ کی مشہور کتاب "کشف الظنون"، جلد اوّل، صفحہ ۶۴۶ــ۶۴۹ کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

ہم نے ۱۹۷۴ء میں ایک مختصر مگر طلباء کی ضرورت میں مفید اردو شرح شاطبیہ لکھی اور توقع سے زیادہ طلباء میں مقبول ہوئی۔ عرصہ ہوا کہ ختم ہوگئی مگر اس کی مانگ برابر بڑھتی رہی، مصروفیتوں اور بے سامانیوں کے ہجوم میں اس شرح پر نظر ثانی کی گئی، بہت سے طویل البحث مسائل کا اختصار کیا گیا اور بہت سے تشریح طلب مقامات میں کچھ اضافے ہوئے۔

اس مرتبہ شرح کا نام امانیۃ شرحِ شاطبیہ کا عنوان خوبصورت نظر آیا۔ اَمَانِیٌّ اُمْنِیَّۃٌ کی جمع، بمعنی آرزو، یعنی اِقْرَأْ اَمَانِیَّۃ (آرزوؤں کو پڑھ) آخر میں ھاءِ سکتہ تصوّر فرمالیجئے۔

یہ شرح اس مرتبہ دو جلدوں میں شائع ہو رہی ہے، پہلی جلد اصول پر، اور دوسری فُرش پر مشتمل ہے۔ اس طرح عزیز طلباء کو خریدنے، اُٹھانے اور سنبھالنے میں آسانی میسّر ہوگی۔

اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ شرفِ قبول عطا فرمائے۔

اظہار احمد تھانوی
استاذ کلیۂ اصول دین، شعبہ علوم القرآن والحدیث
انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی۔ اسلام آباد۔ پاکستان

۹ر ذی قعدہ ۱۴۰۵ھ
۲۸ر جولائی ۱۹۸۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

علامہ شاطبی

امام شاطبی کا نام ابوالقاسم بن فِیرُّہ[1] بن خلف بن احمد شاطبی اندلسی رعینی ہے. آنکھوں سے نابینا تھے ۵۳۸ھ کے اواخر میں شاطبہ[2] میں پیدا ہوئے۔

اوّلاً امام شاطبی اپنے وطن میں، ابو عبداللہ محمد بن ابی العاص نفزی کی خدمت میں رہ کر ماہر فن قرآت ہوئے اس کے بعد شہر بلنسیہ[3] گئے جہاں تیسیر للامام ابی عمرو دانی، امام ابن ہذیل کی خدمت میں پڑھی اور قرآت میں اجراء کیا اور وہیں آپ نے علم حدیث پڑھا، نیز شیخ ابوعبداللہ محمد بن حمید سے کتاب سیبویہ، کامل للمبرد اور ادب الکاتب لابن قتیبہ میں مہارت حاصل کی۔

اس کے بعد براہ اسکندریہ، حج کے لیے روانہ ہوئے اور اسکندریہ کے ماہر فضلاء جیسے ابوطاہر سلفی وغیرہ سے سماع کیا۔ وہ جب قاہرہ پہنچے تو طلباء ہجوم کی صورت میں ان کے گرد جمع ہوئے جو ان کے علوم و ادب سے استفادہ کے لیے بے قرار تھے۔

مصر کے حکمران قاضی فاضل نے بھی علامہ شاطبی سے رابطہ قائم کیا اور ان کو قاہرہ کے مدرسہ فاضلیہ کا شیخ مقرر کیا۔

تدریسی میدان میں وہ جلدی ہی شیخ القرآت کے طور پر صدر نشین ہو گئے۔ اسی دور میں امام شاطبی نے اپنے حسب ذیل چار مشہور قصائد تصنیف فرمائے۔

۱۔ حرز الامانی، جس میں کتاب تیسیر کا اختصار کیا ہے تیسیر فن قرآت پر امام ابو عمرو عثمان بن سعید دانی کی مشہور کتاب ہے۔

۲۔ عقیلۃ اتراب القصائد، مصاحف عثمانیہ کے رسم میں، امام دانی کی کتاب مقنع کا اختصار ہے۔

۳۔ ناظمۃ الزھر فی علم الفواصل۔ اس میں بھی علامہ دانی کی کتاب البیان فی عدّ ای القرآن کا اختصار ہے۔

۴۔ قصیدۂ دالیہ، جو ابن عبدالبر کی کتاب التمہید کی تلخیص پر مشتمل ہے۔

اس میں شک نہیں کہ علامہ شاطبی علوم قرآن، حدیث اور لغت میں سند کی حیثیت رکھتے ہیں، وہ آیۃ من آیات اللہ تھے، علمی توانائی کے ساتھ وہ زاہد، اور متورع تھے اور اعلیٰ درجے کے متقی اور صلحاء میں سے تھے۔

امام کی وفات ۲۸ جمادی الاخرہ ۵۹۰ھ میں ہوئی، قاضی فاضل کے مقبرہ میں دفن ہوئے، جو قاہرہ میں جبل مقطم

---

[1] فا کے کسرہ کے ساتھ، فا کے بعد یا ء ساکنہ، اس کے بعد راء مشددہ مضمومہ اور ہاء ساکنہ ہے، اندلسی زبان میں معنی لوہا۔
[2] اندلس میں ایک شہر کا نام۔ [3] اندلس کے ایک شہر کا نام۔

کے دامن میں ہے اور اب بھی زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔

اُنْزِلَ الْقُرْاٰنُ عَلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ صحت اور تعدد طرق کے اعتبار سے حدیث متواتر ہے۔ سَبْعَةُ اَحْرُفٍ سے مراد سات انواع تغیر ہیں، چنانچہ ابوالفضل رازی نے اس حدیث کی تشریح میں فرمایا کہ اختلاف قراءت، سات انواع سے باہر نہیں ہے، جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ اِفراد، تثنیہ اور جمع میں اسماء کا اختلاف، مثلاً وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ اور طَعَامُ مَسٰكِيْنَ - (بقرہ) فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ اور بَيْنَ اِخْوَتِكُمْ (حجرات) - وَهُمْ فِي الْغُرُفَاتِ اٰمِنُوْنَ اور فِي الْغُرْفَةِ اٰمِنُوْنَ (سبا)

اسی طرح افعال میں تذکیر و تانیث کا اختلاف، مثلاً لَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ اور لَا تُقْبَلُ (بقرہ)

۲۔ افعال کے صیغوں کا اختلاف، ماضی مضارع اور امر کی صورت میں۔ مثلاً تَطَوَّعَ خَيْرًا اور يَطَّوَّعْ خَيْرًا (بقرہ) - فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ اور فَنُنْجِيْ مَنْ نَّشَآءُ (یوسف) - قَالَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ اور قُلْ رَبِّيْ (انبیاء)

۳۔ اختلافِ وجوہِ اعراب، مثلاً وَلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ اور وَلَا تَسْئَلْ (بقرہ)

۴۔ اختلاف بالنقص والزیادہ۔ مثلاً سَارِعُوْا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ اور وَسَارِعُوْا (آل عمران) - يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ اور يٰبُشْرَايَ (یوسف)

۵۔ تقدیم و تاخیر کا اختلاف۔ مثلاً وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا اور وَقُتِلُوْا وَقٰتَلُوْا (آل عمران)

۶۔ اختلاف بالابدال یعنی ایک کلمہ کی جگہ دوسرا کلمہ۔ مثلاً وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ اور فَتَوَكَّلْ (شعراء)

۷۔ اختلاف لہجات۔ مثلاً فتح، امالہ، اظہار، ادغام، تسہیل، تحقیق، تفخیم و ترقیق۔ اور قبائل عرب کی لغت کا اختلاف بھی اسی نوع میں شامل سمجھنا چاہیئے۔ مثلاً خُطُوَات وَخُطْوَات - بُيُوْت وبِيُوْت - خُفْيَة وخِفْيَة - زُبُوْرًا وزَبُوْرًا - شَنَاٰنُ وشَنْاٰنُ - بِزَعْمِهِمْ بِزُعْمِهِمْ - يَعْزُبُ يَعْزِبُ، وغیرہ۔

ایک غلط توجیہ اُنْزِلَ الْقُرْاٰنُ عَلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ سے وہ سات قراءتیں مراد لینا جو شاطبیہ وغیرہ میں سات ائمہ قراءت سے منقول و متواتر ہیں، غلط ہے۔

بلکہ سَبْعَةُ اَحْرُفٍ سے اختلاف و تغایر کی سات انواع مراد ہیں۔ قراءت خواہ کتنی بھی ہوں مذکورہ سات قسم کے انواع تغیرات سے باہر نہیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

علم قراءت کی تعریف

هُوَ عِلْمٌ يُعْرَفُ بِهِ اخْتِلَافُ كَلِمَاتِ الْوَحْيِ الْقُرْآنِي۔ ایک ایسا علم جس سے وحی قرآنی کے کلمات کا اختلاف جانا جاتا ہے۔

موضوع

کلماتِ قرآنیہ باعتبار انواع تغیر

غرض

صِيَانَةُ الْقُرْآنِ عَنِ التَّحْرِيْفِ ۔ یعنی قرآنی کلمات کی ادا کو تحریف کی تمام اقسام سے بچانا۔

مقدمۃ الکتاب

١ بَدَأْتُ بِبِسْمِ اللّٰهِ فِي النَّظْمِ أَوَّلَا ۔ تَبَارَكَ رَحْمَانًا رَحِيْمًا وَمَوْئِلَا

مَیں نے نظم میں سب سے پہلے بسم اللہ سے ابتدا کی ہے کیونکہ وہی تمام بڑی اور چھوٹی نعمتوں اور پناہ گاہ ہوتے کے اعتبار سے کثیر الخیر ہے۔

٢ وَثَنَّيْتُ صَلَّى اللّٰهُ رَبِّي عَلَى الرِّضَا ۔ مُحَمَّدٍ الْمُهْدٰى إِلَى النَّاسِ مُرْسَلَا

اور میرا دوسرا کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میرا رب، رحمتِ کاملہ بھیجے محمد۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پر، جو تمام انسانوں کی طرف بطور رسول ہدیہ بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

٣ وَعِتْرَتِهِ ثُمَّ الصَّحَابَةِ ثُمَّ مَنْ ۔ تَلَاهُمْ عَلَى الْإِحْسَانِ بِالْخَيْرِ وُبَّلَا

اور آپ کے خاندان والوں پر اور تمام صحابہ اور ان تمام مومنوں پر جنہوں نے اخلاص کے ساتھ ان (آل و اصحاب) کی بارشِ خیر بن کر اتباع کی۔

عِتْرَةٌ، قریبی رشتہ دار ۔ تَلَاهُمْ، ان کی اتباع کی۔ وُبَّلَا، جمع وابل بارش۔ اِحْسَان، اخلاص۔

٤ وَثَلَّثْتُ اَنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ دَائِمًا ۔ وَمَا لَيْسَ مَبْدُوْءًا بِهِ اَجْذَمُ الْعُلَا

اور میرا تیسرا کلام یہ ہے کہ حمد دائما اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ اور جو چیز اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ شروع نہیں کی جاتی وہ مقطوع الشرف ہوتی ہے۔

اَجْذَمُ الْعَلا - مَقْطُوعُ الشَّرَف -

۵ وَبَعْدُ فَحَبْلُ اللهِ فِينَا كِتَابُهُ ۝ فَجَاهِدْ بِهِ حِبْلَ الْعِدَا مُتَحَبِّلا

اور ان ابتدائی کلمات کے بعد - پس واضح ہو کہ قرآن میں حَبْلُ اللهِ سے مراد - ہمارے درمیان اس کی کتاب ہے لہٰذا اشکاری بن کر دشمنوں کے مکر و فریب کا اس قرآن ہی کے ذریعہ مقابلہ کرو۔

فَحَبْلُ اللهِ ، اللہ تعالیٰ کی رسی - جَاهِدْ ، مقابلہ کر - حِبْل ، مکر و فریب - مُتَحَبِّلا ، جال بنانے والا - عِدَا ، عُدُوّ کی جمع بمعنی دشمن -

۶ وَأَخْلِقْ بِهِ إِذْ لَيْسَ يَخْلَقُ جِدَّةً ۝ جَدِيدًا مُوَالِيهِ عَلَى الْجِدِّ مُقْبِلا

یہ کلام کس قدر عمدہ ہے، کیونکہ قرآن کبھی اپنی جدت میں پرانا ہوتا ہی نہیں - قرآن کے خدام باعزت ہوتے ہیں۔ اور پوری کوشش کے ساتھ خدمت قرآن ہی پر متوجہ رہتے ہیں۔

اَخْلِقْ بِهِ ، فعل تعجب ہے بمعنی جَدِير - إِذْ ، تعلیلیہ ہے - يَخْلَقُ ، بمعنی پرانا ہونا - جِدَّة ، تازگی - جَدِيدًا جَدّ سے بمعنی عزت ، شرف - مُوَالِي ، موالات سے بمعنی خدمت و اخلاص - مُقْبِلا ، اقبال سے بمعنی متوجہ ہونا۔

۷ وَقَارِئُهُ الْمَرْضِيُّ قَرَّ مِثَالُهُ ۝ كَالْأُتْرُجِّ حَالَيْهِ مُرِيحًا وَمُوكِلا

قرآن کا وہ قاری جو اللہ کو پسند ہو، اس کی مثال یوں قائم ہوئی جیسے ترنجبین کا پھل کہ اس کی دو حالتیں ہیں راحت دینے والا اور غذا بننے والا۔

قَرَّ ، قائم ہوئی ہے - الْأُتْرُجّ ، ایک مشہور خوشبودار پھل - أُتْرُجَّة کی جمع - مُرِيحًا ، راحت بخش - مُوكِلا غذا بن جانے والا ، پیٹ بھرنے والا۔

حدیث میں ہے - مثل المومن الذی یقرأ القرآن مثل الاترجة ریحها طیبٌ وطعمها طیبٌ - (بخاری و مسلم)
قرآن پڑھنے والے مومن کی مثال ترنج کی سی ہے جس کی خوشبو بھی عمدہ اور مزا بھی عمدہ۔

۸ هُوَ الْمُرْتَضَى أَمًّا إِذَا كَانَ أُمَّةً ۝ وَيَمَّمَهُ ظِلُّ الرَّزَانَةِ قَنْقَلا

قرآن کا قاری پسندیدہ قائد ہوتا ہے، بشرطیکہ وہ جامع الخصائل ہو اور پہاڑ کی طرح وقار کے سائے نے اس کا قصد کیا ہو۔
اَلْمُرْتَضٰی، پسندیدہ۔ اَمًّا، امامت وقیادت۔ اُمَّۃً، جامع الخصائل الحسنۃ۔ یَمَّمَ، تیمیم سے بمعنی قصد کرنا۔
رزانت، وقار۔ قَنْقَل، پہاڑ۔

٩ هُوَالْحُرُّ اِنْ كَانَ الْحَرِيَّ حَوَارِيًا لَهٗ بِتَحَرِّيْهِ اِلٰى اَنْ تَنَبَّلَا

قاری آزاد ہوتا ہے اگر لائق ہو۔ اور اپنے طلب وقصد میں قرآن کے لیے مخلص ہو۔ مرتے دم تک۔
اَلْحُرُّ، آزاد۔ اَلْحَرِیّ، لائق۔ حَوَارِیًّا، مخلص، مددگار۔ تَحَرِّی، طلب وقصد۔ تَنَبَّلَا، یعنی مَاتَ۔ اِنْقَطَعَ عن الدنیا

١٠ وَاِنَّ كِتَابَ اللّٰهِ اَوْثَقُ شَافِعٍ وَاَغْنٰى غَنَاءً وَاهِبًا مُتَفَضِّلَا

اللہ کی کتاب ایک مضبوط شفیع ہے۔ اور نہایت کافی اور بخشش وفضل والی۔
اَغْنٰی غَنَاءً، بہت کافی ہوجانے والی۔ مستغنی کر دینے والی۔
حدیث میں ہے۔ اِقْرَءُوا الْقُرْاٰنَ فَاِنَّهٗ يَجِيْءُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شَفِيْعًا لِاَصْحَابِهٖ۔
قرآن پڑھو، قرآن قیامت کے روز اپنے پڑھنے والوں کے لیے شفیع ہوگا۔

١١ وَخَيْرُ جَلِيْسٍ لَا يُمَلُّ حَدِيْثُهٗ وَتَرْدَادُهٗ يَزْدَادُ فِيْهِ تَجَمُّلَا

قرآن بہترین ہمنشیں ہے جس کی باتوں پر کبھی بھی اکتاہٹ نہیں ہوتی، اس کا بار بار ورد اس کے جمال میں اضافہ کا باعث ہوتا ہے۔
لَا یُمَلُّ، مَلَالٌ سے ہے اکتانا، تنگدل ہونا۔ تَرْدَاد، بار بار پڑھنا۔ تَجَمُّلَا، زینت۔

١٢ وَحَيْثُ الْفَتٰى يَرْتَاعُ فِيْ ظُلُمَاتِهٖ مِنَ الْقَبْرِ يَلْقَاهُ سَنًا مُتَهَلِّلَا

اور وہ مقام (یعنی قبر) کہ جوان اس کی تاریکیوں میں بے چین ہوگا تو یہ قرآن مسرور وشاداب روشنی بن کر اس سے ملے گا۔
یَرْتَاعُ، گھبرائے گا۔ مِنَ الْقَبْرِ، حَیْثُ کا بیان ہے۔ سَنَا، روشنی۔ مُتَهَلِّلًا، خوش رو، خندہ پیشانی۔

١٣ هُنَالِكَ يَهْنِيْهِ مَقِيْلًا وَرَوْضَةً وَمِنْ اَجْلِهٖ فِيْ ذِرْوَةِ الْعِزِّ يُجْتَلٰى

قرآن کریم قاری کو مبارکباد کہے گا، کیونکہ قبر آرام گاہ اور باغ ہو جائے گی۔ قرآن کی وجہ سے قاری عزت کی بلندیوں پر دیکھا جائیگا۔

هُنَالِكَ، قبر کے لیے اسم اشارہ۔ مَقِيل، قیلولہ سے، آرام گاہ۔ ذِرْوَة، بلند جگہ۔ يُجْتَلَا، جلوہ نما ہوگا۔

١٤ يُنَاشِدُ فِي إِرْضَائِهِ لِحَبِيبِهِ ۔۔۔ وَأَجْدِرْ بِهِ سُؤْلًا إِلَيْهِ مُوَصَّلَا

قرآن اپنے دوست کے لیے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے میں ضد کرے گا۔ قرآن کے ایک کامیاب مطلوب ہونے کا کیا کہنا ہے

يُنَاشِدُ، ضد کرے گا۔ أَجْدِرْ بِهِ، فعل تعجب، کس قدر لائق ہے، کیا کہنا ہے۔ سُؤْلًا إِلَيْهِ، مطلوب۔ مُوَصَّلًا، کامیاب

١٥ فَيَا أَيُّهَا الْقَارِي بِهِ مُتَمَسِّكًا ۔۔۔ مُجِلًّا لَهُ فِي كُلِّ حَالٍ مُبَجِّلَا

پس اے وہ قاری کہ قرآن سے چمٹا ہوا ہے۔ اور ہر حال میں قرآن کی تعظیم و توقیر کرتا ہے۔

مُتَمَسِّكًا، چمٹنے والا۔ مُجِلًّا، اجلال سے توقیر کرنے والا۔ مُبَجِّلًا، تبجیل سے اکرام کرنے والا۔

١٦ هَنِيئًا مَرِيئًا وَالِدَاكَ عَلَيْهِمَا ۔۔۔ مَلَابِسُ أَنْوَارٍ مِنَ التَّاجِ وَالْحُلَى

مبارک اور خوشگواری ہو تیرے والدین کے لیے کہ ان کو تاج و زیورات کے نورانی لباس پہنائے جائیں گے۔

هَنِيئًا، خوشگوار ہونا۔ مَرِيئًا، راحت بخش و لذیذ ہونا، یہ دونوں لفظ انتہائی تبریک کے موقع پر بولے جاتے ہیں۔

اَلْحُلٰى، حِلْيَة کی جمع زیورات۔

حدیث میں ہے:- مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَعَمِلَ بِمَا فِيهِ أُلْبِسَ وَالِدَاهُ تَاجًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ضَوْءُهُ أَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِي بُيُوتِ الدُّنْيَا فَمَا ظَنُّكُمْ بِالَّذِي عَمِلَ بِهٰذَا۔ (ابوداؤد وغیرہ)

جو قرآن پڑھتا اور اس پر عمل کرتا ہے: اس کے والدین کو قیامت کے روز ایسا تاج پہنایا جائے گا، جس کی روشنی سورج کی روشنی سے بھی زیادہ بہتر ہوگی۔ جبکہ وہ سورج دنیا کے گھروں میں ہو۔ ایسی صورت میں تمہارا خود اس قاری کے متعلق کیا خیال ہے۔

١٧ فَمَا ظَنُّكُمْ بِالنَّجْلِ عِنْدَ جَزَائِهِ ۔۔۔ أُولٰئِكَ أَهْلُ اللّٰهِ وَالصَّفْوَةُ الْمَلَا

تو خود اس صاحبزادے کی جزا کے وقت تمہارا کیا خیال ہے؟ یہی لوگ ہیں جو اہل اللہ اور باعزت مخلص ہیں۔

اَلنَّجْلُ، اولاد۔ اَلصَّفْوَةُ، مخلصین۔ اَلْمَلَا، باعزت لوگ۔

حدیث میں ہے:- إِنَّ لِلّٰهِ أَهْلِينَ مِنَ النَّاسِ قِيلَ مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ أَهْلُ الْقُرْآنِ أَهْلُ اللّٰهِ وَخَاصَّتُهُ۔

(بزار و ابن ماجہ)

کچھ لوگ اللہ کے خاص دوست ہیں۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا قرآن والے اہل اللہ ہیں اور خاص لوگ ہیں۔

۱۸ أُولُوا الْبِرِّ وَالْإِحْسَانِ وَالصَّبْرِ وَالتُّقَى حُلَاهُمْ بِهَا جَاءَ الْقُرْآنُ مُفَصَّلَا

نیک کردار، اخلاص اور صبر و تقویٰ والے، ان کے یہ وہ زیور ہیں جن کو قرآن مفصل لے کر آیا ہے۔

۱۹ عَلَيْكَ بِهَا مَا عِشْتَ فِيهَا مُنَافِسًا وَبِعْ نَفْسَكَ الدُّنْيَا بِأَنْفَاسِهَا الْعُلَا

اپنے لیے ان اوصاف کو لازم سمجھ جب تک تو دنیا میں زندہ ہے، ان ہی میں رغبت رکھ اور اپنے حقیر نفس کو ان نفیس عالی شان اعمال کے بدلے میں فروخت کر۔

عَلَيْكَ، اسم فعل بمعنی الزم۔ مُنَافِسًا، شدید رغبت کرنے والا۔ بِهَا، کی ضمیر گزشتہ شعر میں مذکور اعمال صالحہ کی طرف اور فِيهَا میں دنیا کی طرف راجع ہے۔

۲۰ جَزَى اللهُ بِالْخَيْرَاتِ عَنَّا أَئِمَّةً لَنَا نَقَلُوا الْقُرْآنَ عَذْبًا وَسَلْسَلَا

اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے ان اماموں کو بہترین جزا دے جنھوں نے قرآن کو ہم تک پہونچایا اس شان سے کہ وہ نہایت شیریں اور مسلسل الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

۲۱ فَمِنْهُمْ بُدُورٌ سَبْعَةٌ قَدْ تَوَسَّطَتْ سَمَاءَ الْعُلَا وَالْعَدْلِ زُهْرًا وَكُمَّلَا

ان آئمہ میں سے سات امام چودھویں رات کے چاند ہیں جو آسمانِ بلندی و عدل کے بیچوں بیچ روشن اور کامل ہوئے ہیں۔
زُهْرًا، جمع ازہر، روشن۔ کُمَّل، جمع کامل۔

۲۲ لَهَا شُهُبٌ عَنْهَا اسْتَنَارَتْ فَنَوَّرَتْ سَوَادَ الدُّجَى حَتَّى تَفَرَّقَ وَانْجَلَى

ان بدور کے لیے کچھ روشن ستارے ہیں جنھوں نے ان بدور سے روشنی حاصل کی، پھر سیاہ راتوں کی تاریکی کو روشن کیا۔ حتیٰ کہ وہ چھٹ گئی اور روشنی ہو گئی۔

شُهُب جمع شہاب، روشن ستارے۔ اِسْتَنَارَتْ، روشنی حاصل کی۔ نَوَّرَتْ، روشن کیا۔ اَلدُّجَی، جمع دُجیہ، اریک راتیں

۲۳ وَسَوْفَ تَرَاهُمْ وَاحِدًا بَعْدَ وَاحِدٍ مَعَ اثْنَيْنِ مِنْ اَصْحَابِهٖ مُتَمَثِّلَا

ان بدور کو تم دیکھو گے کہ ایک کے بعد ایک اس طرح آ رہے ہیں کہ ان کے اصحاب میں سے دو صاحب متعین طور پر بیان ہوں گے

یعنی ان بدور — آئمہ — کو یکے بعد دیگرے ذکر کیا جائے گا، اور ہر امام کے دو دو راوی بھی ذکر کیے جائیں گے، جو ان کے راوی ہونے میں بڑی شہرت کے مالک ہوئے ہیں۔

نوٹ: علامہ شاطبیؒ نے جن رواۃ کا ذکر کیا ہے۔ ان کی حسب ذیل تین قسمیں ہیں۔

۱۔ وہ راوی جنہوں نے امام سے براہ راست اور بلا واسطہ روایت حاصل کی۔ جیسے قالون اور ورش نے امام نافع سے۔ اور شعبہ وحفص نے امام عاصم سے اور ابو الحارث و دوری کسائی نے امام علی کسائی سے۔

۲۔ وہ راوی کہ ان کے اور ان کے امام کے درمیان ایک واسطہ ہے اور وہ ہیں دوری بصری و سوسی، کہ ان کے اور ان کے امام ابو عمرو بصری کے درمیان ایک شیخ یزیدی کا واسطہ ہے۔ اسی طرح خلف و خلاد اور ان کے امام حمزہ کے درمیان شیخ سلیم واسطہ ہیں۔

۳۔ وہ کہ اُن کے اور امام کے درمیان ایک سے زیادہ واسطے ہیں۔ اور وہ ہیں بزی و قنبل اور ہشام و ابن ذکوان۔ کہ بزی و قنبل اور ان کے امام ابن کثیر مکی کے درمیان، اسی طرح ہشام و ابن ذکوان اور ان کے امام عبداللہ بن عامر کے درمیان ایک سے زیادہ واسطے ہیں۔

۲۴ تَخَيَّرَهُمْ نُقَّادُهُمْ كُلَّ بَارِعٍ وَلَيْسَ عَلٰى قُرْاٰنِهٖ مُتَاكِّلَا

چھان پھٹک کرنے والوں نے ان حضرات کا بڑے بڑے ماہر مشائخ کے مقابلہ میں انتخاب کیا ہے۔ ان میں کوئی بھی، قرآن کے عوض دنیا کمانے والا نہیں تھا۔

تَخَيَّرَ، انتخاب کیا۔ نُقَّاد، ناقد کی جمع، بمعنی مبصرین۔ بَارِع، بڑا فاضل۔

۲۵ فَاَمَّا الْكَرِيْمُ السِّرِّ فِي الطِّيْبِ نَافِعٌ فَذَاكَ الَّذِي اخْتَارَ الْمَدِيْنَةَ مَنْزِلَا

پس خوشبو کے سلسلہ میں ایک عمدہ راز والے امام نافع ہیں۔ یہ وہ امام ہیں کہ مدینہ منورہ کو اپنی منزل کے طور پر منتخب کیا تھا۔

نافع بن عبدالرحمٰن ابو رُوَیم اصفہانی الاصل قرأت و عربیت کے زبردست عالم، امام ابوجعفر کے بعد مدینہ قراءات کے شیخ القراء۔ قرات قرآن کے وقت منہ سے مشک کی خوشبو آتی۔ ایک مرتبہ خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، قرآن سنایا۔ آنحضرتؐ نے نافع کے منہ میں دم کیا، بس اسی وقت سے منہ میں سے خوشبو آنے لگی۔ امام نافع نے ستر تابعین سے قرآت میں استفادہ کیا ہے۔ پیدائش سنہ [illegible]، مدینہ میں ۱۶۹ھ میں وفات ہوئی۔

۲۶ وَقَالُوْنُ عِيْسٰى ثُمَّ عُثْمَانُ وَرْشُهُمْ بِصُحْبَتِهِ الْمَجْدَ الرَّفِيْعَ تَأَثَّلَا

قالون عیسیٰ اور عثمان ورش دونوں نے نافع کی صحبت میں بڑا اونچا شرف حاصل کیا۔
یعنی نافع کے پہلے راوی عیسیٰ بن مینا ہیں، قالون کے لقب سے مشہور (قالون رومی زبان میں عمدہ کو کہتے ہیں)
پیدائش [illegible]ھ۔ مدینہ میں وفات ۲۲۰ھ۔

دوسرے راوی ابوسعید عثمان بن سعید مصری، ورش کے لقب سے مشہور ہیں، نافع ان کو خوبصورت اور سپید رنگ ہونے کی وجہ سے ورش فرمایا کرتے تھے۔ پیدائش مصر ۱۱۰ھ، وفات مصر ۱۹۷ھ۔

۲۷ وَمَكَّةُ عَبْدُ اللّٰهِ فِيْهَا مَقَامُهُ هُوَ ابْنُ كَثِيْرٍ كَاثِرُ الْقَوْمِ مُعْتَلَى

اور مکہ مکرمہ، امام عبداللہ کا مقام ہے، یہ عبداللہ بن کثیر ہیں جو بلندی میں لوگوں میں سب سے بڑھ کر تھے۔
کاثِر، صیغہ اسم فاعل کثرۃ سے۔ مُعْتَلٰی، اعتلاءٌ بمعنی بلندی سے مصدر میمی، تمیز ہے۔
یعنی قرآت کے دوسرے امام عبداللہ بن کثیر بن مطلب قرشی ہیں۔ پیدائش مکہ میں ۴۵ھ میں ہوئی، تابعین میں سے ہیں وفات ۱۲۰ھ میں ہوئی۔

۲۸ رَوٰى اَحْمَدُ الْبَزِّيْ لَهُ وَمُحَمَّدٌ عَلٰى سَنَدٍ وَهُوَ الْمُلَقَّبُ قُنْبُلَا

احمد بزّی اور محمد ــــ کہ وہ قنبل کے ساتھ ملقّب ہیں ــــ بالواسطہ امام عبداللہ کے راوی ہوتے ہیں۔
احمد بن عبداللہ بن قاسم بن نافع بن ابی بزّہ۔ استاذ ضابط و محقق، مسجد حرام کے مؤذن بھی تھے۔ پیدائش ۱۷۰ھ، وفات ۲۵۰ھ۔

دوسرے راوی محمد بن عبدالرحمٰن بن خالد قنبل، پورے حجاز کے بڑے قاری۔ پیدائش ۱۹۵ھ وفات ۲۹۱ھ۔

۲۹ وَاَمَّا الْاِمَامُ الْمَازِنِيُّ صَرِيْحُهُمْ اَبُوْ عَمْرِو الْبَصْرِيْ فَوَالِدُهُ الْعَلَا

اورخالص عربی امام مازنی ابوعمرو بصری ہیں ان کے والد کا نام العلا ہے۔

المازنی ، بنو مازن قبیلہ کی طرف نسبت۔ صریحھم ، خالص النسب۔

یعنی قراءت کے تیسرے امام ابوعمرو بصری مازنی ہیں ۶۸ھ میں پیدا ہوئے۔ آئمہ قراءت میں سب سے زیادہ شیوخ سے استفادہ کیا۔ اور دوسرے امام ابن کثیر سے بھی استفادہ کیا ہے۔ کوفہ میں ۱۵۴ھ میں وفات ہوئی۔ قراءت کے علاوہ نحو و بلاغت کے بھی امام ہیں۔

۳۰ اَفَاضَ عَلٰی یَحْیَی الْیَزِیْدِیِّ سَیْبَہٗ فَاَصْبَحَ بِالْعَذْبِ الْفُرَاتِ مُعَلَّلَا

ابوعمرو بصری نے یحییٰ یزیدی پر اپنی علمی عطاؤں کا فیض جاری کیا۔ چنانچہ وہ علم کے اس میٹھے چشمۂ صاف سے خوب سیر ہوئے۔

اَفَاضَ ، فیض جاری کیا۔ سَیْب ، عطاء۔ اَلْعَذْب ، شیریں۔ اَلْفُرَات ، چشمۂ صاف۔ اَلْمُعَلَّل ، سیراب۔

یعنی شیخ یحییٰ یزیدی جو بڑے عالم وقت تھے۔ امام ابوعمرو بصری سے فیضیاب ہوئے۔ شیخ یحییٰ یزیدی واسطہ ہیں امام اور ان کے دو راویوں کے درمیان۔ آگے دو راویوں کا ذکر ہے۔

۳۱ اَبُوْ عُمَرَ الدُّوْرِیْ وَصَالِحُھُمْ اَبُوْ شُعَیْبٍ ھُوَ السُّوْسِیُّ عَنْہُ تَقَبَّلَا

ابوعمرو دوری اور صالح ابوشعیب سوسی نے یحییٰ یزیدی سے قراءت کو منتقل کیا۔

پہلے راوی حفص بن عمر بن عبدالعزیز ہیں کنیت ابوعُمر اپنے زمانہ کے امام القراء، یہ پہلے شیخ القراءت ہیں جنہوں نے قراءات جمع کیں۔ بغداد کے قریب ایک بستی دور میں ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے ۲۴۶ھ میں وفات ہوئی۔

دوسرے راوی صالح بن زیاد سوسی ہیں ۲۶۱ھ میں بعمر ۹۰ سال تقریباً وفات ہوئی۔ بہرحال دوری بصری اور سوسی دونوں نے یحییٰ یزیدی سے قراءت بصری میں کمال پیدا کیا۔

۳۲ وَاَمَّا دِمَشْقُ الشَّامِ دَارُ ابْنِ عَامِرٍ فَتِلْکَ بِعَبْدِ اللّٰہِ طَابَتْ مُحَلَّلَا

اور ملک شام کا شہر دمشق ، امام ابن عامر کا وطن ہے۔ یہ شہر ان عبداللہ ابن عامر کی وجہ سے طلبہ کے لیے عمدہ فرود گاہ بن گیا۔

یعنی چوتھے امام عبداللہ بن عامر یحصبی ابوعمران ہیں۔ جو ملک شام کے امام قراءت تسلیم کیے جاتے تھے۔ امام کبیر اور تابعی جلیل ہوئے ہیں۔ دمشق میں جامع اُموی کے خطیب ، قاضی شہر اور مسند قراءت کے امام تھے۔ پیدائش ۲۱ھ وفات ۱۱۸ھ۔

۳۳ هِشَامٌ وَعَبْدُ اللّٰهِ وَهُوَ انْتِسَابُهُ   لِذَكْوَانَ بِالْاِسْنَادِ عَنْهُ تَنَقَّلَا

ان کے دو راوی ہشام اور عبداللہ ہیں۔ اور عبداللہ کا انتساب ذکوان کی طرف ہے۔ ان دونوں نے ابن عامر سے بالواسطہ قرآءت نقل کی ہے۔

ہشام بن عمار بن نصیر، ابوالولید کنیت، امام اہل دمشق، خطیب اور مقری، پیدائش ۱۵۳ھ۔ وفات ۲۴۵ھ۔

دوسرے راوی عبداللہ بن احمد بن بشیر بن ذکوان دمشقی ہیں۔ ملک شام کے شیخ الاقراء، جامع دمشق کے خطیب، پیدائش ۱۷۳ھ وفات ۲۴۲ھ۔

ہشام اور ابن ذکوان دونوں نے ابن عامر کی قرآءت بواسطہ نقل کی۔

۳۴ وَبِالْكُوفَةِ الْغَرَّاءِ مِنْهُمْ ثَلَاثَةٌ   اَذَاعُوا فَقَدْ ضَاعَتْ شَذًا وَقَرَنْفُلَا

اور روشن شہر کوفہ میں ان ائمہ قرآءت میں سے تین امام ہوئے ہیں، ان تینوں نے قرآن کی اشاعت کی اور کوفہ، خوشبو اور لونگ کی طرح مہک اٹھا۔

اَلْغَرَّاءِ، اَغر کا مؤنث بمعنی روشن۔ اِذَاعَةٌ، بمعنی نشر و اشاعت۔ شَذًا، خوشبو۔ قَرَنْفُلٌ، لونگ۔

۳۵ فَاَمَّا اَبُوْ بَكْرٍ وَعَاصِمٌ اسْمُهُ   فَشُعْبَةُ رَاوِيْهِ الْمُبَرِّزُ اَفْضَلَا

۳۶ وَذَاكَ ابْنُ عَيَّاشٍ اَبُوْ بَكْرٍ الرِّضَا   وَحَفْصٌ وَبِالْاِتْقَانِ كَانَ مُفَضَّلَا

ابوبکر، اور ان کا نام عاصم ہے۔ شعبہ ان کے راوی ہیں جو کہ افضل ہونے میں نمایاں ہیں۔

یہ شعبہ ابن عیاش ابوبکر ہیں پسندیدۂ خلائق، اور دوسرے راوی حفص ہیں جن کو روایت میں سب سے زیادہ فضیلت دی گئی تھی۔

اَلْمُبَرِّزُ، نمایاں، ممتاز۔ اَلْاِتْقَانِ، مضبوطئ روایت۔ مُفَضَّلَا، فضیلت دیے گئے۔

یعنی قراء سبعہ میں سے تین قاری شہر کوفہ میں ہوئے ان میں سے پہلے قاری عاصم بن بہدلہ ابوالنجود اسدی ہیں ابوبکر کنیت ہے۔

کوفہ کے شیخ القراء فصاحت و اتقان کے مالک، حسن و صوت دونوں میں جمیل۔ تابعین میں سے ہیں۔ شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمی کے جانشین۔ ۱۲۷ھ کے اواخر میں وفات ہوئی۔

ان کے دو راوی شعبہ اور حفص ہیں۔
شعبہ ابن عیاش بن سالم ان کی کنیت بھی ابوبکر ہے۔ امام کبیر، عالم و عامل آئمہ اہل سنت میں سند ہیں پیدائش ۹۵ھ وفات ۱۹۳ھ۔
دوسرے راوی حفص بن سلیمان بن مغیرہ اسدی کوفی۔ قرآت عاصم کے سب سے بڑے عالم۔ پیدائش ۹۰ھ۔ وفات ۱۸۰ھ۔

۳۷ وَحَمْزَةُ مَا أَزْكَاهُ مِنْ مُتَوَرِّعٍ ۔۔۔ إِمَامًا صَبُورًا لِلْقُرَانِ مُرَتِّلَا

تورع کے اعتبار سے امام حمزہ کی پاکیزگی کا کیا کہنا، بڑے صابر امام تھے، قرآن بہت صفائی سے پڑھتے تھے۔
مَا أَزْكَاهُ، فعل تعجب زکات بمعنی پاکیزگی سے، تورّع، تقویٰ۔ مُرَتِّلًا، خوب ٹھیراؤ سے پڑھنے والے۔
یعنی کوفہ کے دوسرے امام حمزہ بن حبیب زیّات تابعی ہیں۔ امام عاصم کے بعد کوفہ کے امام القراءۃ۔ پیدائش ۸۰ھ۔ وفات ۱۵۶ھ۔

۳۸ رَوَى خَلَفٌ عَنْهُ وَخَلَّادٌ الَّذِي ۔۔۔ رَوَاهُ سُلَيْمٌ مُتْقَنًا وَمُحَصَّلَا

ان سے خلف اور خلاد نے روایت کی، یہ روایت وہی ہے جو ان سے سُلیم نے کی تھی، جو روایت میں بہت مضبوط ہوا کرتے تھے۔

یعنی امام حمزہ کے دو راوی خلف اور خلاد ہیں۔
خلف بن ہشام بزار بغدادی، ابو محمد کنیت، بڑی ثقاہت کے مالک، زاہد، عابد اور عالم ہوئے ہیں۔ پیدائش ۱۵۰ھ، وفات ۲۲۹ھ بغداد میں۔
دوسرے راوی خلاد بن خالد شیبانی صیرفی کوفی، ابو عیسیٰ کنیت۔ قراءت میں امام، ثقہ، عارف اور محقق ضابط ہوئے ہیں۔ پیدائش ۱۲۹ھ وفات ۲۲۰ھ۔
خلف و خلاد نے سُلیم بن عیسیٰ کوفی سے اور سُلیم نے امام حمزہ سے پڑھا۔

۳۹ وَأَمَّا عَلِيٌّ فَالْكِسَائِيُّ نَعْتُهُ ۔۔۔ لِمَا كَانَ فِي الْإِحْرَامِ فِيهِ تَسَرْبَلَا

اور امام علی کہ کسائی ان کا لقب ہے کیونکہ وہ احرام کے وقت "کسا" یعنی چادر ہی میں احرام باندھ لیتے تھے۔
تَسَرْبَلَا، سربال یعنی قمیص بنا لیتے تھے۔

یعنی کوفہ کے تیسرے امام علی بن حمزہ بن عبداللہ اسدی ہیں، ابوالحسن کنیت۔ امام حمزہ کے بعد کوفے کے شیخ القراء مانے گئے۔ پیدائش ۱۱۹ھ۔ وفات ۱۸۹ھ۔ عمر ۷۰ سال۔

۴۰ رَوٰى لَيْثُهُمْ عَنْهُ اَبُو الْحَارِثِ الرِّضَا وَحَفْصٌ هُوَ الدُّوْرِيْ وَفِي الذِّكْرِ قَدْ خَلَا

امام کسائی سے لیث ابوالحارث نے روایت کی جو مقبول و پسندیدہ تھے، اور حفص نے۔ یہ وہ حفص ہیں جن کو دوری کہا جاتا ہے۔ ان کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

یعنی کسائی کے پہلے راوی لیث بن خالد بغدادی ہیں جن کی کنیت ابوالحارث ہے۔ جو کہ بڑی ثقاہت کے مالک ماہر فن اور قراءت کے ضابط ہوئے ہیں۔ وفات ۲۴۰ھ۔

دوسرے راوی حفص بن عمر دوری ہیں جن کا ذکر اوپر ابو عمرو بصری کے پہلے راوی کے طور پر آچکا ہے۔ امتیاز کے لیے ان کو وہاں دوری بصری اور یہاں دوری کسائی کہتے ہیں۔

وَفِي الذِّكْرِ قَدْ خَلَا۔ یعنی ان کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔

۴۱ اَبُوْ عَمْرِهِمْ وَالْيَحْصَبِيُّ ابْنُ عَامِرٍ صَرِيْحٌ وَبَاقِيْهِمْ اَحَاطَ بِهِ الْوَلَا

ان قراء میں ابو عمرو اور ابن عامر یحصبی خالص عربی النسب ہیں اور باقی پر عجمی الاصل ہونا محیط ہے۔

یعنی ان قراء میں سے دو امام ابو عمرو بصری اور ابن عامر شامی خالص قبائل عرب سے ہیں۔ اول مازنی اور دوسرے یحصبی، باقی وہ ہیں کہ ان کے آباؤ اجداد غیر عرب تھے۔

وَلَاء، یعنی قبائل عرب سے موالات و تعلق، یہ تین قسم پر ہے۔

۱۔ وَلَاءِ عِتَاقَہ: یعنی آباؤ اجداد غلام عرب ہوئے۔ اور آزاد ہو کر عرب میں گھل مل گئے۔

۲۔ وَلَاءِ مُوالات: یعنی ایک قبیلۂ عرب کا دوسرے قبیلۂ عرب کو اپنی امان و پناہ دینا۔

۳۔ وَلَاءِ عَجَم: یعنی عجمی الاصل خاندان کا عرب میں آباد ہو کر مخلوط بالعرب ہو جانا جیسے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ۔

یہاں کتاب میں یہ صرف تیسری قسم مراد ہے۔ کیونکہ دوسری قسم خالص عرب ہونے کے منافی نہیں، اور پہلی قسم تاریخی اعتبار سے کسی بھی امام قراءت کے لیے ثابت نہیں۔ (ابو شامہ)

۴۲ لَهُمْ طُرُقٌ يُهْدٰى بِهَا كُلُّ طَارِقٍ وَلَا طَارِقٌ يُخْشٰى بِهَا مُتَمَحِّلَا

ان قراء اور رُوات کے لیے کچھ مذاہب ہیں جن کی طرف ہر طالب علم کی راہنمائی کی جاتی ہے۔ لیکن یہاں کوئی مُدلّس

نہیں ہوتا کہ ان مذاہب کے سلسلے میں کسی گڑبڑ کرنے والے سے خطرہ محسوس کیا جائے۔
طُرُق جمع طَرِیق، قراء کے اصول و فرش۔ طَارِق، عالم یا طالب علم۔ وَلَا طَارِق یعنی نہ کہ مُدلّس، فن حدیث میں ایک ضعیف و مجروح راوی کو طارق کہا گیا ہے۔ مُتَمَحِّل، مکّار۔
مطلب یہ کہ فن قراءت، فن حدیث میں ممتاز ہے کیونکہ یہ بجمیع اصولہ و فرشہ متواتر ہے۔ مضبوط ہے۔

۴۳ وَهُنَّ اللَّوَانِي لِلْمُوَاتِي نَصَبْتُهَا مَنَاصِبَ فَانْصَبْ فِي نِصَابِكَ مُفْضِلَا

اور یہ قراءات و روایات وہ ہیں کہ میں نے اپنی موافقت کرنے والے (یعنی میری کتاب پڑھنے والے طالب علم) کے لیے کچھ امتیازی نشان قائم کیے ہیں پس تو اپنی نیت طلب علم میں محنت کے لیے تیار ہو جا، فضیلت والا ہو جانے کے لیے۔

وَهُنَّ، میں ضمیر قراءات و روایات کی طرف راجع ہے۔ اَللَّوَانِي، جمع اللَّاتِي جو کہ جمع ہے الَّتِي کی گویا اَللَّوَانِي جمع الجمع ہے۔ کثرت انواع کی طرف اشارہ ہے۔ مُوَاتِي، اصل میں مُؤاتی ہے، بمعنی ساتھ ساتھ آنے والا۔ موافقت کرنے والا۔ نَصَبْتُهَا، یعنی میں نے قائم کیا ہے۔ مَنَاصِبُ، منصب کی جمع، نشان، جھنڈا۔ فَانْصَبْ، صیغۂ امر نَصِبَ (سمع) سے محنت کر۔ نِصَاب، نیت، عزم۔ مُفْضِلًا، صاحب فضیلت۔
مطلب یہ کہ قراء کے اصول و مذاہب کو اس نظم میں رموز و اشارات کی شکل میں بیان کیا جائے گا۔ لہٰذا طالب علم کا مستعد اور محنتی ہونا ضروری ہے۔ ورنہ کچھ فائدہ نہ ہو گا۔

۴۴ وَهَا أَنَا ذَا أَسْعَى لَعَلَّ حُرُوفَهُمْ يَطُوعُ بِهَا نَظْمُ الْقَوَافِي مُسَهَّلَا

اور اب میں کوشش کرتا ہوں کہ شاید ان قراء کے قرآنی کلمات مختلفہ کو یہ قافیوں والی نظم قابو کر لے سہولت پیدا کرتے ہوئے۔

هَا، حرف تنبیہ۔ أَنَا، ضمیر واحد متکلم۔ ذَا، اسم اشارہ۔ أَسْعَى، صیغہ مضارع واحد متکلم۔ بِهَا، باتعدیہ کیلئے ہے۔

۴۵ جَعَلْتُ أَبَا جَادٍ عَلَى كُلِّ قَارِئٍ دَلِيلًا عَلَى الْمَنْظُومِ أَوَّلَ أَوَّلَا

کلمات اباجاد کو میں نے ہر قاری پر دلالت کرنے والا اس نظم میں مقرر کیا ہے کہ پہلا حرف پہلے امام کے لیے ہے (اور باقی دو حرف راویوں کے لیے رمز ہیں)
یعنی سات امام اور دو دو ان کے راوی ہیں۔ تو کل اکیس ہوئے۔ اباجاد بھی کل سات کلمے تین تین حرفی

ہیں۔ اس طرح ہر کلمہ کا پہلا حرف اماموں کی رمز ہوگا اور باقی دو حرف ان کے بالترتیب دو راویوں کے لیے رمز ہو جائیں گے۔

رمز کی مرموزین پر تقسیم

تشریحِ مرموزین		حروفِ رمزیہ	کلماتِ رمزیہ	عدد
امام اول	نافع مدنی	ا	اَبَجْ	۱
راوی اول	قالون	ب		
راوی ثانی	ورش	ج		
امام ثانی	ابن کثیر مکی	د	دَھَزُ	۲
راوی اول	بزّی	ہ		
راوی ثانی	قنبل	ز		
امام ثالث	ابوعمرو بصری	ح	حُطِّیُ	۳
راوی اول	دوری بصری	ط		
راوی ثانی	سوسی	ی		
امام رابع	ابن عامر شامی	ک	کَلِمُ	۴
راوی اول	ہشام	ل		
راوی ثانی	ابن ذکوان	م		
امام خامس	عاصم کوفی	ن	نَصَعُ	۵
راوی اول	شعبہ	ص		
راوی ثانی	حفص	ع		
امام سادس	حمزہ کوفی	ف	فَضَقُ	۶
راوی اول	خلف	ض		
راوی ثانی	خلّاد	ق		
امام سابع	کسائی کوفی	ر	رَسَتُ	۷
راوی اول	ابوالحارث	س		
راوی ثانی	دوری کسائی	ت		

۴۶ وَمِنۡ بَعۡدِ ذِكۡرِی الۡحَرۡفَ اُسۡمِیۡ رِجَالَهٗ ‌ ‌ ‌ ‌ مَتٰی تَنۡقَضِیۡ اٰتِيۡكَ بِالۡوَاوِ فَيۡصَلَا

اور میں کلمۂ مختلف فیہا کو ذکر کرنے کے بعد اس کے (پڑھنے والے) رجال بولوں گا، اور جب یہ قراءت ختم ہو جائے گی تو واو فاصل لاؤں گا۔

یعنی مسئلہ کو بیان کرنے میں ترتیب اس طرح ہو گی کہ میں پہلے کلمۂ قرآنیہ مختلف فیہا بولوں گا، پھر اس کے پڑھنے والوں کو مذکورہ بالا رمزوں کی شکل میں لاؤں گا۔ اور مسئلہ ختم ہو جائے گا ختم مسئلہ کی علامت یہ کہ واو فاصل آجائے گی۔

یعنی ہمیشہ رمز حرفی کلمۂ قرآنی کے بعد آئے گی۔ مگر یاد رہے کہ یہ اسی وقت ترتیب ہو گی جب کہ رمز حرفی ہو گی۔ لیکن اگر قاری یا راوی کا صریح نام بولیں گے۔ تو کوئی ترتیب نہ ہو گی، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

۴۷ سِوٰی اَحۡرُفٍ لَا رِيۡبَةٌ فِیۡ اتِّصَالِهَا ‌ ‌ ‌ ‌ وَبِاللَّفۡظِ اَسۡتَغۡنِیۡ عَنِ الۡقَيۡدِ اِنۡ جَلَا

سوائے ان کلمات قرآنیہ کے کہ ان کے پاس پاس آنے میں کوئی شک وشبہ نہ واقع ہو رہا ہو۔ اور میں کبھی صرف لفظ قرآنی بول کر قید لانے سے مستغنی ہو جاؤں گا بشرطیکہ وہ قید کسی وجہ سے واضح ہو رہی ہو۔

یعنی اوپر کے شعر کے آخر میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ میں ختم مسئلہ کے لیے واو فاصل لاؤں گا اب اس شعر میں اس کا استثناء بیان کرتے ہیں کہ اگر کہیں دو مسئلوں کو بغیر واوِ فاصل کے بیان کرنے سے مخاطب کے لیے کوئی غلط والتباس واقع نہ ہو رہا ہو گا تو ایسے مواقع میں، میں واوِ فاصل لانے کا پابند نہ ہوں گا۔

اور کہیں ایسا بھی ہو گا کہ اختلافِ قراءت کو واضح کرنے والی قید (جن کا تفصیلی ذکر آگے آرہا ہے) میں نہ بولوں گا کیونکہ وہ قید بغیر صریح ذکر کے ہی سمجھ میں آرہی ہو گی۔

واضح رہے کہ یہ استغناء عن القید دو صورتوں میں ہو گا ایک یہ کہ وزن بیت سے وہ قید نکلتی ہو گی کہ اگر اس قید کے ساتھ اس کلمۂ قرآنی کا تلفظ نہ کیا جائے تو شعر وزن سے گر جائے گا۔

دوسری صورت یہ کہ رسم عثمانی سے ہٹ کر اس لفظ کو ملفوظی شکل میں لکھا گیا ہو گا۔

حاصل یہ کہ کسی بھی مسئلہ کے بیان میں عموماً چار چیزیں ہوں گی۔ (۱) کلمۂ قرآنی مختلف فیہا (۲) قید (۳) قاری یا راوی، بصورتِ رمز یا بصورت اسم صریح۔ (۴) واو فاصل۔

۴۸ وَرُبَّ مَكَانٍ كَرَّرَ الۡحَرۡفُ قَبۡلَهَا ‌ ‌ ‌ ‌ لِمَا عَارِضٍ وَالۡاَمۡرُ لَيۡسَ مُهَوِّلَا

اور بہت جگہ ایسا بھی ہو گا کہ حرف رمزی اس واوِ فاصل کے آنے سے پہلے کسی عارض کی وجہ سے مکرر آرہا

ہوگا، اور یہ چیز کوئی فکر میں ڈالنے والی نہ ہونی چاہیے۔

یعنی وزن بیت پورا کرنے کے لیے کبھی رمزیں مکرر آجائیں گی مثلاً علاً علاً یا علاً علاً، تو اس سے کسی توحش میں مبتلا نہ ہونا چاہیئے

۴۹ وَمِنْهُنَّ لِلْكُوفِيِّ ثَاءٌ مُثَلَّثٌ   وَسِتَّتُهُمْ بِالْخَاءِ لَيْسَ بِأَغْفَلَا

اور ان رموز میں کوفیین کے لیے ثاء مثلث ہے اور ان قراء سبعہ میں سے چھ قراء حرف خاد سے مراد ہوں گے، یہ خاء جو بے نقطہ نہیں ہے۔

یعنی اوپر رمز حرفی انفرادی کا بیان تھا ابھی چھ حروف باقی ہیں۔ ثاء، خاء، ذال، ظاء، غین اور شین۔ ثَخَذٌ، ظَغَشُ۔

ان کو رمز حرفی اجتماعی کہتے ہیں۔ ثاء سے تینوں کوفی قراء مراد ہوں گے اور خاء سے سوائے نافع چھ قراء مراد ہوں گے۔

۵۰ عَنَيْتُ الْأُلَى أَثْبَتُّهُمْ بَعْدَ نَافِعٍ   وَكُوفٍ وَشَامٍ ذَالُهُمْ لَيْسَ مُغْفَلَا

چھ قراء سے میں نے وہ قراء مراد لیے ہیں جن کو نافع کے بعد ذکر کیا ہے اور کوفیین اور شامی کے لیے ذال جو بے نقطہ نہیں ہے، رمز ہے۔

۵۱ وَكُوفٍ مَعَ الْمَكِّيِّ بِالظَّاءِ مُعْجَمًا   وَكُوفٍ وَبَصْرٍ غَيْنُهُمْ لَيْسَ مُهْمَلَا

اور کوفیین مع المکی ظاء معجمہ سے مراد ہوں گے۔ اور کوفیین اور بصری کے لیے غین ہے جو مہمل نہیں ہے۔

۵۲ وَذُو النَّقْطِ شِينٌ لِلْكِسَائِي وَحَمْزَةٍ   وَقُلْ فِيهِمَا مَعْ شُعْبَةٍ صُحْبَةٌ تَلَا

اور نقطہ والا شین کسائی اور حمزہ کے لیے رمز ہے۔ اور انہیں دونوں میں مع شعبہ لفظ صُحبہ رمز ہے، جو رمز حرف کے بعد آرہی ہے۔

یعنی شین تک رموز حرفیہ کا بیان ختم ہوا اور اب آٹھ کلمات رمزیہ کا بیان ہے۔ چنانچہ ایک رمز کلمی لفظِ صُحبہ ہے جو امام حمزہ، کسائی اور شعبہ کے لیے بولا جائے گا۔

۵۳ صِحَابٌ هُمَا مَعْ حَفْصِهِمْ عَمَّ نَافِعٌ   وَشَامٍ سَمَا فِي نَافِعٍ وَفَتَى الْعَلَا

۵۴ وَمَكٍّ وَحَقٌّ فِيهِ وَابْنِ الْعَلَاءِ قُلْ وَقُلْ فِيهِمَا وَالْيَحْصَبِي نَفَرٌ حَلَا

صِحَاب سے وہی دونوں حمزہ کسائی مع حفص مراد ہوں گے۔ عَمَّ نافع اور شامی ہیں۔ سَمَا نافع، فتی العلا بصری اور مکی ہیں اور حق مکی اور ابن العلا بصری ہیں کہہ تو۔ اور ان دونوں (مکی، بصری) اور یحصبی ہیں رمز نفر شیریں ہوئی ہے۔

۵۵ وَحِرْمِيٌّ الْمَكِّيُّ فِيهِ وَنَافِعٌ وَحِصْنٌ عَنِ الْكُوفِي وَنَافِعِهِمْ عَلَا

اور حرمی میں مکی اور نافع ہیں اور حِصْن کوفیین اور نافع کے لیے بلند ہے۔

۵۶ وَمَهْمَا أَتَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ بَعْدُ كِلْمَةٌ فَكُنْ عِنْدَ شَرْطِي وَاقْضِ بِالْوَاوِ فَيْصَلَا

اور جب کوئی رمزی کلمہ رمز حرفی سے پہلے یا بعد آئے تو تو میری شرط کے مطابق ہو اور واوِ فاصل پر مسئلہ کو ختم کر۔

مطلب یہ ہے کہ رموز کی دو قسمیں ہوئیں۔ رمز حرفی، رمز کلمی۔ کہیں رجال کی طرف اشارہ صرف رمز حرفی سے ہو گا۔ اور کہیں صرف رمز کلمی سے، اور کہیں یہ دونوں رمزیں جمع ہوں گی۔ تو اس وقت رمز حرفی اور رمز کلمی دونوں کے مرموزین متعین کر لینے چاہئیں۔ جیسا کہ میں نے اصطلاح مقرر کی ہے۔ اور ختم مسئلہ کے لیے بدستور سابق یہاں بھی واوِ فاصل آئے گی۔

اس سے یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ رمز حرفی اور رمز کلمی میں کوئی ترتیب نہیں ہے خواہ کوئی بھی پہلے یا بعد میں آسکتی ہے۔ اسی طرح رموز کلمہ کے ساتھ کلمۂ قرآنی اور رموز میں بھی کوئی ترتیب نہ ہو گی یعنی کسی کی بھی تقدیم و تاخیر معین نہیں۔ چنانچہ آگے شعر نمبر ۶۴ میں آتا ہے۔

۵۷ وَمَا كَانَ ذَا ضِدٍّ فَإِنِّي بِضِدِّهِ غَنِيٌّ فَزَاحِمْ بِالذَّكَاءِ لِتَفْضُلَا

اور جو قیود ضد والی (یعنی اضداد کے قبیل سے) ہوں گی تو میں وہاں ایک ضد پر اکتفا کروں گا تم اپنی ذہانت سے اس جگہ (دوسری ضد معلوم کرنے کی) کوشش کرنا تاکہ تم میں قابلیت پیدا ہو۔

یعنی قیود کے بیان میں طریقہ یہ ہو گا کہ مرموزین کی قراءت کی توضیح میں قیود لائی جائیں گی، یہ قیود اکثر ضدیت کا مفہوم رکھتی ہوں گی۔ تو اپنی فراست سے تم غیر مذکورین کے لیے اُن قیود کی مقابل ضدوں کو سمجھ لینا مثلاً، وَكُوفِيُّهُمْ تَسَاءَلُونَ مُخَفَّفًا یعنی کوفیین نے تَسَاءَلُونَ کو مخفف پڑھا ہے تو اس کا مفہومِ مخالف یہ ہو گا کہ غیر کوفیین نے تَسَّاءَلُونَ مشدد پڑھا ہے کیونکہ تشدید اور تخفیف دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

۵۸ كَمَدٍّ وَاِثْبَاتٍ وَفَتْحٍ وَمُدْغَمٍ وَهَمْزٍ وَنَقْلٍ وَاخْتِلَاسٍ تَحَصَّلَا

جیسے مد، اثبات، فتح، مدغم، ہمزہ، نقل اور اختلاس آئے ہیں

یعنی مد کی ضد قصر، اثبات کی حذف، فتح کی امالہ ادغام کی اظہار، ہمزہ کی ضد ترک ہمزہ، نقل کی ضد ابقاءِ حرکت، اختلاس کی اتمام حرکت۔ یاد رہے کہ فتح سے مراد خالص الف پڑھنا ہے۔

۵۹ وَجَزْمٍ وَتَذْكِيرٍ وَغَيْبٍ وَخِفَّةٍ وَجَمْعٍ وَتَنْوِينٍ وَتَحْرِيكٍ اُعْمِلَا

اور جیسے جزم، تذکیر، غیب، تخفیف، جمع، تنوین اور تحریک عمل میں لائی گئی ہیں۔

یعنی جزم کی ضد رفع، تذکیر کی ضد تانیث، غیب کی خطاب، خفت کی ثقالت، جمع کی ضد افراد، تنوین کی ترک تنوین، تحریک کی اِسکان۔

واضح ہو کہ یہ تمام اضداد مُطَّرِد منعکس ہیں۔ مثلاً تذکیر کی ضد تانیث ہے تو تانیث کی ضد بھی تذکیر ہے۔ سوائے جزم کے، کہ وہ غیر منعکس ہے کہ جزم کی ضد رفع ہے مگر رفع کی ضد جزم نہیں بلکہ نصب ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

۶۰ وَحَيْثُ جَرَى التَّحْرِيكُ غَيْرَ مُقَيَّدٍ هُوَ الْفَتْحُ وَالْاِسْكَانُ اٰخَاهُ مَنْزِلَا

اور جب تحریک غیر مقیّد جاری ہو تو اس سے فتحہ کی حرکت مراد ہو گی۔ اور اِسکان، تحریک کا مقابل ہو گا اس مرتبہ پر۔

یعنی تحریک اور اِسکان ایک دوسرے کی مطرد منعکس ضد ہیں۔ اور رہا یہ کہ خود تحریک سے کونسی حرکت مراد ہو گی؟ تو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ تحریکِ مطلق سے فتحہ مراد ہو گا۔ ورنہ مَیں مطلق تحریک نہیں بولوں گا بلکہ بالضم یا بالکسر مقید کر کے بولوں گا۔

۶۱ وَاٰخَيْتُ بَيْنَ النُّوْنِ وَالْيَا وَفَتْحِهِمْ وَكَسْرٍ وَبَيْنَ النَّصْبِ وَالْخَفْضِ مَنْزِلَا

اور مَیں نے تقابل قائم کیا ہے نون اور یا کے درمیان اور فتح و کسرہ کے درمیان اور نصب و جر کے درمیان محل وقوع کے اعتبار سے۔

یعنی مضارع کے حروفِ علامات میں نون اور یا میں ضدیت قائم کی ہے، جب کسی کے لیے قراءت بالیا بولوں تو مقابل کے لیے قراءت بالنون سمجھنا چاہیئے۔ اسی طرح بالعکس۔ مثلاً نَكْفِرُ اور يُكَفِّرُ دو قراءتیں ہیں۔

اسی طرح فتح اور کسرہ ایک دوسرے کی ضد ہیں اگر کسی قاری کے لیے بالفتح کہوں تو دوسروں کے لیے بالکسر سمجھنا چاہیئے۔ و بالعکس۔

اسی طرح نصب اور جر جو معرب کی حرکتوں پر بولا جاتا ہے، ہر ایک دوسرے کی ضد ہے مثلاً وَالْاَرْحَامَ اور وَالْاَرْحَامِ دو قراءتیں ہیں۔

۶۲ وَحَيْثُ اَقُوْلُ الضَّمَّ وَالرَّفْعَ سَاكِتًا ۔۔۔ فَغَيْرُهُمْ بِالْفَتْحِ وَالنَّصْبِ اَقْبَلَا

اور جب میں ضم اور رفع بول کر خاموش ہو جاؤں تو ان کے علاوہ فتح اور نصب کے ساتھ آئیں گے۔

یعنی میں نے ضمہ کی ضد فتح، اور رفع کی ضد نصب قرار دی ہے۔ یہ ضدیت صرف ایک جانب سے ہے۔ لہٰذا مطرد غیر منعکس ہوگی یعنی ضمہ کی ضد فتحہ، مگر فتحہ کی ضد ضمہ نہیں بلکہ کسرہ ہے اسی طرح رفع کی ضد نصب ہے، مگر نصب کی ضد رفع نہیں، جر ہے جیسا کہ شعر نمبر ۶۱ میں آچکا ہے۔ سَاكِتًا کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس مذکورہ توضیح کے علاوہ کچھ اور مراد ہوگی تو وہاں تصریح کروں گا مثلاً فُلَانٌ قَرَأَ بِضَمِّ الْكَسْرِ، تو اس جگہ ضمہ کی ضد کسرہ بصراحت سامنے آئے گی۔

۶۳ وَفِي الرَّفْعِ وَالتَّذْكِيْرِ وَالْغَيْبِ جُمْلَةٌ ۔۔۔ عَلٰى لَفْظِهَا اَطْلَقْتُ مَنْ قَيَّدَ الْعُلَا

اور رفع و تذکیر و غیب میں ایک ایسا مجموعہ ہے کہ میں نے خالی ان کے تلفظ پر اس طالب علم کو آزاد چھوڑا ہے جس نے بلندی ذہانت کو قید کیا ہوا ہو۔

یعنی فرش میں اکثر ایسا ہوا ہے کہ کلمۂ قرآنی بغیر قید لائے بولا گیا وہاں تمہیں اپنی ذہانت سے کام لے کر اصل قیدا و رغیر مذکورین کے لیے اس کی ضد خود ہی متعین کرنی ہوگی۔ لیکن بہر حال یہ اطلاق صرف تین قیود میں منحصر رکھا۔ رفع کہ اس کی ضد نصب ہے۔ تذکیر کہ اس کی ضد تانیث ہے اور غیب کہ اس کی ضد خطاب ہے۔ مثلاً کہیں گے کہ نافع کے لیے خَالِصَةٌ ہے۔ بالرفع کی قید نہیں لگائیں گے تو یہ قید ہمیں خود سمجھنی ہوگی، اور باقی کے لیے نصب۔

۶۴ وَقَبْلَ وَبَعْدَ الْحَرْفِ اٰتِيْ بِكُلِّ مَا ۔۔۔ رَمَزْتُ بِهٖ فِي الْجَمْعِ اِذْ لَيْسَ مُشْكِلَا

اور کلمۂ قرآنی سے پہلے اور کبھی اس کے بعد میں وہ رموز لاؤں گا جن کو میں نے کلمات میں جمع کیا ہے، کیونکہ یہ طریقہ اشکال میں ڈالنے والا نہیں ہے۔

الحرف سے مراد کلمۂ قرآنی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ رموزِ کلمیہ، صحبۃ، صحاب، عمّ، سما، حق، نفر، حرمی، حصن کے استعمال میں مجھے آزادی ہوگی، کبھی کلمۂ قرآنی سے پہلے اور کبھی اس کے بعد لاؤں گا۔

اس جگہ شعر نمبر ۴۶ اور ۵۶ پھر دیکھ لینے چاہئیں۔

۶۵ وَسَوْفَ اُسَمِّیْ حَیْثُ یَسْمَحُ نَظْمُهٗ   بِهٖ مُوْضِحًا جِیْدًا مُّعِمًّا وَّمُخْوِلَا

اور مَیں جہاں کہیں بھی، مجھے نظم گنجائش دے گی بصراحت (قاری یا راوی کا) نام بولوں گا۔ اس نام سے ایسی صراحت ہوگی جیسے چچا اور ماموں والی گردن ہو۔

مطلب یہ کہ رموز کا استعمال بضرورت ہوگا اگر کہیں شعر و نظم کا وزن، قاری اور راوی کے صریح نام کے ساتھ موزوں ہو سکے گا۔ تو مَیں صریح نام کا استعمال کروں گا۔ جہاں کہیں بھی ایسا ممکن ہو خواہ کلمۂ قرآنی سے پہلے یا بعد۔
لیکن یہ یاد رہے کہ ایک مسئلہ میں رموز اور صریح نام جمع نہ ہوں گے۔ مُعِمًّا، عم سے بمعنی چچا، مُخْوِلًا، خال سے بمعنی ماموں۔

زمانہ جاہلیت میں دستور تھا کہ جس بچے کے چچا اور ماموں ہوتے تھے اس بچے کے گلے میں کوئی خاص علامتی ہار ڈالتے تھے اس علامت سے وہ دیگر بچوں میں ممتاز گردن والا ہو جاتا تھا۔

۶۶ وَمَنْ کَانَ ذَا بَابٍ لَّهٗ فِیْهِ مَذْهَبٌ   فَلَا بُدَّ اَنْ یُّسْمٰی فَیُدْرٰی وَیُعْقَلَا

اور جو قاری یا راوی منفرداً ایک خاص باب والا ہوگا۔ جس میں صرف اسی کے مذہب کا بیان ہوگا تو ایسے موقعہ پر میرے لیے ضروری ہوگا کہ اس کا نام لیا جائے تاکہ وہ جان لیا جائے اور سمجھ لیا جائے۔

۶۷ اَهَلَّتْ فَلَبَّتْهَا الْمَعَانِیْ لُبَابُهَا   وَصُغْتُ بِهَا مَا سَاغَ عَذْبًا مُّسَلْسَلَا

اس قصیدے نے آواز دی تو خالص معانی نے اس کو جواب میں لبیک کہی۔ مَیں نے اس قصیدے میں وہ معانی اُنڈیلے ہیں جو شیریں اور سہل الہضم ہونے ہیں بہت خوشگوار ہیں۔
اَهَلَّتْ، اہلال سے آواز دینا۔ لَبَّتْ، لبیک کہنا۔ لُبَاب، خالص۔ صُغْتُ، ڈھالنا، بنانا۔ سَاغَ، خوشگوار ہونا۔
عَذْب، شیریں۔ مُسَلْسَل، وہ خوشگوار ولذیذ شے جو سریع اور سہل الہضم ہو۔

۶۸ وَفِیْ یُسْرِهَا التَّیْسِیْرَ رُمْتُ اخْتِصَارَهٗ   فَاَجْنَتْ بِعَوْنِ اللّٰهِ مِنْهُ مُؤَمَّلَا

اور اس قصیدے کے آسان معانی میں، مَیں نے کتاب تیسیر کے اختصار کا ارادہ کیا۔ پس اللہ تعالیٰ کی مدد سے اس قصیدے نے اس کتاب سے اپنی آرزو کا پھل حاصل کر لیا۔
رُمْتُ، رَوْم سے بمعنی قصد کرنا۔ اَجْنَتْ، اِجْنَاءٌ سے پھل توڑنا۔ مُؤَمَّل، آرزو۔

التیسیر علامہ حافظ ابو عمرو دانی ف ۴۴۴ھ کا نثر میں مشہور متن ہے جو قراءت سبعہ میں سند کی حیثیت رکھتا ہے۔

۶۹ وَاَلْفَافُهَا زَادَتْ بِنَشْرِ فَوَائِدٍ ۔۔۔ فَلَفَّتْ حَيَاءً وَجْهَهَا اَنْ تُفَضَّلَا

اور اس قصیدے کے مضامین بہت سے علمی فوائد میں تیسیر پر بڑھ گئے۔ لیکن ان فوائد نے شرم کی وجہ سے اپنا چہرہ چھپایا ہوا ہے کہ کہیں اس قصیدے کو فضیلت نہ دے دی جائے۔

اَلْفَافٌ، لَفٌّ کی جمع مضامین۔

یعنی میں نے تیسیر کے مسائل کا اختصار تو کیا ہی ہے۔ ضمناً اشاراتی رنگ میں بہت سے علمی نکات بھی شامل کر دیئے ہیں۔ اشاراتی طرز بیان اس لیے کہ یہ قصیدہ تیسیر سے افضلیت کا مقام حاصل نہیں کرنا چاہتا ہے۔

۷۰ وَسَمَّيْتُهَا حِرْزَ الْاَمَانِيْ تَيَمُّنًا ۔۔۔ وَوَجْهَ التَّهَانِيْ فَاهْنِهِ مُتَقَبَّلَا

میں نے اس قصیدے کا نام "حِرْزُ الْاَمَانِيْ وَوَجْهُ التَّهَانِيْ" رکھا برکت کے حصول کے لیے۔ پس تو اس کو مبارک باد کہہ، کیونکہ وہ مقبول ہے۔

حِرْزُ الْاَمَانِيْ ـــــــ آرزوؤں کا تعویذ

وَجْهُ التَّهَانِيْ ـــــــ مبارک بادی والا چہرہ

۷۱ وَنَادَيْتُ اَللّٰهُمَّ يَا خَيْرَ سَامِعٍ ۔۔۔ اَعِذْنِيْ مِنَ التَّسْمِيْعِ قَوْلًا وَّمَفْعَلَا

اور میں نے صدا لگائی، اے اللہ، اے بہترین سننے والے، مجھے اپنا قول وفعل سنانے سے محفوظ رکھ، یعنی ریاء سے محفوظ رکھ۔

۷۲ اِلَيْكَ يَدِيْ مِنْكَ الْاَيَادِيْ تَمُدُّهَا ۔۔۔ اَجِرْنِيْ فَلَا اَجْرِيْ بِجَوْرٍ فَاَخْطَلَا

تیری طرف سے احسانات (میری ہمت کو حوصلہ دلاتے ہیں اور) میرے دست سوال کو تیری طرف دراز کر رہے ہیں، مجھے حفاظت عطا فرما کہ میں غلط راستہ پر نہ چلوں اور قول فاسد اختیار نہ کروں۔

پہلے مصرعہ کی عبارت اصل میں اس طرح ہے۔

اَلْاَيَادِيْ مِنْكَ، يَدِيْ اِلَيْكَ تَمُدُّهَا۔

يَدِيْ، میرا ہاتھ یعنی میرا دست سوال۔ اَلْاَيَادِيْ، يَدٌ کی جمع اَيْدِيْ، اَيْدِيْ کی جمع الجمع اَيَادِيْ بمعنی احسانات۔

اَجِرْنِی ، اِجَارَۃٌ سے امر، بچانا۔ فَلَا اُجْرِیْ، نہ چلوں میں ۔ جَوْرٌ، ظلم کا راستہ۔ فَاُخْطِلُ، خَطَلٌ، کلام فاسد بولنا ۔ مضارع واحد متکلم۔

۷۳ اٰمِیْنَ وَاٰمْنًا لِلْاَمِیْنِ بِسِرِّھَا وَاِنْ عَثَرَتْ فَھُوَ الْاَمُوْنُ تَحَمُّلَا

یا اللہ دعا قبول ہو، اور امن و سلامتی دے اس شخص کو جو اس قصیدے کے چھپے ہوئے عیوب کا راز دار ہو اور اگر کہیں یہ قصیدہ لغزش میں آگیا ہو تو وہ شخص اس لغزش کو برداشت کرنے میں مثل ناقۂ قویہ کے ہو جائے۔

اٰمِیْنَ اور اَمِیْنَ دونوں لغت ہیں بمعنی قبول فرما۔ یہ گزشتہ شعر کے جواب میں ہے۔ اٰمْنًا، فعل محذوف کا مفعول ہے، یعنی اَعْطِ اٰمْنًا۔ عَثَرَتْ، عثور بمعنی پھسلنا، ضمیر فاعل قصیدہ کے لیے ہے۔ اَلْاَمُوْنُ، طاقتور اونٹنی۔ تَحَمُّلًا، تمیز ہے بمعنی اٹھانا، برداشت کرنا۔

۷۴ اَقُوْلُ لِحُرٍّ وَالْمُرُوْءَۃُ مَرْءُھَا لِاِخْوَتِہٖ الْمِرْاٰۃُ ذُو النُّوْرِ مِکْحَلَا

میں کہتا ہوں خواہش نفس سے آزاد مرد کو ـــــــ دراں حال کہ کمال مردانگی کا تقاضا ہے کہ آدمی اپنے بھائیوں کے لیے آئینہ ہو۔ روشن۔ سرمہ ڈالنے والی سلائی کی طرح ـــــــ کہ ....

حُرٌّ، خواہش نفس کی پابندی کرنے سے بچنے والا آزاد انسان۔ اَلْمُرُوْءَۃُ، کمال مردانگی۔ مَرْءُھَا، منظر، تقاضا۔ اَلْمِرْاٰۃُ، آئینہ۔ مِکْحَلٌ، وہ سلائی جس سے آنکھوں میں سرمہ ڈالا جائے۔

۷۵ اَخِیْ اَیُّھَا الْمُجْتَازُ نَظْمِیْ بِبَابِہٖ یُنَادٰی عَلَیْہِ کَاسِدَ السُّوْقِ اَجْمِلَا

(کہتا ہوں کہ) میرے بھائی! اے وہ کہ میری یہ نظم اس کے دروازے پر اس حالت میں گزر رہی ہے کہ اس پر آواز لگائی جا رہی ہے کہ یہ بازار کا گھٹیا مال ہے ـــــــ تو اس سے حسن سلوک کر۔

اَجْمِلَا، اصل میں اَجْمِلَنْ بنون تاکید خفیفہ، وقف میں نون الف سے بدلا ہے۔ اوپر والے شعر میں اَقُوْلُ کا مقولہ ہے درمیان میں تمام عبارت معترضہ ہے۔ اَلْمُجْتَازُ، اجتیاز سے گزرنا۔ کَاسِدَ السُّوْقِ، بازار کا گھٹیا مال۔

۷۶ وَظُنَّ بِہٖ خَیْرًا وَسَامِحْ نَسِیْجَہٗ بِالْاِغْضَاءِ وَالْحُسْنٰی وَاِنْ کَانَ ھَلْھَلَا

اور اس نظم سے خیر کا گمان رکھ، اور نظم تیار کرنے والے سے نرمی کر، چشم پوشی اور خصلت حسنہ کے ساتھ، اگرچہ وہ ڈھیلی ڈھالی سی ہے۔

ظُنَّ، صیغہ امر مخاطب، سَامِحْ، صیغۂ امر۔ مُسَامَحَت سے نرمی کرنا۔ نَسِیْج، کپڑے بننے والا، مراد ناظم۔ اِغْضَاء چشم پوشی۔ ھَلْہَل، بناوٹ میں کپڑے کا خراب ہو جانا۔

۷۷ وَسَلِّمْ لِاِحْدَی الْحُسْنَیَیْنِ اِصَابَۃٌ وَالْاُخْرَی اجْتِہَادٌ رَامَ صَوْبًا فَاَمْحَلَا

دو نیکیوں میں ایک نیکی تو میرے حق میں تسلیم کر۔ کہ ایک نیکی درست کہنا ہے اور دوسری کوشش کرنا (اگرچہ) اس کوشش میں آدمی بارش کو ڈھونڈے مگر قحط سالی کا شکار ہو جائے۔

رَامَ، قصد کیا۔ صَوْب، بارش۔ اَمْحَل، قحط میں مبتلا ہوا۔ مطلب یہ کہ میں نے اس نظم میں نیکی کے کام کا ارادہ کیا ہے اگر میں اس نیکی کو پا لینے میں کامیاب ہوں تو سبحان اللہ۔ تو تسلیم کر کہ میں دوہری نیکی پا لینے کا مستحق ہوا اور میرا عمل قبول ہوا۔ ورنہ میری اجتہاد و محنت کی نیکی تو مجھے ملے گی ہی۔

حدیث میں ہے۔

مَنِ اجْتَھَدَ وَاَصَابَ فَلَہٗ اَجْرَانِ وَمَنِ اجْتَھَدَ فَاَخْطَأَ فَلَہٗ اَجْرٌ۔	جو شخص اجتہاد کرے اور درست کہے اس کے لیے دو ثواب ہیں اور جو غلطی میں جا پڑے اس کیلئے بھی ایک ثواب ہے

۷۸ وَاِنْ کَانَ خَرْقٌ فَادَّرِکْہُ بِفَضْلَۃٍ مِنَ الْحِلْمِ وَلْیُصْلِحْہُ مَنْ جَادَ مِقْوَلَا

اگر اس نظم میں کوئی عیب ہے تو تُو اس کی باوقار قابلیت کے ساتھ تلافی کر۔ اور اصلاح وہی شخص کرے۔ جو زبان کے لحاظ سے عمدہ ہو۔

خَرْق، عیب، پھٹن۔ فَادَّرِکْ، تلافی کر۔ جَاد، عمدہ ہو۔ مِقْوَلًا، آلۂ قول یعنی عربی زبان و ادب میں مہارت رکھتا ہو۔

۷۹ وَقُلْ صَادِقًا لَوْلَا الْوِئَامُ وَرُوْحُہٗ لَطَاحَ الْاَنَامُ الْکُلُّ فِی الْخُلْفِ وَالْقِلٰی

اور کہہ تو دراں حالیکہ یہ بالکل سچ ہے کہ اگر (دنیا میں) باہمی موافقت اور اس کی روح نہ ہوتی تو تمام انسان اختلاف و دشمنی میں ہلاک ہو جاتے۔

وِئَام، موافقت۔ طَاحَ، ہلاک ہو جاتے۔ اَلْخُلْف، اختلاف۔ اَلْقِلٰی، دشمنی۔

۸۰ وَعِشْ سَالِمًا صَدْرًا وَعَنْ غِیْبَۃٍ فَغِبْ تُحَضَّرْ حِظَارَ الْقُدْسِ اَنْقٰی مُغَسَّلَا

اور زندگی گذار، اس حالت میں کہ تو سینہ کے اعتبار سے سلامتی میں ہو۔ اور غیبت سے دور رہ۔ تو جنت

میں حاضر کیا جائے گا۔ اس حال میں کہ غسل دیا ہوا پاک صاف ہوگا۔
خَظِرُ الْقُدُس، جنت۔ اَنْقیٰ، صاف ستھرا۔

۸۱ وَهٰذَا زَمَانُ الصَّبْرِ مَنْ لَكَ بِالَّتِيْ كَقَبْضٍ عَلٰى جَمْرٍ فَتَنْجُوْ مِنَ الْبَلَا

اور یہ زمانہ بڑے صبر کا ہے۔ ان حالات میں تیرا کون ہوگا؟ کہ مٹھی میں چنگاری کو دبانا ہے تاکہ بلاؤں سے نجات پا سکے۔
(یعنی دین پر چلنا ایسا مشکل ہوگیا جیسے ہاتھ میں چنگاری لینا)
بِالَّتِيْ، یعنی بِالْاَحْوَالِ الَّتِيْ۔ جَمْر، چنگاری۔

حدیث میں ہے:
یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ، اَلصَّابِرُ فِیْهِمْ عَلٰی دِیْنِهٖ کَالْقَابِضِ عَلَی الْجَمْرِ۔ (ترمذی)
لوگوں پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ دین پر قائم رہنے والا مٹھی میں چنگاری پکڑنے والے کی طرح ہوگا۔

۸۲ وَلَوْ اَنَّ عَيْنًا سَاعَدَتْ لَتَوَكَّفَتْ سَحَائِبُهَا بِالدَّمْعِ دِيْمًا وَهُطَّلَا

اگر کوئی آنکھ خوش نصیب ہو تو ضرور اس کے بادل آنسوؤں کے ساتھ جھڑی اور موسلا دھار بن کر برسیں۔
سَاعَدَتْ، خوش نصیب ہو۔ تَوَكَّفَتْ، برسیں۔ سَحَائِب۔ سَحَابَة کی جمع بادل۔ دِيَمًا جمع دِيْمَة، لگاتار برسنے والے۔ جھڑی۔ هُطَّلًا، هَاطِل کی جمع موسلا دھار۔

۸۳ وَلٰكِنَّهَا عَنْ قَسْوَةِ الْقَلْبِ قَحْطُهَا فَيَا ضَيْعَةَ الْاَعْمَارِ تَمْشِيْ سَبَهْلَلَا

لیکن دل کی سختی کے باعث ایسی آنکھ کا قحط ہے۔ ہائے عمروں کی بربادی کہ بیکار گذر رہی ہیں۔
قَسْوَة، سختی۔ سَبَهْلَلٌ، فارغ، بیکار۔

۸۴ بِنَفْسِيْ مَنِ اسْتَهْدٰى اِلَى اللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَانَ لَهُ الْقُرْاٰنُ شِرْبًا وَمَغْسَلَا

میں قربان جاؤں اس شخص کے، کہ جو اللہ وحدہٗ سے ہدایت کا طالب ہو، اور قرآن اس کیلئے مشروب اور پاکیزگی کا سامان ہو۔
اَفْدِيْ بِنَفْسِيْ، میں فدا ہوتا ہوں اپنے نفس کے ساتھ۔

۸۵ وَطَابَتْ عَلَيْهِ اَرْضُهٗ فَتَفَتَّقَتْ بِكُلِّ عَبِيْرٍ حِيْنَ اَصْبَحَ مُخْضَلَا

اس کی زمین اس پر عمدہ ہو اور زعفران کی پوری خوشبو کے ساتھ اس پر پھٹ پڑے۔ جس وقت وہ صبح کے وقت شاداب ہو۔

تَفَتَّقُ، پھٹ پڑنا، زور سے اُگنا۔ عَبِیْرُ، زعفران۔ مُخْضَلًا، شبنم آلود، شاداب۔

۸۶ فَطُوْبٰی لَهٗ وَالشَّوْقُ یَبْعَثُ هَمَّهٗ وَزَنْدُ الْاَسٰی یَهْتَاجُ فِی الْقَلْبِ مُشْعِلًا

خوشگواری ہو اس کے لیے، دراں حال کہ شوق اس کی ہمت کو ابھارتا ہو، اور غموں کی چنگاریاں دل میں بھڑک رہی ہوں شعلہ زن ہو کر۔

فَطُوْبٰی لَهٗ، کلمۂ تبریک ہے۔ زَنْدُ، چنگاری۔ اَلْاَسٰی، غم۔ یَهْتَاجُ، بھڑک رہی ہو۔ مُشْعِلًا، شعلہ زن۔

۸۷ هُوَالْمُجْتَبٰی یَغْدُوْ عَلَی النَّاسِ کُلِّهِمْ قَرِیْبًا غَرِیْبًا مُسْتَمَالًا مُؤَمَّلًا

وہ مقبول عنداللہ ہوتا ہے، لوگوں کے درمیان چلتا پھرتا ہے، ان سے قریب، مگر اجنبی، لوگ اس کی توجہ کے طالب اور وہ لوگوں کے لیے آرزوؤں کا مقام

مُسْتَمَال، میلان چاہا ہوا۔ مُؤَمَّل، آرزوؤں کی اُمیدگاہ۔

یعنی لوگ اس کو دیکھ کر آخرت کو یاد کرتے ہیں اس کی دعاؤں کے طالب ہوتے ہیں، مگر وہ طالبِ دنیا نہ ہونے کے باعث اجنبی سا لگتا ہے۔

۸۸ یَعُدُّ جَمِیْعَ النَّاسِ مَوْلًی لِاَنَّهُمْ عَلٰی مَا قَضَاهُ اللّٰهُ یُجْرُوْنَ اَفْعُلَا

وہ لوگوں کو قدرت کا غلام سمجھتا ہے کیونکہ (اس کی نظر میں) اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کے مطابق ہی تمام لوگ کاروبار چلاتے ہوتے ہیں۔

یُجْرُوْنَ، اِجْرَاء سے چلانا۔ اَفْعُلًا، فعل کی جمع کاروبار۔

یعنی وہ کبھی دنیا داروں کو اہمیت نہیں دیتا، بلکہ اس کی نظر میں قضاؤ قدر کے قلم کی گردش سے تمام دنیا اپنے اپنے فانی مقاصد کے پیچھے دوڑ رہی ہوتی ہے۔

۸۹ یَرٰی نَفْسَهٗ بِالذَّمِّ اَوْلٰی لِاَنَّهَا عَلَی الْمَجْدِ لَمْ تَلْعَقْ مِنَ الصَّبْرِ وَالْاٰلَا

وہ اپنے نفس ہی کو ملامت کے زیادہ قابل سمجھتا ہے، کیونکہ اس کے نفس نے کسی شرف کے حصول میں کوئی

تلخی اور ترشی نہیں چکھی ہوئی ہوتی ہے۔
لَعِقَ، چکھنا، چاٹنا۔ صَبِر، کڑوا گھونٹ۔ اَلْاٰلا، ایک کڑوا، بدمزہ درخت۔

۹۰ وَقَدْ قِيلَ كُنْ كَالْكَلْبِ يُقْصِيهِ اَهْلُهٗ   وَمَا يَأْتَلِيْ فِيْ نُصْحِهِمْ مُتَبَذِّلَا

اور تحقیق یہ بات کہی گئی ہے کہ کتے کے مانند ہو جا۔ جس کا یہ حال ہے کہ اس کا مالک اسے دھتکارتا ہے اور وہ نہیں کوتاہی کرتا۔ ان کی خیر خواہی میں اپنی جان کو کھپاتے ہوئے۔
یُقْصِیْه، اِقْصَاء، دُور کرنا۔ یَأْتَلِیْ، ایتلاء سے بمعنی کوتاہی کرنا۔ نُصْح، خیر خواہی۔ مُتَبَذِّلًا، کوششوں کو کام میں لانے والا۔

۹۱ لَعَلَّ اِلٰهَ الْعَرْشِ يَا اِخْوَتِيْ يَقِيْ   جَمَاعَتَنَا كُلَّ الْمَكَارِهِ هُوَّلَا

شاید معبودِ عرش اے میرے دوستو ہماری جماعت کو محفوظ رکھے تمام ہولناک مکروہات سے۔
یَقِیْ، بچائے۔ مَکَارِہ، مکروہ کی جمع بمعنی مصیبت۔ هُوَّلًا، ہائل کی جمع ہولناک، خوفناک۔

۹۲ وَيَجْعَلُنَا مِمَّنْ يَكُوْنُ كِتَابُهٗ   شَفِيْعًا لَهُمْ اِذْ مَا نَسُوْهُ فَيَمْحَلَا

اور ہمیں ان لوگوں میں ہونے کی توفیق دے کہ جن کے لیے اس کی کتاب سفارشی ہوگی، کیونکہ انہوں نے اس کو بھلایا نہ ہوگا کہ وہ شکایت کرے۔
فَیَمْحَلَا، مَحَل، بابِ فَتَحَ، سے بمعنی شکایت کرنا۔

حدیث میں ہے۔
اَلْقُرْاٰنُ شَافِعٌ مُشَفَّعٌ، وَمَاحِلٌ مُصَدَّقٌ، مَنْ شَفَعَ لَهُ الْقُرْاٰنُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ نَجَا، وَمَنْ مَحَلَ بِهِ الْقُرْاٰنُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كَبَّهُ اللّٰهُ فِي النَّارِ عَلٰى وَجْهِهٖ۔   (اَخْرَجَهٗ اَبُوْعُبَيْدٍ فِيْ فَضَائِلِ الْقُرْاٰنِ)

یعنی قرآن شفاعت کرنے والی کتاب ہے۔ اس کی شفاعت سنی جائے گی۔ وہ کسی کی شکایت کرے گا۔ اور کسی کی تصدیق کرے گا۔ قیامت کے روز وہ جس کی شفاعت کرے گا، وہ نجات پا جائے گا، اور وہ جس کی شکایت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے منہ کے بل دوزخ میں ڈال دے گا۔

۹۳ وَبِاللّٰهِ حَوْلِيْ وَاعْتِصَامِيْ وَقُوَّتِيْ   وَمَا لِيْ اِلَّا سِتْرُهٗ مُتَجَلِّلَا

اللہ ہی کے ساتھ میرا زور اور میری طاقت و قوت ہے۔ اور میرے لیے اس کی پردہ پوشی کے سوا کوئی پردہ نہیں ہے۔

مُتَجَلَّلاً، ڈھانپنے والا، پردہ۔

۹۴ فَيَا رَبِّ اَنْتَ اللّٰهُ حَسْبِيْ وَعُدَّتِيْ عَلَيْكَ اعْتِمَادِيْ ضَارِعًا مُتَوَكِّلًا

پس اے رب تو اللہ ہے میرے لیے کافی اور میرا سہارا۔ مجھے تجھ ہی پر بھروسہ ہے۔ میں نیاز مند ہوں۔ تجھ پر توکل کرنے والا ہوں۔

بَابُ الِاسْتِعَاذَةِ

۱/۹۵ اِذَا مَا اَرَدْتَ الدَّهْرَ تَقْرَأُ فَاسْتَعِذْ جِهَارًا مِنَ الشَّيْطَانِ بِاللّٰهِ مُسْجَلًا

جب بھی تو ارادہ کرے ہمیشہ کہ قرآن پڑھے تو تُو پناہ طلب کر بآوازِ بلند شیطان سے اللہ کی (مطلقاً) ہر حال میں۔

اَرَدْتَ، قَصَدْتَ۔ اَلدَّهْرَ، ظرف زمان۔ جِهَارًا، بآواز بلند یعنی تَعَوُّذًا جِهَارًا۔ مُسْجَلًا، اسم مفعول، اُسْجِلَ، بمعنی اُطْلِقَ۔

مطلب یہ کہ جب تو قرأت قرآن کا ارادہ کرے، کسی وقت بھی اور قراء میں سے کسی بھی قاری کے لیے اور قرآن کے کسی بھی حصے سے تو ابتداءِ تلاوت کرنا چاہے تو بلند آواز میں استعاذہ کر۔

علامہ شاطبی نے اپنے قول اِذَا مَا اَرَدْتَ الخ سے تنبیہ کی ہے کہ فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰن (نحل) کے معنی ارادہ قرأتِ قرآن کے ہیں۔ گویا آیت میں مجاز مرسل ہے۔ مسبب بول کر سبب مراد لیا گیا ہے جیسے اذا قمتم الی الصلوۃ یعنی اذا اردتم القیام الی الصلوۃ۔

۲/۹۶ عَلٰى مَا اَتٰى فِي النَّحْلِ يُسْرًا وَاِنْ تَزِدْ لِرَبِّكَ تَنْزِيْهًا فَلَسْتَ مُجَهَّلًا

ان لفظوں کے ساتھ جو سورۂ نحل میں آئے ہیں کہ وہ مختصر ہونے کی وجہ سے آسان ہیں۔ اور اگر تو اپنے رب کی پاکی کے بیان میں اضافہ کرے تو جہالت کی طرف منسوب نہیں کیا جائے گا۔

یعنی نحل کی آیت کے مطابق استعاذہ کرنا بہتر ہے کیونکہ وہ مختصر اور آسان ہیں یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔
لیکن اگر تعظیم رب کے لیے ان لفظوں پر کچھ اضافہ کرے تو اس اضافہ کی جہالت کی طرف نسبت نہیں کی جاسکتی مثلاً کہا جائے۔
اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ یا اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

۳/۹۷ وَقَدْ ذَكَرُوْا لَفْظَ الرَّسُوْلِ فَلَمْ يَزِدْ وَلَوْ صَحَّ هٰذَا النَّقْلُ لَمْ يُبْقِ مُجْمَلًا

قراء و محدثین کی ایک جماعت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کو ذکر کیا ہے جس میں آپ نے کوئی اضافہ نہیں فرمایا۔ اگر ترکِ زیادتی کی یہ نقل صحیح ثابت ہو جائے تو یہ نقل اس باب میں کسی اجمال کو باقی نہیں رہنے دیتی ہے۔
مطلب یہ ہے کہ کسی صحیح حدیث میں اگر یہ مسئلہ آگیا ہوتا تو کوئی اجمال نہ رہتا، مگر حقیقت یہ ہے کہ حدیث صحیح میں ایسا نہیں، لہٰذا ترجیحاً صرف یہی کہا جاسکتا کہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔ اختصار و تیسیر میں قرآن کے مطابق ہیں اور جواز ان تمام استعاذہ کے الفاظ کو حاصل ہے جن میں بھی استعاذہ مِنَ الشَّیْطٰنِ حاصل ہو جائے۔
بہرحال اس جگہ دو مسئلے ملحوظ رہیں۔ ایک یہ کہ آیت نحل میں فَاسْتَعِذْ۔ جماہیر علماء متقدمین و متأخرین کے نزدیک صیغۂ امر استحبابی ہے۔ دوسرے یہ کہ باتفاق استعاذہ خارج از قرآن ہے۔

۴/۹۸ وَفِيْهِ مَقَالٌ فِي الْأُصُوْلِ فُرُوْعُهٗ فَلَا تَعْدُ مِنْهَا بَاسِقًا وَمُظَلِّلًا

مسئلہ استعاذہ کے باب میں ایک وسیع مقال ہے اصول کی کتابوں میں اس کی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں۔ پس تو ان فروع میں اس فرع سے باہر نہ ہو جو جامع ہو اور مدلل ہو۔
مَقَالٌ، اَیْ کَلَامٌ طَوِیْلُ الذَّیْلِ۔ فَلَا تَعْدُ، اَیْ فَلَا تَتَجَاوَزْ۔ بَاسِقًا، شجرِ طویل۔ مُظَلِّلًا، لمبا چوڑا درخت، گھنے سائے والا۔

مطلب یہ کہ مسئلہ تعوذ میں اقوال و ابحاث ہیں۔ اصول فقہ میں یہ بحث ہے کہ استعاذہ واجب ہے، یا مستحب ہے۔ آیت نحل میں دلالت واضحہ ہے کہ الفاظِ استعاذہ معین قرار دیے جائیں یا مجمل ہے کہ تمام الفاظِ استعاذہ سے آیت پر عمل سمجھا جائے۔

اصولِ حدیث میں ان احادیث و آثار اور اسانید پر بحث ہے جن میں الفاظ استعاذہ وارد ہیں۔
اصولِ قرات کی کتابوں میں استعاذہ کے جہر و سر پر بحث پھیلی ہوئی ہے۔ قرات کی امہات کتب جیسے کتاب الکامل للامام الہذلی، الایضاح للاہوازی اور جامع البیان لابی عمرو الدانی۔ الفاظ متواترہ کی ترجیح پر بات کی گئی ہے۔
ان طویل بحثوں میں شاطبی کا کمال یہ ہے کہ اقوال راجحہ پر اشارات کرتے چلے گئے ہیں۔

۵/۹۹ وَإِخْفَاءُهُ فَصْلُ اَبَاهُ وُعَاتُنَا   وَكَمْ مِنْ فَتًى كَالْمَهْدَوِي فِيهِ اَعْمَلَا

استعاذہ کا آہستہ پڑھنا اس لیے ہے کہ وہ قرآن سے خارج ہے۔ مگر اس اخفا کا ہمارے محقق مشائخ نے انکار کیا ہے۔ اور کتنے ہی مشائخ ہیں جیسے امام ابو العباس احمد بن عمار مہدوی مقری ف ۴۳۰ھ اسی اخفا پر عمل کرتے تھے۔

اس شعر میں اگرچہ بعض شراح نے فَصْل اور اَبَاهُ کے فؔ اور الفؔ کو رمز بنا لیا ہے یعنی امام حمزہ اور نافع استعاذہ آہستہ کرتے تھے۔ مگر صحیح تر یہی ہے کہ رمز نہیں۔ ورنہ کلام میں بے ربطی ہوگی کہ اوپر جِہَارًا فرما کر آئے ہیں جو مطلق تمام قراء کے لیے تھا اور اب استثنا ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ جہر بالتعوذ قراءت کے شعار کا اظہار ہے جیسے جہر بالتلبیہ اور تکبیرات عیدین، نیز جہر کا ایک فائدہ یہ ہے کہ قراءت کا سامع پہلے ہی سے استماع کے لیے تیار ہو جاتا ہے اخفا ہوگا تو کچھ حصہ اس سے فوت ہوگا۔
البتہ صلاۃ اور خارج الصلوٰۃ کا فرق ہے۔ صلوٰۃ میں اخفاء تعوذ مستحب ہے اگرچہ صلوٰۃ جہریہ ہو، کیونکہ مقتدی تکبیر تحریمہ کے بعد اول نماز ہی سے قراءت کی طرف گوش بر آواز ہے لہٰذا قراءت میں سے کوئی شئی بھی فوت ہونے کا اندیشہ نہیں۔

بَابُ الْبَسْمَلَةِ

۱/۱۰۰ وَبَسْمَلَ بَيْنَ السُّورَتَيْنِ بِسُنَّةٍ   رِجَالٌ نَمَوْهَا دِرْيَةً وَتَحَمُّلَا
ب   ر   ن   د

اور بین السورتین بسملہ پڑھی ہے سنت کے مطابق ان رجال نے کہ جنہوں نے اس کو درایۃً و روایۃً نقل کیا ہے۔
دِرْيَةً یعنی عقلاً۔ تحمّلاً یعنی نقلاً۔

یعنی ابتدا بالسورت میں تو سب ہی کے لیے بسملہ پڑھنا ضروری ہے بین السورتین میں اختلاف ہوا ہے۔ قالون، کسائی، عاصم اور مکی کے یہاں بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے۔ درایۃً یہ کہ بسم اللہ لکھی ہوئی ہے اور روایۃً یہ کہ حدیث میں ہے کسی نئی سورت کا نزول جب ہی معلوم ہوتا کہ بسم اللہ نازل ہوتی تھی۔

۲/۱۰۱ وَوَصْلُكَ بَيْنَ السُّورَتَيْنِ فَصَاحَةٌ   وَصِلْ وَاسْكُتَنْ كُلٌّ جَلَايَاهُ حَصَّلَا
ف   ک   ج   ح

اور بین السورتین بغیر بسم اللہ کے نیز اوصل کر کے پڑھنا فصاحت ہے (یعنی امام حمزہ بغیر بسم اللہ کے وصل کر کے پڑھتے ہیں) اور بغیر بسم اللہ کے خواہ وصل کر یا سکتہ کر کہ ہر ایک نے اپنی واضح دلیلوں کو حاصل کیا ہے۔ کُلٌّ جَلَايَاهُ حَصَّلَا میں رمز ہے شامی، ورش اور بصری کے لیے۔
ک ج ح

مطلب یہ کہ شامی، ورش اور بصری کے لیے خلف ہے۔ بسم اللہ بھی جائز ہے جیسا کہ آگے آتا ہے اور بسم اللہ نہ پڑھنا بھی جائز ہے۔ اور نہ پڑھنے میں خواہ امام حمزہ کی طرح وصل کر لیا جائے خواہ سکتہ کر لیا جائے۔

٣/١٠٢ وَلَا نَصَّ كَلَّا حُبَّ وَجْهٌ ذَكَرْتُهُ ۔۔۔ وَفِيهَا خِلَافٌ جِيدُهُ وَاضِحُ الطُّلَا

اور یہ شامی، بصری، ورش کے لیے وصل یا سکتہ کرنے کی ہرگز کوئی نص مروی نہیں ہے بلکہ مشائخ میں پسندیدہ وجہ ہے جو میں نے ذکر کی ہے۔ اور بسم اللہ میں خلف ہے جس کی گردن واضح الأطراف ہے۔

اَلطُّلَا ، طُلْيَة ، کی جمع ہے۔ اطراف و جوانب۔

مطلب یہ ہے کہ شامی، بصری اور ورش کے لیے بسم اللہ پڑھنے اور نہ پڑھنے میں خلف مروی ہے۔ بسم اللہ نہ پڑھنے کی صورت میں کیا ہے وصل یا سکتہ ؟ فرماتے ہیں نہ پڑھی جانے والی صورت میں وصل یا سکتہ مختار بین المشائخ ہے نص ہرگز کوئی مروی نہیں ہے۔ مذکورہ تین شعروں سے متعلق چند باتیں ذہن میں رہیں۔

١۔ یہ اختلاف اس وقت ہے کہ پہلی سورت ختم کرکے بلا تنفس دوسری سورت شروع کرے۔

٢۔ یہ اختلاف اس وقت ہے کہ پہلی سورت کے بعد دوسری سورت ترتیب قرآنی کے مطابق ہے اگر کوئی بالائی سورت پڑھے تو سب کے یہاں بسم اللہ ضروری ہے۔

٣۔ سورت الناس ختم کرکے سورت الفاتحہ شروع کرنا ہو تو باتفاق بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے۔

٤۔ شعر نمبر ٣ میں کوئی رمز نہیں ہے اگرچہ بعض شارحین کی یہ رائے ہے۔

٤/١٠٣ وَسَكْتُهُمُ الْمُخْتَارُ دُونَ تَنَفُّسٍ ۔۔۔ وَبَعْضُهُمْ فِي الْأَرْبَعِ الزُّهْرِ بَسْمَلَا

٥/١٠٤ لَهُمْ دُونَ نَصٍّ وَهْوَ فِيهِنَّ سَاكِتٌ ۔۔۔ لِحَمْزَةَ فَافْهَمْهُ وَلَيْسَ مُخَذَّلَا

شامی، ورش، بصری کا یہ سکتہ بغیر تنفس کے ہے۔

اور بعض مشائخ قراءت نے چار روشن سورتوں پر بسم اللہ پڑھی انہیں شامی، ورش، بصری کے لیے۔ بغیر اس کے کہ ان سے کوئی نص ہو۔ اور یہی بعض مشائخ ان چار سورتوں پر سکتہ کرتے ہیں امام حمزہ کے لیے۔

پس تو اس کو سمجھ لے اور یہ کوئی متروک العمل چیز بھی نہیں"

یعنی پہلے مصرعہ میں ناظم رح نے سکتہ کی تشریح کی ہے یعنی یہ ایک وقفۂ سکوت ہوتا ہے مگر اس میں سانس نہیں لیا جاتا۔ باقی تین مصرعوں میں بعض مشائخ کا عمل بتلایا اور فرمایا کہ اگر اس پر عمل کر لیا جائے تو کوئی حرج نہیں اور وہ یہ کہ

قرآن میں چار سورتیں ہیں کہ ان میں سے دو لفظ وَیْلٌ سے اور دو لَآ اُقْسِمُ سے شروع ہوتی ہیں یعنی سورۂ مطففین و ہمزہ۔ اور قیامہ و بلد ان سورتوں کو بغیر بسم اللہ کے پڑھنا معنوی اعتبار سے معیوب سا لگتا ہے لہٰذا مناسب ہے کہ ورش، بصری، شامی کے لیے بسم اللہ پڑھ لی جائے اور امام حمزہ کے لیے سکتہ کر لیا جائے۔

۶/۱۰۵ وَمَهْمَا تَصِلْهَا اَوْ بَدَأْتَ بَرَآءَةً ۔۔۔ لِتَنْزِيلِهَا بِالسَّيْفِ لَسْتَ مُبَسْمِلَا

اور جب تو سورۂ براءت کو کسی اور سورۃ سے ملائے یا تو تلاوت کی ابتداء ہی براءت سے کرے، تو اس سورت کے تلوار کے ساتھ نازل ہونے کی وجہ سے، تو بسم اللہ پڑھنے والا نہ ہو۔"

مطلب یہ ہے کہ باجماع قراء شروع براءت میں بسم اللہ نہیں پڑھی جائے گی۔ خواہ ابتدائے تلاوت ہو یا درمیان تلاوت، وجہ یہ ہے کہ اس سورۃ میں کفار و مشرکین سے اعلان براءت نازل ہوا ہے۔ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهٗ ۔ بسم اللہ امان کی علامت ہے اور سورت میں کفار سے تبری اور بیزاری فرمائی جا رہی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ اول براءت میں بسم اللہ کیوں نہیں لکھی گئی؟ فرمایا کیونکہ بسم اللہ امان ہے، اور براءت میں امان نہیں کیونکہ یہ سورت سیف کے ساتھ نازل ہوئی، اور امان اور سیف میں کوئی تناسب نہیں۔

۷/۱۰۶ وَلَا بُدَّ مِنْهَا فِي ابْتِدَائِكَ سُورَةً ۔۔۔ سِوَاهَا وَفِي الْاَجْزَاءِ خُيِّرَ مَنْ تَلَا

اور بسم اللہ کا پڑھنا تیرے ابتداء کرتے وقت کسی بھی سورت کو سوائے سورۂ براءت کے ضروری ہے، اور سورتوں کے درمیانی حصوں میں اس شخص کو کہ جو تلاوت کرے اختیار دیا گیا ہے۔"

یعنی جب تلاوت کی ابتدا کسی بھی سورت سے ہو تو براءت کے علاوہ ہر سورت کے شروع میں تمام قراء کے لیے بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے۔

اور سورتوں کے اوساط میں سے ابتدائے تلاوت ہو تو بسم اللہ پڑھنے اور نہ پڑھنے میں تمام قراء کے یہاں اختیار ہے۔ حتیٰ کہ براءت کے اوساط میں بھی۔

۸/۱۰۷ وَمَهْمَا تَصِلْهَا مَعْ اَوَاخِرِ سُورَةٍ ۔۔۔ فَلَا تَقِفَنَّ الدَّهْرَ فِيهَا فَتَثْقُلَا

اور جب بسم اللہ کو اواخر سورت کے ساتھ ملا کر پڑھے تو ہرگز بسم اللہ کے آخر میں وقف نہ کر، کہ تو گرانی کا باعث ہو جائے گا۔

یعنی بین السورتین بسم اللہ پڑھنے کی صورت میں ایسا ہرگز نہ کرو کہ بسم کو آخر سورت کے ساتھ ایک سانس میں جوڑ کر اس پر وقف کرو اور سورت کو دوسرے سانس میں شروع کرو کیونکہ یہ جائز نہیں، وہم ہوتا ہے کہ بسم اللہ آخر سورت سے متعلق ہے حالانکہ بسم اللہ ابتداء سورت کے لیے ہے۔ حاصل یہ کہ وصلِ کل، فصلِ کل اور فصل اول وصل ثانی جائز ہے۔ اور وصل اول فصل ثانی ناجائز ہے۔ اور یاد رہے کہ تمام قراء کے لیے بین الانفال والبرءۃ بغیر بسم اللہ تین وجوہ جائز ہیں ـ وقف، سکتہ، وصل ـ

سُوْرَۃُ اُمِّ الْقُرْاٰنِ

۱/۱۰۸ وَمَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ رَاوِيهِ نَاصِرٌ ۔۔۔ وَعِنْدَ سِرَاطٍ وَالسِّرَاطِ لِ قُنْبُلَا

۲/۱۰۹ بِحَيْثُ اَتٰى وَالصَّادَ زَايًا اَشِمَّهَا ۔۔۔ لَدٰى خَلَفٍ وَاَشْمِمْ لِخَلَّادَ الْاَوَّلَا

اور راوی، ناصر کے مرموزین کے لیے مالک یوم الدین: بالالف ہے، اور سراط اور السراط کو بالسین پڑھتے ہیں تو قنبل کی اتباع کر، جہاں کہیں بھی یہ لفظ آئے۔ اور صاد میں زای کا اشمام کر خلف کے نزدیک، اور خلاد کے لیے صرف پہلے میں اشمام کر۔

یعنی کسائی اور عاصم نے مَالِكِ بالالف پڑھا ہے اور باقین نے مَلِكِ بغیر الف۔

یہ وہ مقام ہے کہ ناظم نے لفظ بول کر قید لانے سے استغناء کیا ہے۔ دیکھو شعر نمبر ۴۷۔

اور یَوْمِ الدِّین بولنے سے ثابت ہوا کہ اختلاف اسی جگہ ہے۔ لفظ مَالِكِ یا مَلِكِ میں اور کہیں اختلاف نہیں۔

آگے فرماتے ہیں کہ قرآن میں جہاں کہیں بھی لفظِ صِرَاطٍ آئے خواہ معرّف باللام ہو یا غیر معرّف۔ قنبل کے لیے اس کو بالسین پڑھا گیا ہے۔ لفظ لِ صیغۂ امر ہے بمعنی اِتَّبِعْ۔ یہاں بالسین کی قید نہیں لگائی استغناء سے کام لیا گیا۔ اور قرینہ یہ ہے کہ رسمِ عثمانی کے خلاف بالسین یہ لفظ لکھا گیا ہے۔

آگے فرماتے ہیں کہ تمام قرآن میں خلف کے لیے صاد میں زای کا اشمام ہوگا۔ اور خلاد کے لیے صرف اس ایک لفظ الصراط میں جو قرآن میں پہلی بار واقع ہے یعنی اھدنا الصراط المستقیم۔ اور باقین کے لیے ہر جگہ صاد خالص پڑھا جائے گا۔

یہاں اشمام کے معنی ہیں خلطُ الزّای بالصّاد یعنی صاد میں زای کی آمیزش۔ اور اس کے عمل کی صورت یہ ہے کہ صاد کی صفتِ ہمس کو زای کی صفتِ جہر سے بدلنا ہے باقی تمام صفات رخاوت، استعلا، اطباق صفیر باقی رہیں گی۔

۳/۱۱۰ عَلَيْهِمْ اِلَيْهِمْ حَمْزَةٌ وَلَدَيْهِمْ … جَمِيْعًا بِضَمِّ الْهَاءِ وَقْفًا وَمَوْصِلاَ

تین کلمات عَلَيْهِمْ، اِلَيْهِمْ، لَدَيْهِمْ کو امام حمزہ نے تمام قرآن میں بضم ہا پڑھا ہے وصل میں بھی اور وقف میں بھی"

مطلب واضح ہے اور اس قدر تعمیم مزید کیجیے کہ خواہ اس میم جمع کے بعد متحرک ہو یا ساکن مثلاً عَلَيْهُمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ - مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهُمْ وَلَا يَجِدُوْنَ لَدَيْهُمْ اِذْ يُلْقُوْنَ - عَلَيْهُمُ الْقَوْلُ، اِلَيْهُمُ اثْنَيْنِ۔

۴/۱۱۱ وَصِلْ ضَمَّ مِيْمِ الْجَمْعِ قَبْلَ مُحَرَّكٍ … دِرَاكًا وَقَالُوْنُ بِتَخْيِيْرِهِ جَلاَ

اور میم جمع جب متحرک سے پہلے واقع ہو تو اس کے ضمہ میں صلہ کرو دِرَاكًا (کی) کے لیے اور قالون کے لیے اس میں خلف ظاہر ہوا ہے۔

یعنی میم جمع جو ھُمْ، تُمْ، کُمْ میں ہوتی ہے جب اس کے بعد والا حرف متحرک ہو تو کی کے لیے ہمیشہ اس کے ضمہ میں واو مدہ ملا کر پڑھو اور قالون کے لیے صلہ اور غیر صلہ دونوں وجہ ہیں۔ اور اگر میم کا مابعد ساکن ہو تو یہ صلہ نہ ہوگا، جیسے عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ۔

نوٹ:۔ جَلاَ کی جیم ورش کے لیے رمز نہیں اسم صریح۔ اور رمز ایک مسئلہ میں جمع نہیں ہوتے۔ دیکھو تشریح شعر نمبر ۶۵۔

۵/۱۱۲ وَمِنْ قَبْلِ هَمْزِ الْقَطْعِ صِلْهَا لِوَرْشِهِمْ … وَاَسْكَنَهَا الْبَاقُوْنَ بَعْدُ لِتَكْمُلاَ

اور ہمزۂ قطعی سے پہلے اس میم جمع میں ورش کے لیے صلہ کرو (جیسے عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ) اور ان مذکورین کے بعد باقین نے میم جمع کو ساکن پڑھا ہے اور ہم نے یہ بات اس لیے کہی ہے تاکہ یہ مسئلہ مکمل ہو جائے؛" یعنی وَاِنَّمَا قُلْنَا هٰذَا لِتَكْمُلَ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةُ۔

۶/۱۱۳ وَمِنْ دُوْنِ وَصْلٍ ضَمُّهَا قَبْلَ سَاكِنٍ … لِكُلٍّ وَبَعْدَ الْهَاءِ كَسْرُ فَتَى الْعَلاَ

۷/۱۱۴ مَعَ الْكَسْرِ قَبْلَ الْهَا اَوِ الْيَاءِ سَاكِنًا … وَفِي الْوَصْلِ كَسْرُ الْهَاءِ بِالضَّمِّ شَمْلَلاَ ش

اور بغیر صلہ کے میم مضموم ہوگی جبکہ وہ ساکن سے پہلے واقع ہو، تمام قراء کے لیے (مثلاً وَاَنتُمُ الْاَعْلَوْنَ) اور یہ میم جمع جو قبل ساکن ہو، اور ہا کے بعد ہو اور ہاء سے پہلے کسرہ یا یاء ساکنہ ہو تو میم جمع مکسور ہوگی فتی العلا بصری کے لیے۔

اور اسی صورت میں حالت وصل میں آ کے کسرہ نے ضمّہ کی طرف سرعت کی ہے شَمْلُلاً کے لیے۔ (حمزہ کسائی کے لیے) ضَمُّہا اور ضُمَّہا دونوں طرح صحیح ہے۔ اوّل مصدر، ثانی صیغۂ امر ہے۔ ضمیر مؤنث کا مرجع، میم جمع ہے۔ شَمْلُلاً بمعنی اَسْرَعَ۔

گذشتہ دو شعروں میں تمام قراء کے لیے میم جمع کا حال بیان کیا گیا تھا جبکہ وہ قبل متحرک ہو۔ اور اب ان شعروں میں اس کا حال بیان کرتے ہیں جب وہ قبل ساکن واقع ہو۔

تو فرمایا کہ میم جمع قبل ساکن کو تمام قراء کے لیے مضموم پڑھو اور پھر فرمایا کہ بصری نے میم کا کسرہ پڑھا ہے۔ بشرطیکہ وہ میم جمع بعد ھا کے واقع ہو اور بشرطیکہ اس ھاء سے پہلے حرف مکسور ہو جیسے فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ، یا یاء ساکنہ ہو جیسے یُوَفِّیْهِمُ اللّٰهُ۔

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ شین کے مرموز حمزہ و کسائی نے ھا اور میم دونوں کو ضمّہ پڑھا ہے۔ وصل کی حالت میں جب کہ ھا حرفِ مکسور یا یاء ساکنہ کے بعد ہو جیسا کہ امثلہ گذریں اور یہ صرف حالت وصل میں ہے۔ لیکن حالتِ وقف میں وہ بھی ہاء کا کسرہ پڑھتے ہیں۔ ع وَقِفْ لِلْکُلِّ بِالْکَسْرِ مُکْمِلاً۔ کا یہی مطلب ہے۔ البتہ اس سے تین کلمات عَلَیْهُمْ، اِلَیْهُمْ، لَدَیْهُمْ۔ جن کا بیان اوپر آچکا ہے۔ امام حمزہ کے لیے مستثنیٰ ہیں کیونکہ ان کو امام حمزہ وقفاً اور وصلاً بضم ھا ہی پڑھتے ہیں۔ لہٰذا یُرِیْهِمُ اللّٰهُ اور یُوَفِّیْهِمُ اللّٰهُ کو وصل میں حمزہ کسائی بضم الہاء والمیم پڑھیں گے۔ اور حالتِ وقف میں دونوں بکسر الہاء وسکون المیم پڑھیں۔ اسی طرح آنے والی مثال بِهِمُ الْاَسْبَابُ۔ کو سمجھنا چاہیئے۔ اور عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ اور اِلَیْهِمُ الْمَلٰئِکَۃ کو وصل میں تو دونوں بضم الہاء والمیم پڑھیں گے۔ مگر وقف میں امام حمزہ بضم الہاء وسکون المیم اور کسائی بکسر الہاء وسکون المیم پڑھیں گے۔

۸/۱۱۵ کَمَا بِهِمُ الْاَسْبَابُ ثُمَّ عَلَیْهِمُ الْ ۔۔۔ قِتَالُ وَقِفْ لِلْکُلِّ بِالْکَسْرِ مُکْمِلاً

جیسے بِهِمُ الْاَسْبَابُ اور عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ اور وقف میں سب کے لیے بکسر الہاء ہی پڑھ اس حال میں کہ تو اس مسئلہ کو مکمل کرنے والا ہے۔ اس شعر کی تشریح اوپر مفصّل آچکی ہے۔

بَابُ الْاِدْغَامِ الْکَبِیْرِ

۱/۱۱۶ وَدُوْنَکَ الْاِدْغَامَ الْکَبِیْرَ وَقُطْبُهٗ ۔۔۔ اَبُوْعَمْرِوِ الْبَصْرِیُّ فِیْهِ تَحَفَّلاَ

اور ادغام کبیر کو حاصل کر اور مدار اس ادغام کے ابو عمرو بصری ہیں انہیں میں یہ ادغام جمع ہوا ہے۔"

اَلْاِدْغَامُ، اِدْخَالُ الشَّیِٔ فِی الشَّیِٔ۔ اور اصطلاح میں اَلنُّطْقُ بِالْحَرْفَیْنِ حَرْفًا وَاحِدًا کَالثَّانِیْ مُشَدَّدًا۔ دو حروف کا تلفظ ایک کرتے ہوئے مثل حرف ثانی کے مشدد پڑھنا۔ ادغام کی دو قسمیں ہیں، صغیر، کبیر، جس وقت مدغم ساکن ہو تو وہ صغیر ہے اور جب مدغم و مدغم فیہ دونوں متحرک ہوں تو وہ ادغام کبیر ہے دونوں کی تین تین قسمیں ہیں۔ مثلین، متجانسین، متقاربین مگر مختصراً دو قسمیں کی گئی ہیں۔ مثلین، متقاربین۔

دُوْنَكَ، اسم فعل بمعنی امر یعنی خُذْ۔ قُطْبُ، مرکز، مدار۔ قطب القوم سَیِّدُهُمْ۔ یعنی ادغام کبیر کا مدار ابو عمرو بصری ہیں انھیں سے یہ لیا گیا۔ انھیں کی طرف اس کی نسبت ہے قراء میں انھیں کے لیے مشہور ہے۔

ادغام کی شرط یہ ہے کہ مدغم اور مدغم فیہ خطاً ملتے ہوں۔ لہٰذا اِنَّهٗ هُوَ میں ادغام ہوگا۔ اور اَنَا نَذِیْرٌ میں نہیں ہوگا۔ نظم سے بظاہر یہ مستنبط ہوتا ہے کہ ادغام پورے عمرو بصری کے لیے ہے۔ لیکن مقروء، معوّل علیہ اور ماخوذ۔ عمل بہ ہے کہ یہ ادغام صرف سوسی کے لیے ہوگا۔ اور دوری بصری کے لیے طریق شاطبی ودانی میں صرف اظہار ہے۔

۲/۱۱۷ فَفِیْ كِلْمَةٍ عَنْهُ مَنَاسِكَكُمْ وَمَا ۔۔۔ سَلَكَكُمْ وَبَاقِی الْبَابِ لَیْسَ مُعَوَّلَا

بس ایک کلمہ میں یہ ادغام کبیر بصری سے صرف مَنَاسِكَكُمْ (بقرہ) اور مَا سَلَكَكُمْ (مدثر) میں ہے، اس باب میں اور کوئی لفظ قابل اعتماد طریق سے ثابت نہیں۔

مطلب یہ کہ ادغام کبیر مثلین فِیْ كِلْمَةٍ کے ذیل میں صرف دو کلموں میں قوی روایت کی رو سے سوسی کے لیے ادغام کبیر ہے باقی کسی کلمہ میں نہیں، چنانچہ بِاَعْیُنِنَا بِشِرْكِكُمْ وغیرہ میں صرف اظہار ہے۔

۳/۱۱۸ وَمَا كَانَ مِنْ مِّثْلَیْنِ فِیْ كِلْمَتَیْهِمَا ۔۔۔ فَلَا بُدَّ مِنْ اِدْغَامِ مَا كَانَ اَوَّلَا

۴/۱۱۹ كَیَعْلَمُ مَا فِیْهِ هُدًی وَطُبِعَ عَلٰی ۔۔۔ قُلُوْبِهِمْ وَالْعَفْوَ وَاْمُرْ تَمَثَّلَا

اور جب دو حرف مثلین دو کلموں میں ہوں تو ضروری ہے اس حرف کا ادغام جو ان میں پہلا ہو۔
جیسے یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ - فِیْهِ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ - طُبِعَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ - خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ -
یہ بیان بطورِ مثال ہے۔

مطلب یہ کہ قیاس کلّی یہ ہے کہ مثلین، متحرکتین جب دو کلموں میں ہوں، یعنی مدغم پہلے کلمے کے آخر میں ہو اور مدغم فیہ دوسرے کلمے کے شروع میں ہو تو ادغام واجب ہے۔ خواہ حرف مدغم کے ماقبل متحرک حرف ہو خواہ

ساکن مدہ ہو اور خواہ ساکن غیر مدہ ہو جیسا کہ ناظم کی مثالوں سے واضح ہے۔

۵/۱۲۰ اِذَا لَمْ يَكُنْ تَا مُخْبِرٍ اَوْ مُخَاطِبٍ ۔۔۔ اَوِ الْمُكْتَسِيْ تَنْوِيْنَهٗ اَوْ مُثَقَّلَا

بشرطیکہ مدغم نہ تلئے متکلم ہو نہ تائے مخاطب، نہ تنوین کا لباس پہننے والا اور نہ مشدّد۔

۶/۱۲۱ كَكُنْتُ تُرَابًا اَنْتَ تُكْرِهُ وَاسِعٌ ۔۔۔ عَلِيْمٌ وَاَيْضًا تَمَّ مِيْقَاتُ مُثِّلَا

جیسے كُنْتُ تُرَابًا، اَنْتَ تُكْرِهُ، وَاسِعٌ عَلِيْمٌ اور تَمَّ مِيْقَاتُ کو بطور مثال بیان کیا گیا ہے۔
لَمْ يَكُنْ میں ضمیر لوٹتی ہے۔ مَا كَانَ اَوَّلًا کی طرف جس سے مراد مُدغم ہے۔ مذکورہ شعروں میں ناظم نے موانع ادغام بیان کیے ہیں ایک یہ کہ مثلین کا پہلا حرف تاء مخبر نہ ہو یعنی تاء، دال علی المتکلم نہ ہو، دوسرے یہ کہ حرف اوّل تاء، دال علی المخاطب نہ ہو، تیسرے یہ کہ مقرون بالتنوین نہ ہو، چوتھے یہ کہ مشدّد نہ ہو۔ ورنہ اظہار واجب ہوگا۔ جیسا کہ مثالیں گذریں۔ آگے چند جزوی بحث کرتے ہیں۔

۷/۱۲۲ وَقَدْ اَظْهَرُوْا فِي الْكَافِ يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ۔۔۔ اِذِ النُّوْنُ تُخْفٰى قَبْلَهَا لِتُجَمَّلَا

اور مشائخ نے فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ (لقمان) کے کاف میں اظہار کیا ہے۔ اس لیے کہ کاف سے پہلے نون میں اخفاء کیا جارہا ہے۔ یہ اظہار اس لیے کیا کہ کلمۂ جمیل معلوم ہو۔"
مطلب یہ کہ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ میں سوسی کے لیے ادغام نہیں کیا گیا کیونکہ نون مخفاۃ ہے کاف میں، اور اخفاء کی وجہ سے نون کا مخرج خیشوم میں منتقل ہوگیا۔ اور نون مخفاۃ کے بعد ادغام والی تشدید باعث ثقالت ہوئی۔ لہٰذا اس ثقالت سے بچنے کے لیے ادغام ناجائز ہے۔

یا اس مسئلہ کی تقریر یوں کی جائے کہ نون مخفاۃ ہے اور اخفاء ادغام سے قریب ہوتا ہے لِاَنَّ الْاِخْفَاءَ حَالَةٌ بَيْنَ الْاِظْهَارِ وَالْاِدْغَامِ تو گویا کاف مدغم فیہ ہے اور گویا مشدّد ہے اور اوپر معلوم ہوچکا ہے کہ مشدّد کا ادغام نہیں ہوتا، لہٰذا اظہار علی الاصل واجب رہا۔

۸/۱۲۳ وَعِنْدَهُمُ الْوَجْهَانِ فِيْ كُلِّ مَوْضِعٍ ۔۔۔ تَسَمّٰى لِاَجْلِ الْحَذْفِ فِيْهِ مُعَلَّلَا

اور مشائخ کے یہاں ہر اس جگہ پر دو وجہیں (اظہار و ادغام) ہوں گی، جہاں بوجہ اس میں حذف ہونے کے معتل نام ہوا ہے۔"

۹/۱۲۴ یَکُ یَبْتَغِ مَجْزُومًا وَّاِنْ یَّكُ كَاذِبًا وَیَخْلُ لَکُمْ عَنْ عَالِمٍ طَیِّبُ الْخَلَا

جیسے یَبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ، اس حال میں کہ مجزوم ہے، اور اِنْ یَّكُ كَاذِبًا اور یَخْلُ لَکُمْ۔ کہ مروی ہے یہ ادغام و اظہار ایک عمدہ گفتگو والے عالم سے۔ مراد سوسی۔

یعنی کبھی مثلین کا التقاء ایسے کلمات میں ہوا ہے کہ حرف علت کے حذف کی وجہ سے اس کو معتل کہا گیا ہے ایسے مواقع میں مشائخ کے یہاں سوسی کے لیے ادغام و اظہار دونوں وجہیں جائز ہیں۔

یاد رہے کہ ایسی صورت قرآن میں صرف تین ہی جگہ پائی گئی ہے۔ (۱) وَمَنْ یَبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ (آل عمران) اصل میں یَبْتَغِیْ تھا۔ جازم کی وجہ سے آخر سے یا حرف علت حذف ہوئی اور دو حرف غین جمع ہوئے قبل دخول جازم اصل پر نظر کرتے ہوئے اظہار اور موجودہ التقاء مثلین پر نظر کرتے ہوئے ادغام جائز ہوا۔ (۲) وَاِنْ یَّكُ كَاذِبًا (غافر) اصل میں یَکُوْنُ تھا جازم داخل ہوا تو نون مجزوم ہوگیا، جزم کی وجہ سے التقاء ساکنین واؤ اور نون میں ہوا، واؤ حذف ہوگئی اور پھر نون بھی تخفیفاً حذف ہوا جیسا کہ لفظ یَکُوْنُ میں یہ عام ہوتا رہتا ہے، اب دو کاف جمع ہوئے۔ (۳) یَخْلُ لَکُمْ (یوسف) اصل میں یَخْلُوْ تھا۔ واؤ جازم کی وجہ سے حذف ہوئی (یعنی فعل کے جوابِ امر ہونے کی وجہ سے) اور مثلین یعنی دو لام جمع ہوگئے۔

اس قاعدے کی قرآن میں یہ تین ہی مثالیں ہیں ناظم نے تینوں کو بیان کیا ہے۔ لہٰذا کَیَبْتَغِ میں کاف استقصائیہ ہے

۱۰/۱۲۵ وَیَا قَوْمِ مَالِیْ ثُمَّ یَا قَوْمِ مَنْ بِلَا خِلَافٍ عَلَی الْاِدْغَامِ لَا شَكَّ اُرْسِلَا

اور یَا قَوْمِ مَالِیْ (غافر) اور یَا قَوْمِ مَنْ یَّنْصُرُنِیْ (ہود) کو بغیر کسی اختلاف کے بے شک ادغام پر پڑھا گیا ہے۔

یعنی یَا قَوْمِ کو یَبْتَغِ جیسے کلمات پر قیاس نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ قَوْمِ مثل یَبْتَغِ نہیں ہے اس کے اصول حرف میں سے کوئی حرف حذف نہیں ہوا ہے اور معتل نہیں ہے اور قَوْمِیْ سے یا کا حذف حرف علت کا حذف نہیں ہے بلکہ یاء متکلم کا حذف ہے جو فصیح لغت ہے لہٰذا یاء محذوفہ گویا معدوم ہے۔

۱۱/۱۲۶ وَاِظْهَارُ قَوْمٍ اٰلَ لُوْطٍ لِکَوْنِهٖ قَلِیْلَ حُرُوْفٍ رَدَّهٗ مَنْ تَنَبَّلَا

اور روایت سوسی کے بعض ناقلین کا اٰلَ لُوْطٍ (حجر، نمل، قمر) میں اظہار کرنا، بوجہ ہونے لفظ آل کے قلیل الحروف، رد کیا ہے، اس دلیل کو اس شخص نے جو بڑا عالم ہوا ہے۔

۱۲/۱۲۷ بِاِدْغَامِ لَكَ كَيْدًا، وَلَوْ حَجَّ مُظْهِرٌ ۔۔۔ بِاِعْلَالِ ثَانِيْهِ اِذَا صَحَّ لَاعْتَلَا

(قلیل الحروف ہونے کی وجہ سے اظہار کو، اُس عالم نے رد کیا ہے۔) لَكَ كَيْدًا (یوسف) کے ادغام کے ساتھ۔ اور اگر یہ اظہار کرنے والا استدلال کرتا لفظ آل کے دوسرے حرف میں تعلیل ہونے کے ساتھ ــــ بشرطیکہ یہ صحیح ہو ــــ تو وہ اپنی دلیل میں جیت جاتا۔

حاصل یہ کہ کچھ لوگوں نے آلَ لُوْطٍ میں اظہار کیا، دلیل یہ بیان کی کہ لفظ آل قلیل الحروف ہے لہٰذا ادغام مناسب نہیں ایک عالم نے ان لوگوں کا رد کیا کہ قلیل الحروف ہونا ادغام کے لیے مانع نہیں اگر مانع ہوتا تو لَكَ كَيْدًا میں ادغام نہ ہوتا حالانکہ لَكَ لفظ آل سے بھی زیادہ قلیل الحروف ہے۔ اور کسی نے بھی لَكَ کے ادغام کو منع نہیں کیا ہے تو معلوم ہوا کہ قلیل الحروف ہونا ادغام کے موانع میں سے نہیں ہے۔

علامہ شاطبی کہتے ہیں اگر وہ یہ دلیل بیان کرتے تو کامیاب رہتے کہ لفظ آل میں پہلے ایک تعلیل ہو چکی ہے۔ اب ادغام نہ ہونا چاہیئے تاکہ توالیِ تغیرات لازم نہ آئے۔ لیکن بعض محقق شارحین نے اس دلیل کو بھی رد کیا ہے، کیونکہ قَالَ لَهُمْ میں باجماع ادغام ہوتا ہے۔ حالانکہ لفظ قَالَ میں تعلیل ہوئی ہے، اسی طرح قلیل الحروف کی دلیل لانے والوں کو بھی سوچنا چاہیئے کہ آلَ لُوْطٍ اور قَالَ لَهُمْ میں کیا فرق ہے؟ آل اگر قلیل الحروف ہے تو قَالَ بھی اسی کے وزن پر ہے حالانکہ کسی نے بھی قَالَ لَهُمْ میں ادغام کا انکار نہیں کیا ہے۔

۱۳/۱۲۸ فَاَبْدَالُهٗ مِنْ هَمْزَةٍ هَاءٌ اَصْلُهَا ۔۔۔ وَقَدْ قَالَ بَعْضُ النَّاسِ مِنْ وَاوٍ اُبْدِلَا

پس آل میں ابدال ہمزہ سے ہے اور ہمزہ کی اصل ھَاء ہے اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ واؤ سے ابدال کیا گیا ہے۔

لفظ آل کی اصل بتلاتے ہیں کہ ایک قول جو سیبویہ کا ہے یہ ہے کہ آل اصل میں اَءْلٌ اور اَءْلٌ اصل میں اَهْلٌ تھا، اور دوسرا قول جو ابوالحسن ابنِ شنبوذ کا ہے یہ ہے کہ آل اصل میں اَوَلٌ تھا۔

۱۴/۱۲۹ وَوَاوُ هُوَ الْمَضْمُوْمِ هَاءً كَهُوْ وَّمَنْ ۔۔۔ فَاَدْغِمْ وَمَنْ يُّظْهِرْ فَبِالْمَدِّ عَلَّلَا

اور هُوَ مضموم الہاء کی واؤ کا (واؤ میں) ادغام کر جیسے هُوَ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ (نحل) اور جس نے اس میں اظہار کیا ہے پس اس نے مد کے ساتھ علت بیان کی ہے۔

یعنی هُوَ مضموم الہاء کی واؤ کا بعد میں آنے والی واؤ میں ادغام ہوگا جیسے هُوَ وَالَّذِيْنَ، هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اظہار ہوگا کیونکہ ادغام کے لیے واؤ ساکن کرنی ہوگی اور ساکن ہونے کے بعد وہ حرف مد ہو جائے گی۔ حالانکہ حرف مد اپنے مثل میں مدغم نہیں ہوتا مثلاً اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا میں کسی کے نزدیک بھی ادغام نہیں آگے اس کا رد کرتے ہیں۔

قولہ اَلْمَضْمُومِ هَاءٌ احتراز ہے ھو ساکن الہاء سے، کیونکہ اس میں باتفاق ادغام ہوگا۔ اور یہ تین جگہ ہے وَهْوَ وَلِيُّهُمْ (انعام) فَهْوَ وَلِيُّهُمُ (نحل) وَهْوَ وَاقِعٌ بِهِمْ (شوری)

۱۵/۱۳۰ وَلَا فَرْقَ يُنْجِي مَنْ عَلَى الْمَدِّ عَوَّلَا ‎ وَيَأْتِيَ يَوْمٌ اَدْغَمُوْهُ وَنَحْوَهُ

حالانکہ تمام مشائخ نے يَأْتِيَ يَوْمٌ اور اس جیسی مثالوں میں (مثلاً نُوْدِيَ يَامُوْسٰى) بلا اختلاف ادغام کیا ہے، اور دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے جو ان کو بچا لے جو کہ مد پر اعتماد کرتے ہوئے کلام کر رہے ہیں؛

یعنی مظہرین کا استدلال غلط ہے يَأْتِيَ يَوْمٌ اور هُوَ وَمَنْ میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جو مدیت پر سہارا لینے والوں کو نجات دے سکے۔

محققین نے فرمایا کہ بے شک حروف مدہ کا اپنے مثل میں ادغام نہیں ہوتا یہ جب ہے کہ حرف مد پہلے سے موجود ہو مثلاً اٰمَنُوْا کی واؤ کا وَعَمِلُوْا کی واؤ میں ادغام نہ ہوگا۔ واؤ کی مدیت پہلے سے قائم ہے، مگر هُوَ وَمَنْ میں واؤ پہلے سے متحرک ہے مدہ نہیں ہے، مدیت ادغام کے عمل سے آئے گی کہ ادغام کی نیت سے واؤ کو ساکن کریں گے پھر ادغام کریں گے تو واؤ کا یہ سکون عارضی ہوگا، لہٰذا فرق ہوگیا، اس فرق سے قطع نظر نہیں کی جاسکتی۔

۱۶/۱۳۱ وَقَبْلَ يَئِسْنَ الْيَاءُ فِي اللَّاءِ عَارِضٌ ‎ سُكُوْنًا اَوَ اَصْلًا فَهْوَ يُظْهِرُ مُسْهِلَا

اور يَئِسْنَ سے پہلے اللَّاءِ میں یا عارضی ہے۔ باعتبار سکون کے یا خود باعتبار اپنی ذات کے۔ اس لیے سوسی اظہار کرتے ہیں آسان راستے کو اختیار کرتے ہوئے۔

ابو عمرو بصری نے اپنے دونوں راویوں دوری اور سوسی کی روایتوں سے، سورۂ طلاق میں وَاللَّائِيْ يَئِسْنَ کو ہمزہ کے بعد یاء کے حذف سے پڑھا ہے پھر ہمزہ میں ان کے لیے دو وجہیں تسہیل بین بین مع المد والقصر، اور ہمزہ کا ابدال یاء ساکنہ سے مع المد الطویل۔

اس ابدال والی شکل پر دو حرف متماثلین فی کلمتین جمع ہوجاتے ہیں۔ پہلا ساکن، دوسرا متحرک، قواعد کی رو سے پہلی یاء کا دوسری یاء میں ادغام (صغیر) ہونا چاہیے (دوری اور سوسی دونوں کے لیے)

لیکن ناظم فرماتے ہیں کہ ادغام نہیں اظہار ہوگا، اور اظہار کی علت یہ بتلائی کہ یاء کا سکون عارضی ہے۔

یا بنفسہا یا، عارضی ہے کیونکہ وہ ہمزہ سے بدلی ہوئی ہے۔ تو ادغام ناجائز ہے۔ بہر حال یہ ناظم کی رائے ہے ورنہ ان کے علاوہ دوسرے اہل ادا نے فرمایا ہے کہ ادغام اور اظہار دونوں جائز ہیں۔ بزی اور ابوعمرو دونوں کے لیے۔

نوٹ: لفظ اَللَّائِی کا اختلاف قرأت، فرش، سورۂ احزاب کے شروع میں دیکھنا چاہیے۔

بَابُ اِدْغَامِ الْحَرْفَیْنِ الْمُتَقَارِبَیْنِ فِیْ کَلِمَۃٍ وَفِیْ کَلِمَتَیْنِ

یاد رہے کہ ناظم نے متقاربین بول کر متجانسین اور متقاربین دونوں قسمیں مراد لی ہیں۔

۱/۱۳۲ وَاِنْ کِلْمَۃٌ حَرْفَانِ فِیْہَا تَقَارَبَا ۔ فَاِدْغَامُہٗ لِلْقَافِ فِی الْکَافِ مُجْتَلٰی

اور جب کسی کلمے میں دو حرف متقاربین جمع ہوں تو سوسی کا ادغام کرنا قاف کا کاف میں دیکھا جاتا ہے۔

۲/۱۳۳ وَھٰذَا اِذَا مَا قَبْلَہٗ مُتَحَرِّکٌ ۔ مُبِیْنٌ وَبَعْدَ الْکَافِ مِیْمٌ تَخَلَّلَا

اور یہ ادغام قاف کا کاف میں فی کلمۃٍ جب ہے کہ قاف کا ماقبل متحرک ہو واضح طور پر اور کاف کے بعد میم جمع خاص طور پر آئی ہو۔

واضح ہو کہ مُبِیْنٌ سے کوئی احترازی قید مراد نہیں، برائے وضاحت لے آئے ہیں۔

۳/۱۳۴ کَیَرْزُقْکُّمْ وَاثَقَکُّمْ وَخَلَقکُّمْ ۔ وَمِیْثَاقَکُمْ اَظْہِرْ وَنَرْزُقُکَ انْجَلَا

چنانچہ ادغام کر یَرْزُقْکُّمْ، وَاثَقَکُّمْ۔ اور خَلَقَکُّمْ میں اور مِیْثَاقَکُمْ میں اظہار کر، اور نَرْزُقُکَ کا بین اظہار ہوا ہے۔

حاصل یہ ہوا کہ ایک کلمہ میں ادغامِ متقاربین صرف قاف کا کاف میں ہے اور اس کی دو شرطیں ہیں۔ ایک یہ کہ قاف کا ماقبل متحرک ہو دوسری یہ کہ قاف کے بعد میم جمع واقع ہو، ورنہ ادغام نہ ہوگا۔

۴/۱۳۵ وَاِدْغَامُ ذِی التَّحْرِیْمِ طَلَّقَکُنَّ قُلْ ۔ اَحَقُّ وَبِالتَّانِیْثِ وَالْجَمْعِ اُثْقِلَا

اور کہہ تو کہ سورۂ تحریم میں لفظ طَلَّقَکُنَّ کا ادغام ہی زیادہ بہتر ہے: اور تانیث اور جمع کی وجہ سے یہ لفظ ثقیل سمجھا گیا تھا۔

یعنی لفظ طَلَّقَکُنَّ میں اگرچہ ادغام کی دوسری شرط میم جمع مفقود ہے اور اسی وجہ سے بعض نے اس میں

اظہار اختیار کیا ہے مگر ادغام اَولیٰ ہے کیونکہ تانیث اور جمع کی وجہ سے اس میں ثقالت ہے اور ادغام سے یہ ثقالت مرتفع ہو جائے گی۔

۵/۱۳۶ وَمَهْمَا يَكُونَا كِلْمَتَيْنِ فَمُدْغِمٌ ٭ اَوَائِلَ كِلْمِ الْبَيْتِ بَعْدُ عَلَى الْوِلَا

اور جب وہ حرفین متقاربین دو کلموں میں ہوں تو سوسی ادغام کرتے ہیں ان حرفوں کا جو اس شعر کے بعد متصلاً اگلے شعر کے کلمات کے اوائل میں ہیں

فَمُدْغِمٌ ای فَالسُّوسِیُّ مُدْغِمٌ۔ بَعْدُ عَلَى الْوِلَا۔ بعد میں متصلاً آنے والا شعر۔

۶/۱۳۷ شِفَا لَمْ تَضِقْ نَفْسًا بِهَا رُمْ دَوَا ضَنٍ ٭ ثَوَىٰ كَانَ ذَا حُسْنٍ سَاىٰ مِنْهُ قَدْ جَلَا

شفا (عورت کا نام) جو اخلاق و مروّت میں تنگدل نہیں، اس سے ایک ایسے بیمار کے لیے دوا کی درخواست کر جس کی بیماری نے جڑیں پکڑی ہیں یہ بیمار پہلے خوبصورت تھا، لیکن بیماری کی وجہ سے اس کا بُرا حال ہو گیا، اور پراگندہ حالی نمایاں طور پر ظاہر ہوئی۔

یعنی جب دو متقاربین دو کلموں میں اس طرح جمع ہوں کہ ان میں ایک آخر کلمہ میں ہو اور دوسرا دوسرے کلمے کے اوّل میں، تو سوسی ان میں سے پہلے کا دوسرے میں ادغام کرتے ہیں جبکہ پہلا حرف ان ۱۶ سولہ حروف میں سے ہو جو اس کے کلمات کے اوائل میں ہیں وہ حروف یہ ہیں۔ شین، لام، تاء، نون، با، راء، دال، ضاد، ثا، کاف، ذال، حا، سین، میم، قاف، جیم۔

۷/۱۳۸ إِذَا لَمْ يُنَوَّنْ اَوْ يَكُنْ تَا مُخَاطِبٍ ٭ وَمَا لَيْسَ مَجْزُومًا وَلَا مُتَثَقِّلَا

(ادغام کی شرط یہ ہے کہ) کہ پہلا حرف نہ منوّن ہو، نہ تائے خطاب، اور نہ مجزوم اور نہ مشدّد۔

لہٰذا اس امتناع کی وجہ سے حسب ذیل قسم کے کلمات میں ادغام نہ ہو گا۔

نَذِيرٌ لَّكُمْ، فَلَبِثْتَ سِنِينَ، لَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ۔ اَشَدَّ ذِكْرًا۔

نوٹ:۔ قرآن مجید میں تاء متکلم اپنے کسی متقارب کے ساتھ واقع نہیں۔ اس لیے اس کا استثنا بھی نہیں کیا گیا۔

۸/۱۳۹ فَزُحْزِحَ عَنِ النَّارِ الَّذِي حَاهُ مُدْغِمٌ ٭ وَفِي الْكَافِ قَافٌ وَهُوَ فِي الْقَافِ اُدْخِلَا

پس زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ (آل عمران) وہ لفظ ہے کہ اس کی حا، عین میں ادغام کی گئی ہے۔ اور قاف میں [illegible]
اور وہ کاف، قاف میں ادغام کیا گیا ہے۔

یعنی سولہ حرفوں کے ادغام کی تفصیل شروع کرتے ہوئے مخارج کی ترتیب پر سب سے پہلے حا کا بیان کرتے ہیں کہ حا کا ادغام عین میں ہوتا ہے۔ مگر صرف ایک جگہ، زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ میں۔

یاد رہے کہ ادغام کے بیان میں جب ناظم خاص طور پر قرآن کے خاص کلمات پر ادغام کا حکم لگائیں تو صرف وہی کلمات مراد ہوتے ہیں۔ لہٰذا لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وغیرہ میں سمجھنا چاہئے کہ ادغام نہ ہوگا۔

آگے فرمایا کہ کاف، قاف میں مدغم ہوتا ہے جیسے لَكَ قُصُوْرًا اور کاف، قاف میں مدغم ہوتا ہے۔ جیسے خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ اور یہ ادغام تمام قرآن میں جاری ہوگا، ادغام کی شرط آگے آرہی ہے۔

9/140 خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ لَكَ قُصُوْرًا وَاظْهِرَا ۝ إِذَا سَكَنَ الْحَرْفُ الَّذِيْ قَبْلُ أَقْبَلَا

جیسے خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ اور لَكَ قُصُوْرًا اور دونوں میں اظہار پڑھا گیا ہے، جب کہ وہ حرف جو ان سے پہلے آرہا ہو، ساکن ہو۔

یعنی مدغم سے پہلے حرف کا متحرک ہونا ضروری ہے ورنہ ادغام نہ ہوگا مثلاً فَوْقَ كُلِّ، تَرَكُوْكَ قَائِمًا۔
نیز واضح رہے کہ کاف کا قاف میں صرف ادغام تام ہوگا۔

10/141 وَفِيْ ذِي الْمَعَارِجِ تَعْرُجُ الْجِيْمُ مُدْغَمٌ ۝ وَمِنْ قَبْلُ أَخْرَجَ شَطْأَهُ قَدْ تَثَقَّلَا

اور ذِي الْمَعَارِجِ تَعْرُجُ (سورہ معارج میں جیم (تاء میں) مدغم ہے اور اس سے پہلے (سورۂ فتح میں) أَخْرَجَ شَطْأَهُ میں ادغام ہوا ہے۔

یعنی حرف جیم کا دو حرفوں میں دو جگہ ادغام ہوا ہے جیم کا تاء میں۔ اور جیم کا شین میں۔ اور یہ ایک ایک ہی مثال قرآن میں واقع ہے۔

11/142 وَعِنْدَ سَبِيْلًا شِيْنُ ذِي الْعَرْشِ مُدْغَمٌ ۝ وَضَادَ الْبَعْضِ شَأْنِهِمْ مُدْغَمًا تَلَا

اور ذِي الْعَرْشِ کا شین سَبِيْلًا کے سین میں (صرف ایک جگہ تمام قرآن میں) مدغم ہوا ہے۔ اور سوسی نے لِبَعْضِ کے ضاد کو شَأْنِهِمْ کے شین میں مدغم پڑھا ہے۔

مطلب یہ کہ شین کا سین میں ادغام ہوا ہے مگر صرف ایک جگہ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ سَبِيْلًا (اسراء) اسی

طرح ضاد کا شین میں ادغام ہوا ہے، مگر صرف ایک جگہ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ۔ (نور)

۱۲/۱۴۳ وَفِي زُوِّجَتْ سِينُ النُّفُوسِ وَمُدْغَمٌ   لَهُ الرَّأْسُ شَيْبًا بِاخْتِلَافٍ تَوَصَّلَا

اور ادغام کیا گیا اَلنُّفُوْسُ کے سین کا زُوِّجَتْ کی زا میں۔ اور لَهُ الرَّأْسُ لفظ شَيْبًا میں مدغم ہے جو کہ خُلْف کے ساتھ ہم تک پہونچا ہے۔

یعنی سین دو حرفوں میں مدغم ہوا ہے، ایک جگہ زا میں وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ (تکویر) اور ایک جگہ شین میں لَهُ الرَّأْسُ شَيْبًا (مریم)۔ مگر مریم والے جزئیہ میں خلف ہے، ادغام، اظہار دونوں ہیں۔

۱۳/۱۴۴ وَلِلدَّالِ كِلْمٌ تُرْبُ سَهْلٍ ذَكَا شَذًا   ضَفَا ثَمَّ زُهْدٌ صِدْقُهُ ظَاهِرٌ جَلَا

ت س ذ ش ض ث ز ص ظ ج

اور دال کے ادغام والے حروف چند کلموں میں ہیں۔ تُرب، سہل، ذکا، شذا، ضفا، ثمّ، زھد، صدق، ظاھر، جلا۔

یعنی دال کا دس حرفوں میں ادغام ہوا ہے، جن کی نشان دہی کلمات کے اوائل حروف میں کی گئی ہے۔

۱۴/۱۴۵ وَلَمْ تُدَّغَمْ مَفْتُوحَةً بَعْدَ سَاكِنٍ   بِحَرْفٍ بِغَيْرِ التَّاءِ فَاعْلَمْهُ وَاعْمَلَا

اور یہ دال نہیں ادغام کی جاتی جب کہ مفتوح بعد الساکن ہو کسی حرف میں بھی سوائے تا کے، پس اس کو جان اور عمل کر۔

یعنی دال کا دس حرفوں میں ادغام ہوا ہے تا، سین، ذال، شین، ضاد، ثا، زای، صاد، ظا، جیم میں مثالیں: الْمَسَاجِدِ تِلْكَ، وَشَهِدَ شَاهِدٌ، مِنْ بَعْدِ ضَرَّاءَ، يُرِيدُ ثَوَابَ، تُرِيدُ زِينَةَ۔ نَفْقِدُ صُوَاعَ، مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ، دَاوُدُ جَالُوتَ، دَارُ الْخُلْدِ جَزَاءً۔

مگر ان حرفوں میں دال کے ادغام کی شرط یہ ہے کہ دال مفتوحہ بعد حرف ساکن نہ ہو، ورنہ ادغام نہ ہوگا جیسے لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ، بَعْدَ ذٰلِكَ، آلَ دَاوُدَ شُكْرًا، بَعْدَ ثُبُوتِهَا، دَاوُدَ زَبُورًا۔

لیکن حرفِ تاء اس حکم سے مستثنیٰ ہے یعنی دال کا تا میں ادغام ہوگا۔ اگر دال مفتوح بعد ساکن ہو اور یہ قرآن میں صرف دو جگہ ہے مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ تَزِيغُ (توبہ) لَبَعْدَ تَوْكِيدِهَا۔ (نحل)

۱۵/۱۴۶ وَفِي عَشْرِهَا وَالطَّاءِ تُدْغَمُ تَاؤُهَا   وَفِي أَحْرُفٍ وَجْهَانِ عَنْهُ تَهَلَّلَا

اور دال کے دسوں حرفوں میں اور طاء میں حرف تاء مدغم ہوتی ہے۔ اور چند کلمات میں سوسی سے دو دو وجہیں (اظہار۔ ادغام) ظاہر ہوئی ہیں۔ تَهَلَّلَا صیغۂ تثنیہ، ضمیر فاعل۔ وجہان کی طرف راجع ہے تھلّل بمعنی انکشف۔ وظہر یعنی شفائہم تضیق الخ کے حرفوں میں سے تا کا ادغام انہیں دس حرفوں میں ہوا ہے جن میں حرف دال کا ادغام ہوا ہے مع ایک زائد حرف طاء کے تو گویا کل گیارہ حرفوں میں مدغم ہوگی۔ لیکن غور کریں تو یہ بات سمجھی جاسکتی ہے کہ تا کا ادغام بھی دس حرفوں میں ہی مراد ہے کیونکہ دال کے مدغم فیہ حرفوں میں سے حرف تاء یہاں مراد نہیں اس کا بیان باب ادغام المتماثلین میں گذر چکا ہے۔

بالترتیب امثلہ:۔ بِالسَّاعَةِ سَعِيرًا۔ وَالذَّارِيَاتِ ذَرْوًا۔ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ۔ وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا۔ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولُ۔ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا۔ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا۔ وَالْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي۔ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ۔ الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ۔

١٦/١٤٧ وَمَعْ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ الزَّكَاةَ قُلْ   وَقُلْ اٰتِ ذَا الْ وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ عَلَا

پس حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ کے ساتھ الزَّكَاةَ کو بھی (ثُمَّ کے ساتھ) کہہ تو۔ اور کہہ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى اور وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ بھی مشہور لفظ ہے۔

١٧/١٤٨ وَفِي جِئْتِ شَيْئًا أَظْهَرُوا لِخِطَابِهِ   وَنُقْصَانِهِ وَالْكَسْرُ الِادْغَامَ سَهَّلَا

اور جِئْتِ شَيْئًا میں مشائخ نے اظہار کیا ہے۔ صیغۂ خطاب کی وجہ سے، اور کسرہ نے ادغام کو سہل کردیا ہے۔
مطلب یہ کہ وہ کلمات جن میں سوسی کی دو دو وجہ ظاہر ہوئی ہیں حسب ذیل ہیں
(۱) وَآتُوا الزَّكَاةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ (بقرہ) (۲) حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا (جمعہ) (۳) وَآتِ ذَا الْقُرْبٰى (اسراء) فَآتِ ذَا الْقُرْبٰى (روم) (۴) وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرٰى (نساء) (۵) جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا (مریم)

١٨/١٤٩ وَفِي خَمْسَةٍ وَهْيَ الْأَوَائِلُ ثَاؤُهَا   وَفِي الصَّادِ ثُمَّ السِّينِ ذَالٌ تَدَخَّلَا

حرف ثا کا پانچ حرفوں میں ادغام کیا گیا ہے اور پانچ وہ جو پہلے ہیں (تُرْبٍ، سَهْلٍ، ذَكَا، شَذًا، ضَفَا) اور صاد میں اور سین میں ذال مدغم ہوا ہے۔

مثالیں:۔ حَيْثُ تُؤْمَرُونَ۔ وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ۔ الْحَدِيثِ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ۔ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ۔ حَيْثُ شِئْتُمَا۔ حَدِيثُ ضَيْفِ۔

اس کے بعد حرف ذال کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کا دو حرفوں صاد اور سین میں ادغام ہوتا ہے۔ جیسے
فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ - مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً۔

۱۹/۱۵۰ وَفِي اللَّامِ رَاءٌ وَهِيَ فِي الرَّا وَأُظْهِرَا إِذَا انْفَتَحَا بَعْدَ الْمُسَكَّنِ مُنْزِلَا

اور لام میں راء مدغم ہوتی ہے اور لام راء میں، (جیسے سَيُغْفَرُ لَنَا اور قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ) اور یہ دونوں حرف اظہار سے پڑھے گئے ہیں جب مفتوح ہوں اور حرف ساکن کے بعد واقع ہوں۔"
یعنی اگر مفتوح بعد ساکن واقع ہوں تو ادغام نہ ہوگا جیسے وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ۔ فَعَصَوْا رَسُولَ رَبِّهِمْ
اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر مفتوح بعد المتحرک ہوں تو ادغام ہوگا جیسے وَسَخَّرَ لَكُمْ یا مفتوح نہ ہوں بلکہ مضموم یا مکسور بعد ساکن ہوں تو بھی ادغام ہوگا۔ مثلاً فَيَقُولُ رَبِّي مِنْ فَضْلِ رَبِّي، إِلَيْكَ الْمَصِيرُ لَا يُكَلِّفُ۔ بِالذِّكْرِ لَمَّا وغیرہ۔

۲۰/۱۵۱ سِوَى قَالَ ثُمَّ النُّونُ تُدْغَمُ فِيهِمَا عَلَى إِثْرِ تَحْرِيكٍ سِوَى نَحْنُ مُسْجَلَا

سوائے قَالَ کے (یعنی قَالَ کا لام باوجود مفتوح بعد الساکن ہونے کے را میں مدغم ہوگا جیسے قَالَ رَبِّ۔ قَالَ رَجُلَانِ۔)
اس کے بعد نون ہے جس کا ادغام ان دونوں حرفوں لام راء میں ہوتا ہے، اس وقت کہ نون بعد حرف متحرک کے واقع ہو (جیسے وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكَ۔ لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ۔ اور اگر بعد ساکن کے واقع ہو تو ادغام نہ ہوگا۔ جیسے يَخَافُونَ رَبَّهُمْ۔ يَكُونُ لَهُ۔ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ) سوائے نَحْنُ کے مطلقاً۔"
یعنی نَحْنُ کا نون اس اصول سے مستثنیٰ ہے۔ کہ یہ نون باوجودیکہ بعد ساکن واقع ہے مگر لام میں مدغم ہوگا۔ مثلاً وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ۔

نوٹ:۔ یاد رہے کہ نَحْنُ کے نون کے بعد قرآن میں لام دس جگہ واقع ہے لیکن را کہیں بھی واقع نہیں ہے۔

۲۱/۱۵۲ وَتُسْكَنُ عَنْهُ الْمِيمُ مِنْ قَبْلِ بَائِهَا عَلَى إِثْرِ تَحْرِيكٍ فَتَخْفَى تَنَزُّلَا

اور ساکن کیا جائے گا میم کو سوسی سے، جب کہ وہ باء سے پہلے واقع ہو، دراں حالیکہ وہ میم بعد متحرک کے ہو۔ اور میم مخفاۃ ہو جائے گی ایسے موقع پر۔"
جیسے أَعْلَمُ بِالشَّاكِرِينَ - عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔ لیکن اگر میم کا ماقبل ساکن ہوگا تو اظہار ہوگا۔ جیسے
إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ۔ الْيَوْمَ بِجَالُوتَ۔ وغیرہ۔

۲۲/۱۵۳ وَفِیْ مَنْ یَّشَاءُ بَا یُعَذِّبُ حَیْثُ مَا   اَتیٰ مُدْغَمٌ فَادْرِ الْاُصُوْلَ لِتَأْصُلَا

اور مَنْ یَّشَاءُ میں یُعَذِّبُ کی با جہاں کہیں بھی یہ آئے مدغم ہے۔ پس ان اصولوں کو جان لے تاکہ تو قواعد میں اصل اور مرجع بن جائے "

یعنی جہاں کہیں بھی یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَاءُ آئے با کا میم میں ادغام ہوگا۔

اور یہ قرآن میں پانچ جگہ ہے آل عمران میں، ایک جگہ۔ مائدہ میں دو جگہ۔ فتحا میں ایک جگہ اور عنکبوت میں ایک جگہ۔ بقرہ کے آخری رکوع والا موقعہ ہم نے شمار نہیں کیا کیونکہ اس کو سوسی نے یُعَذِّبْ بسکونِ با پڑھا ہے۔ ادغام تو وہاں بھی ہوگا مگر وہ ادغام صغیر ہوگا اور یہاں گفتگو ادغام کبیر میں ہو رہی ہے۔

یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَاءُ کی تخصیص سے معلوم ہوگیا کہ اور کسی جگہ با کا میم میں ادغام نہ ہوگا۔ مثلاً ضُرِبَ مَثَلًا سَنَکْتُبُ مَا قَالُوْا۔

آگے چند ایسے مسائل پر کلام ہے جن کا تعلق دونوں بابوں سے ہے یعنی مثلین یا متقاربین کی تخصیص مقصود نہیں۔

۲۳/۱۵۴ وَلَا یَمْنَعُ الْاِدْغَامُ اِذْ هُوَ عَارِضٌ   اِمَالَةَ کَالْاَبْرَارِ وَالنَّارِ اُثْقِلَا

اور ادغام مانع نہیں ہوتا ہے اَلْاَبْرَار اور اَلنَّار جیسے کلمات کے امالہ کو ادغام کے بعد مشدد ہونے کے باوجود اس لیے کہ ادغام عارضی چیز ہے۔"

یعنی ادغام امالہ کو مانع نہیں کیونکہ ادغام عارضی ہوتا ہے مطلب یہ کہ کہیں الف میں امالہ راء متطرفہ مکسورہ کی وجہ سے ہو رہا ہے اور وہ را مابعد میں مدغم ہونے کی وجہ سے مشدد ہو جائے اور کسرہ باقی نہ رہے تو الف کے امالہ میں اس ادغام کی وجہ سے کوئی فرق نہ ہوگا۔ امالہ بدستور باقی رہے گا مثلاً اَلْاَبْرَارِ لَفِیْ عِلِّیِّیْنَ، ایسے ہی وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ رَبَّنَا۔ النَّھَارِ لَاٰیٰتٍ۔

۲۴/۱۵۵ وَاَشْمِمْ وَرُمْ فِیْ غَیْرِ بَاءٍ وَمِیْمِهَا   مَعَ الْبَاءِ اَوْ مِیْمٍ وَکُنْ مُتَاَمِّلَا

اور اشمام و روم کر لے تو باء اور میم کے علاوہ میں جب کہ وہ با اور میم کے ساتھ مدغم ہو اور غور کرنے والا ہو۔"

یعنی علاوہ ان صورتوں کے، کہ جن میں با اور میم کا ادغام باء اور میم میں ہوا ہو دوسرے تمام حرف کے ادغام کبیر میں مدغم پر اشمام و روم بھی کر سکتے ہو گویا جب مدغم مضموم ہو تو اس پر ادغام کے ساتھ اسکان، روم اور اشمام تینوں ہو سکتے ہیں اور اگر مکسور ہو تو ادغام، اسکان و روم کے ساتھ ہو سکتا ہے لیکن با اور میم اس سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ با

اور میم میں ادغام و تشدید کی وجہ سے اطباقِ شفتین کامل ہو گا۔ تو روم و اشمام نہیں ہو سکے گا۔ یہ کل چار صورتیں ہوتی ہیں۔(۱) ادغام باء کا باء میں جیسے نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا۔ (۲) با کا میم میں جیسے يُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ (۳) میم کا میم میں جیسے يَعْلَمُ مَا۔ (۴) میم کا باء میں اخفاء جیسے أَعْلَمُ بِكُمْ۔

نوٹ :- ادغام مثل وقف کے ہے جس طرح وقف میں امالہ باقی رہے گا اسی طرح ادغام میں بھی، اور جس طرح وقف اسکان و اشمام اور روم کے ساتھ ہوتا ہے، ادغام کے ساتھ بھی یہ تینوں صورتیں ہیں اور جس طرح وقف میں موقوف علیہ سے پہلے حرفِ مد یا حرفِ لین میں طول توسط اور قصر تینوں جائز ہیں۔ ادغام میں بھی تینوں جائز ہیں اور جس طرح وقف بالروم میں قصر ہوتا ہے یہاں بھی ادغام مع الروم میں صرف قصر ہو گا۔

دوسری بات یہ یاد رکھنی چاہیے کہ ادغامِ خالص، اسکان و اشمام ہی کے ساتھ ہوتا ہے، روم کے ساتھ ادغامِ خالص نہیں بلکہ ایک طرح کا اختلاس ہوتا ہے۔

$\frac{۲۵}{۱۵۶}$ وَإِدْغَامُ حَرْفٍ قَبْلَهُ صَحَّ سَاكِنٌ ... عَسِيرٌ وَبِالْإِخْفَاءِ طَبَّقَ مَفْصِلَا

$\frac{۲۶}{۱۵۷}$ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ ثُمَّ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ ... وَفِي الْمَهْدِ ثُمَّ الْخُلْدِ وَالْعِلْمِ فَاشْمُلَا

اور ایسے حرف کا ادغام کہ جس کا ماقبل صحیح ساکن ہو، دشوار ہے، اور قاری نے اختلاس کے ساتھ جوڑ پر نشانہ مارا ہے۔

جیسے خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ اور مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ اور فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا اور دَارُ الْخُلْدِ جَزَاءً اور الْعِلْمِ مَالَكَ۔ اور دیگر امثلہ کے بیان میں شامل ہوئے۔

مطلب یہ کہ مدغم کا ماقبل اگر حرفِ صحیح ساکن ہو تو اس میں اہلِ ادا کے دو مذہب ہیں (۱) متقدمین کا مذہب، اور وہ یہ کہ ادغام محض ہو گا۔(۲) متأخرین کا مذہب، اور وہ یہ کہ ادغامِ محض مشکل ہے کیونکہ جمع بین الساکنین لازم آتا ہے لہٰذا اخفاء و اختلاس ہے جس کو روم سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ناظم نے متأخرین کے مذہب کو سامنے رکھتے ہوئے فرمایا وبالاخفاء طبّق مفصلا۔ یعنی جب قاری اختلاس کرے گا تو جمع بین الساکنین سے بچ جائے گا۔

لیکن ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ زمخشری وغیرہ کا اس جگہ اعتراض بے معنی ہے۔ کیونکہ ادغام مثل وقف کے ہوتا ہے۔ جس طرح وقف میں اجتماع ساکنین مطلقاً صحیح ہے، ادغام میں بھی صحیح ہے وہاں بھی سکون عارضی ہے اور یہاں بھی۔

بَابُ هَآءِ الْكِنَايَةِ

ہائے ضمیر کا بیان

۱/۱۵۸ وَلَمْ يَصِلُوْا هَا مُضْمَرٍ قَبْلَ سَاكِنٍ وَمَا قَبْلَهُ التَّحْرِيْكُ لِلْكُلِّ وُصِّلَا

اور ان قراء میں سے کسی نے بھی اس ہائے ضمیر میں صلہ نہیں کیا جس وقت کہ وہ حرف ساکن سے پہلے واقع ہو رہی ہو۔
اور وہ ضمیر کہ اس کا ماقبل متحرک ہو، اس میں سب ہی کے لیے صلہ کیا گیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ہائے ضمیر کی ماقبل ومابعد کے اعتبار سے عقلاً و وقوعاً چار صورتیں بنتی ہیں جن میں سے تین کا حال اس شعر میں بیان ہوا ہے اور یہ تینوں حالتیں غیر مختلف فیہ ہیں، وہ تینوں صورتیں حسبِ ذیل ہیں۔

۱۔ ہاءِ ضمیر ماقبل متحرک، مابعد ساکن۔ جیسے عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ۔ لَهُ الْمُلْكُ۔

۲۔ ہاءِ ضمیر ماقبل ساکن، مابعد بھی ساکن جیسے فِيْهِ الْقُرْاٰنُ۔ اٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ۔

پہلے مصرعہ میں یہ دونوں حالتیں بیان ہوئی ہیں اور باجماع کسی کے لیے بھی صلہ نہیں ہے۔

۳۔ ہاءِ ضمیر ماقبل متحرک جیسے اِنَّهٗ هُوَ۔ لَهٗ صَاحِبَةٌ۔ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ۔

یہ ضمیر دوسرے مصرعہ میں بیان ہوئی اور باجماع سب کے لیے اس میں صلہ ہوگا۔

۲/۱۵۹ وَمَا قَبْلَهُ التَّسْكِيْنُ لِابْنِ كَثِيْرِهِمْ وَفِيْهِ مُهَانًا مَعْهُ حَفْصٌ اَخُوْ وِلَا

اور وہ ضمیر کہ جس کا ماقبل ساکن ہو (اور مابعد متحرک ہو) اس میں ابن کثیر کے لیے صلہ کیا گیا ہے اور فِيْهٖ مُهَانًا (فرقان) میں ابن کثیر کے ساتھ حفص بھی موافقت والے ہیں۔

یعنی جس وقت ہاءِ ضمیر کا قبل ساکن ہو اور مابعد متحرک ہو تو کلّی طور پر تمام قرآن میں مکّی صاحب صلہ کریں گے۔ اور فِيْهٖ مُهَانًا میں صرف ایک جگہ حفص نے بھی مکّی صاحب کی طرح صلہ ہی کیا ہے۔ اور فِيْهِ هُدًى اور اِجْتَبٰهُ وَهَدٰهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ وغیرہ میں صرف مکّی صلہ کرتے ہیں۔

چار صورتوں میں سے بس یہی ایک صورت اختلافی ہے پہلے شعر میں جن تین ضمیروں کا حال بیان ہوا وہ اجماعی تھا حاصل یہ ہوا کہ جب ہا کا ماقبل ساکن اور مابعد متحرک ہو تو اصولی طور پر مکّی صلہ کریں گے اور باقین قصر کریں گے۔ قراء کا ضابطہ قیاسی یہی ہے، لیکن کچھ ضمائر میں قراء اپنے اصول کے خلاف پڑھتے ہیں آنے والے اشعار میں انھیں جزئیات کی تفصیل ہے۔

صلہ سے مراد یہ ہے کہ ضمہ کو دراز کیا جائے تاکہ واو ساکنہ مدہ پیدا ہو جائے اور بعد کسرہ یا یاء ساکنہ ہا کے کسرہ

کو دراز کیا جائے کہ یاء، مدیہ پیدا ہو جائے۔ مد، صلہ اور اشباع یہ سب الفاظ ہم معنی ہیں۔ یاد رہے کہ صلہ باجماع وصل میں ہوتا ہے، وقف میں باتفاق حذف ہوتا ہے۔

۳/۱۶۰ وَسَكِّنْ يُؤَدِّهْ مع نُوَلِّهْ وَنُصْلِهْ وَنُؤْتِهْ مِنْهَا فَاعْتَبِرْ صَافِيًا حَلَا

اور ساکن پڑھ یُؤَدِّهٖ کی ضمیر کو، ساتھ ہی نُوَلِّہٖ اور نُصْلِہٖ اور نُؤْتِہٖ مِنْھَا کی ضمیروں کو فَاعْتَبِرْ، صَافِیًا، حَلَا کے مرموزین حمزہ، شعبہ اور بصری کے لیے۔

واضح رہے کہ لفظ یُؤَدِّہٖ آل عمران میں ایک ہی آیت میں دو جگہ واقع ہے۔ اور نُوَلِّہٖ وَنُصْلِہٖ جَھَنَّمَ ایک آیت میں سورۂ نساء میں ہیں اور نُؤْتِہٖ تین جگہ ہے، دو جگہ آل عمران میں وَمَنْ یُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْیَا نُؤْتِہٖ مِنْھَا۔ الآیۃ ہیں۔ اور ایک جگہ شوریٰ میں وَمَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الدُّنْیَا نُؤْتِہٖ مِنْھَا۔

۴/۱۶۱ وَعَنْهُمْ وَعَنْ حَفْصٍ فَأَلْقِهْ وَيَتَّقِهْ حِمًى صَفْوُهُ قَوْمٌ بِخُلْفٍ وَأَنْهَلَا

اور انھیں مذکورین (حمزہ، شعبہ، بصری) اور حفص سے فَأَلْقِہٖ کی ھاء کو ساکن پڑھ تو۔ اور یَتَّقِہٖ کی ھاء ضمیر کو حِمًی، صَفْوُہٗ، قَوْمٌ، بِخُلْفٍ نے ساکن پڑھا ہے۔ اور خوب سیرابی حاصل کی ہے۔

۵/۱۶۲ وَقُلْ بِسُكُونِ الْقَافِ وَالْقَصْرِ حَفْصُهُمْ وَيَأْتِهْ لَدَى طٰهٰ بِالْإِسْكَانِ يُجْتَلَى

اور کہہ تو کہ یَتَّقْہٖ کو قاف کے سکون اور ہاء ضمیر کے قصر کے ساتھ حفص نے پڑھا ہے۔ اور یَاْتِہٖ جو طٰہٰ میں ہے وہ ہائے ضمیر کے اسکان کے ساتھ ہے۔ یُجْتَلٰی (سوسی) کے لیے۔

۶/۱۶۳ وَفِي الْكُلِّ قَصْرُ الْهَاءِ بَانَ لِسَانُهُ بِخُلْفٍ وَفِي طٰهٰ بِوَجْهَيْنِ بُجِّلَا

اور ان تمام مذکورہ ہاءات میں قصر ہے بَانَ لِسَانُہٗ کے لیے بالخلف (یعنی قالون کے لیے بلا خلف اور ہشام کے لیے بالخلف) اور سورۂ طٰہٰ والے لفظ یَاْتِہٖ میں بُجِّلَا (قالون) کے لیے دو وجہیں ہیں۔

شعر نمبر ۴ سے تشریح اس طرح ہے کہ شعبہ، حمزہ، ابوعمرو اور حفص نے فَاَلْقِہْ اِلَیْھِمْ (نمل) کی ھاء کو ساکن پڑھا ہے۔ پھر فرمایا کہ وَیَتَّقْہِ (نور) کو ابوعمرو و شعبہ نے بلا خلف اور خلاد نے بالخلف اسکان ھاء کے ساتھ پڑھا ہے اور پھر فرمایا کہ حفص نے یَتَّقْہِ کو بسکون قاف اور بقصر الہاء پڑھا ہے گویا باقین کی قراءت میں قاف مکسور ہے۔ قاف کا سکون صرف حفص کے لیے ہے۔ واضح ہو کہ قاف کا کسرہ باقین کے لیے تلفظ ناظم سے سمجھا جا رہا ہے۔ پھر فرمایا کہ کلمۂ یَاْتِہٖ مُؤْمِنًا

(ظہٗ) کی ھاء ضمیر کو سوسی نے ساکن پڑھا ہے۔ اور اخیر میں خبر دی کہ ان تمام کلماتِ سابقہ میں (جو کہ سات ہوتے ہیں) قالون کیلئے بلاخلف اور ہشام کے لیے بالخلف ھاء کا قصر ہے اور یَاْتِہٖ (طٰہٰ) میں قالون کے لیے دو وجہیں قصر اور صلہ ہیں یعنی قالون کے لیے پہلے چھ کلمات میں تو صرف قصر ہی ہے۔ اور ان کے لیے ساتویں کلمہ یَاْتِہٖ میں قصر و اشباع دو وجہ ہیں۔ اور ہشام کے لیے قصر و اشباع ساتوں میں ہے۔ خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ نُوَلِّہٖ، یُؤَدِّہٖ، نُصْلِہٖ، نُؤْتِہٖ کو حمزہ، شعبہ، بصری نے اسکان ھاء سے پڑھا ہے، قالون کے لیے بلاخلف قصر ہے۔ ہشام کے لیے قصر و اشباع دو وجہ ہیں۔ اور باقین (ورش، مکی، ابن ذکوان، حفص، کسائی) بالاشباع پڑھتے ہیں۔ لہٰذا قراءتیں تین ہوئیں۔ اسکانِ ھا، قصر، مد۔ اَلْقِہْ اِلَیْھِمْ، اس میں بھی مذاہب وہی ہیں جو اوپر بیان ہوئے صرف اتنا فرق ہے کہ حفص اس کو مثل شعبہ کے ساکن الہا پڑھتے ہیں یعنی بصری، عاصم، حمزہ کے لیے سکونِ ھا، قالون کے لیے قصر، ہشام کے لیے قصر و اشباع اور ورش، مکی، ابنِ ذکوان، کسائی کے لیے اشباع۔

یَتَّقْہِ حفص نے اس کو بسکون القاف پڑھا اور باقین نے بکسر القاف۔ یہ تو قاف میں اختلاف ہوا۔ ھاء ضمیر میں یہ کہ حفص کے لیے کسرۂ مقصورہ قالون کے لیے کسرۂ قاف و قصر، بصری و شعبہ کے لیے بکسر القاف و سکونِ ھاء، ہشام کے لیے دو وجہیں بکسرِ قاف ھاء میں قصر و اشباع، خلاد کے لیے دو وجہیں بکسرِ قاف و سکونِ ھا۔ بکسر القاف و اشباع، اور باقین (ورش، مکی، ابن ذکوان، خلف اور کسائی) کے لیے کسرِ قاف و اشباعِ ھاء۔ یَاْتِہٖ۔ سوسی کے لیے اسکانِ ھاء قالون و ہشام دونوں کے لیے دو دو وجہ کسرۂ مقصورہ اور کسرۂ موصولہ۔ اور باقین (ورش، مکی، دوری البصری، ابنِ ذکوان، عاصم، حمزہ اور کسائی) کے لیے کسرۂ موصولہ۔

نوٹ:۔ ناظم کے بیان سے محققین نے اختلاف کرتے ہوئے یہ بات کہی ہے کہ طریقِ ناظم کے مطابق ہشام کے لیے یَاْتِہٖ میں صرف ایک وجہ اشباع پڑھنی چاہیئے قصر نہیں۔

۷/۱۶۴ وَاِسْكَانُ يَرْضَهُ يُمْنُهُ لُبْسُ طَيِّبٍ ۔۔۔ بِخُلْفِهِمَا وَالْقَصْرُ فَاذْكُرْهُ نَوْفَلَا
لَهُ الرَّحْبُ ۔۔۔۔۔۔۔

اور یَرْضَہُ میں اسکانِ ھاء یُمن کے لیے بلاخلف اور لُبْسُ طَیِّبٍ کے لیے بالخلاف ہے۔ اور قصر فَاذْکُرْہُ، نَوْفَل، لَہُ اور الرَّحْبُ کے لیے ہے"۔

یعنی وَاِنْ تَشْکُرُوْا یَرْضَہُ لَکُمْ زمر میں ھاء ضمیر سوسی کے لیے بلاخلف اور بصری و ہشام کے لیے بالخلاف ساکن ہے اور حمزہ، عاصم، ہشام (دوسری وجہ میں) اور نافع کے لیے قصر ہے، اور باقین کے لیے ضمہ موصولہ ہے۔ اور دوری، بصری کی دوسری وجہ بھی یہی ہے۔

۸/۱۶۵ ۔۔۔ وَالزِّلْزَالُ خَيْرًا يَرَهْ بِهَا ۔۔۔ وَشَرًّا يَرَهْ حَرْفَيْهِ سَكِّنْ لِيَسْهُلَا

اور سورۂ زلزال میں خَيْرًا يَّرَهٗ اور شَرًّا يَّرَهٗ کے دونوں کلموں (کی ھاء ضمیر) کو ساکن پڑھ لِيَسْهُلَا کے مرموز ہشام کے لیے۔

یعنی ہشام کے لیے يَرَهْ کے دونوں کلموں میں ھاء وصلاً وقفاً ساکن ہے اور باقین نے وصلاً ضمۂ موصولہ اور وقفاً بسکون ھاء پڑھا ہے۔ الزلزال کی قید سے لَمْ يَرَهٗ اَحَدٌ سورۂ بلد والا کلمہ نکل گیا، جس میں تمام قراء کے لیے فقط ضمۂ موصولہ ہے۔

۹/۱۶۶ وَعَى نَفَرٌ اَرْجِئْهُ بِالْهَمْزِ سَاكِنًا ۔۔۔ وَفِي الْهَاءِ ضَمٌّ لَفَّ دَعْوَاهُ حَرْمَلَا

محفوظ کیا نفر نے اَرْجِئْهُ کو ہمزہ ساکنہ کے ساتھ اور ھاء پر ضمہ ہے۔ لَفَّ، دَعْوَاهُ، حَرْمَلَ کے مرموزین کے لیے۔

۱۰/۱۶۷ وَاَسْكِنْ نَصِيرًا فَازَ وَاكْسِرْ لِغَيْرِهِمْ ۔۔۔ وَصِلْهَا جَوَادًا دُوْنَ رَيْبٍ لِتُوْصَلَا

اور تو نَصِيْرًا فَازَ کے لیے ھاء ضمیر کو ساکن پڑھ۔ اور اس ضمیر کو مکسور پڑھ باقین (نافع، ابن ذکوان، کسائی) کے لیے اور صلہ کر جَوَادًا دُوْنَ رَيْبٍ لِتُوْصَلَا کے لیے۔

مطلب یہ کہ اَرْجِهْ اعراف و شعراء میں نفر کے مرموزین کی، بصری، شامی کے لیے بالہمز اَرْجِئْهُ اور باقین نافع، عاصم، حمزہ، کسائی بغیر ہمزہ پڑھتے ہیں۔ دوسری بات یہ فرمائی کہ نفر کے مرموزین میں سے ہشام، مکی اور بصری نے ھاء کو ضمہ پڑھا ہے۔ اور عاصم و حمزہ نے ھاء ضمیر کو اسکان کے ساتھ پڑھا ہے اور باقین نے یعنی نافع، ابنِ ذکوان اور کسائی نے بکسرِ ھاء پڑھا ہے۔ تیسرا مسئلہ صلہ کا ہے جس میں فرمایا کہ ورش، مکی، کسائی اور ہشام نے صلۂ ھا کے ساتھ پڑھا ہے خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ قالون نے ترک الہمز، بکسرِ ھاء اور قصر کے ساتھ اَرْجِهِ پڑھا ہے۔ ورش اور کسائی بغیر ہمزہ اور کسرۂ موصولہ کے ساتھ پڑھتے ہیں یعنی اَرْجِهِیْ۔ مکی اور ہشام بالہمز مع ضمۂ موصولہ پڑھتے ہیں یعنی اَرْجِئْهُوْ ابوعمرو، بصری بالہمز و ضمۂ مقصورہ پڑھتے ہیں یعنی اَرْجِئْهُ۔ ابنِ ذکوان بالہمز و کسرۂ منقصورہ پڑھتے ہیں یعنی اَرْجِئْهِ۔ عاصم و حمزہ بغیر ہمزہ و اسکانِ ھا پڑھتے ہیں یعنی اَرْجِهْ۔ لہٰذا اس لفظ میں کل چھ قراءتیں ہوئیں، تین قراءتیں، ہمزہ پڑھنے والوں کے لیے۔ (۱) اَرْجِئْهُوْ۔ مکی و ہشام کے لیے۔ (۲) اَرْجِئْهُ۔ بصری کے لیے۔ (۳) اَرْجِئْهِ۔ ابنِ ذکوان کے لیے۔

بغیر ھامزین کے لیے تین قراءتیں حسبِ ذیل ہیں۔

(۱) اَرْجِهِ۔ قالون کے لیے۔ (۲) اَرْجِهِیْ۔ ورش و کسائی کے لیے۔ (۳) اَرْجِهْ۔ عاصم و حمزہ کے لیے۔

بَابُ الْمَدِّ وَالْقَصْرِ

١/١٦٨ اِذَا اَلِفٌ اَوْ يَاءُهَا بَعْدَ كَسْرَةٍ ۔۔۔ اَوِ الْوَاوُ عَنْ ضَمٍّ لَقِي الْهَمْزَ طُوِّلَا

جس وقت الف یا یاء ساکنہ بعد الکسر یا واو ساکنہ بعد ضم ہمزہ کے ساتھ متصل ہو کر آئے تو حرف مد کو لمبا کر کے پڑھا جائیگا۔

الف، یاء ساکنہ بعد الکسر اور واو ساکنہ بعد الضم کو حرفِ مدولین یا حرفِ مد کہتے ہیں۔ واؤ ساکنہ بعد الفتح، یاء ساکنہ بعد الفتح کو حرف لین کہا جاتا ہے۔ ناظم اس شعر میں مدفرعی کی ایک قسم، مد متصل کو بیان فرمارہے ہیں۔ اور اس مراد پر قرینہ یہ کہ مد منفصل کو آئندہ شعر میں بیان کرتے ہیں۔ تمام قراء اس بات پر متفق ہیں کہ مد متصل کو، مد اصلی سے زیادہ بڑھا کر پڑھا جائے گا۔ لیکن مقدار میں اختلاف ہے، اگرچہ ناظم کی عبارت میں اس اختلاف سے تعرض نہیں کیا گیا، لیکن ان کے تلمیذ علامہ سخاوی ناقل ہیں کہ ناظم رحمہ اللہ کا عمل یہ تھا کہ وہ مد متصل میں ورش اور حمزہ کے لیے طول بقدر تین الف یا بالفاظ دیگر بقدر چھ حرکات پڑھاتے تھے اور باقی قراء کے لیے توسط بقدر دو الف یعنی چار حرکات پڑھاتے تھے۔

قولہ اَوْ يَاءُهَا ضمیر الف کی طرف راجع ہے اور اضافت لِاَدْنیٰ ملابست ہے یعنی مثل الف کے یاء ساکنہ، اسی طرح اَلْوَاوُ میں الف لام عہدی بمعنی واو ساکنہ۔

٢/١٦٩ فَاِنْ يَنْفَصِلْ فَالْقَصْرَ بَادِرْهُ طَالِبًا ۔۔۔ بِخُلْفِهِمَا يُرْوِيكَ دَرًّا وَمُخْضَلَا

پس اگر ہمزہ حرف مد سے جدا ہو تو بَادِرْهُ طَالِبًا کے لیے بالخلف قصر ہے اور يُرْوِيكَ دَرًّا کے لیے صرف قصر ہے۔

بَادِرْهُ جلدی کر اس کو لینے میں۔ يُرْوِيكَ، سیراب کرے تجھے۔ دَرًّا، دودھ۔ مُخْضَلًا، شادابی۔

یعنی اس شعر میں مد منفصل کے اختلاف کو بیان کرتے ہیں، حاصل کلام یہ ہے کہ مد منفصل میں سوسی اور مکی کے لیے صرف قصر بقدر حرکتین ہے۔ قالون اور دوری بصری کے لیے خلف، قصر اور توسط دونوں ہیں۔ اور باقی قراء غیر ورش و حمزہ کے لیے توسط بقدر اربع حرکات ہے اور ورش و حمزہ کے لیے طول بقدر چھ حرکات ہے۔ آگے مد متصل و منفصل کی مثالیں بیان کرتے ہیں۔

٣/١٧٠ كَجِيءَ وَعَنْ سُوءٍ وَشَاءَ اتِّصَالُهُ ۔۔۔ وَمَفْصُولُهُ فِي اُمِّهَا اَمْرُهُ اِلَى

جیسے جِيءَ، عَنْ سُوءٍ اور شَاءَ، یہ مثالیں متصل کی ہیں، اور منفصل کی مثالیں، فِي اُمِّهَا اور اَمْرُهُ اِلَى ہیں۔ یعنی جِيءَ بِالنَّبِيِّينَ، اَوْ تَعْفُوا عَنْ سُوءٍ اور شَاءَ وغیرہ میں مد متصل ہے اور فِي اُمِّهَا اور اَمْرُهُ اِلَى اللهِ وغیرہ میں مد منفصل ہے۔

۴/۱۷۱ وَمَا بَعْدَ هَمْزٍ ثَابِتٍ اَوْ مُغَيَّرٍ　　فَقَصْرٌ وَقَدْ يُرْوٰى لِوَرْشٍ مُطَوَّلَا

اور وہ حرف مد جو ہمزہ ثابتہ یا مغیرہ کے بعد ہو وہ قصر کے ساتھ اور ورش کے لیے مد طویل کے ساتھ روایت کیا گیا ہے۔

۵/۱۷۲ وَوَسَّطَهُ قَوْمٌ كَاٰمَنَ هٰؤُلَاۤ　　ءِ اٰلِهَةً اٰتٰى لِلْاِيْمَانِ مُثِّلَا

اور ایک قوم نے اس میں توسط کیا ہے۔ جیسے اٰمَنَ، هٰؤُلَاۤءِ اٰلِهَةً، اٰتٰى، اور لِلْاِيْمَانِ۔ مثالیں دی گئی ہیں۔
یعنی حرف مد جب ہمزہ کے بعد واقع ہو خواہ یہ ہمزہ محقق ہو یا مغیّر ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ تمام قراء کے لیے جن میں ورش بھی داخل ہیں قصر ہوتا ہے لیکن ورش کے لیے اس میں طول بقدر چھ حرکات اور توسط بقدر چار حرکات بھی جائز ہے۔ لہٰذا اس نوع میں کہ جس کو مدبدل بھی کہتے ہیں، ورش کے لیے تین وجوہ ہیں۔ قصر، توسّط، طول۔ آگے ناظم نے اس مدبدل کی چار مثالیں دی ہیں، جن میں سے دو میں حرف مد سے پہلے ہمزہ محقق ہے یعنی اٰمَنَ الرَّسُوْلُ اور اٰتَى الْمَالَ اور دو میں ہمزہ مغیّر بالابدال ہے۔ هٰؤُلَاۤءِ اٰلِهَةً کہ ہمزۂ ثانیہ ورش کے یہاں یا سے بدلتا ہے اور لِلْاِيْمَانِ کہ ہمزہ نقل حرکت کی وجہ سے محذوف ہے۔ تغیّر کی ایک تیسری مثال تسہیل کے ساتھ بھی ہو سکتی ہے مثلاً ءَاٰمَنْتُمْ کہ دوسرا ہمزہ مسہّل ہے۔

۶/۱۷۳ سِوٰى يَاءِ اِسْرَاۤئِيْلَ اَوْ بَعْدَ سَاكِنٍ　　صَحِيْحٍ كَقُرْاٰنٍ وَمَسْئُوْلًا اسْئَلَا

سوائے لفظ اسرائیل کی یاء کے، اور سوائے اس حرف مد کے، جو واقع ہو بعد ساکن صحیح کے، جیسے لفظ قُرْاٰن، اور مَسْئُوْلًا۔ خوب تحقیق کر لے تو۔

یہاں سے ناظم نے تین شعروں میں مدبدل میں تین وجوہ کی استثنائی شکلوں کو بیان کیا ہے، اور استثناء کے ذیل میں لفظ اسرائیل کی یاء کو سب سے پہلے بیان کیا یعنی تمام قرآن میں لفظ اسرائیل کی یاء تثلیث (تین وجوہ کا جواز) سے باجماع مستثنیٰ ہے۔ لہٰذا صرف قصر ہوگا۔ اس کے بعد ایک قاعدہ بیان کیا ہے کہ اگر حرف مد، بعد الہمز ہو اور یہ ہمزہ بعد ساکن صحیح متصل کے ہو جیسے اَلْقُرْاٰنُ، اَلظَّمْاٰنُ، مَسْئُوْلًا، مَذْءُوْمًا، تو اس قسم کے تمام الفاظ میں ورش کے لیے صرف قصر ہے۔ اس قاعدہ کی قیود پر غور کر لینا چاہیئے۔ اسی لیے اِسْئَلَا فرمایا۔ قَوْلُهٗ بَعْدَ سَاكِنٍ احتراز ہے اس حرف مد سے جو واقع ہو ایسے ہمزہ کے بعد کہ واقع ہو رہا ہو وہ ہمزہ بعد متحرک کے، مثلاً سَاۤوِيْ، مَاٰبٌ تو ورش کے لیے تینوں وجہیں ہیں۔ قولہ صَحِيْحٍ احتراز مقصود ہے اس حرف مد سے کہ واقع ہو بعد ہمزہ کے، اور یہ ہمزہ بعد ساکن غیر صحیح کے ہو جیسے جَاۤءُوْا، بَاۤءُوْا یا بعد حرف لین کے ہو جیسے سَوْءٰتٌ۔ کہ اس میں بھی ورش کے لیے تثلیث ہے۔ قولہ مُتَّصِلٍ۔ احتراز ہے اس حرف مد سے جو واقع ہو رہا ہو۔ بعد ہمزہ کے، اور ہمزہ واقع ہو بعد ساکن صحیح منفصل کے جیسے

مَنْ اٰمَنَ ، مَنْ اُوْتِیَ ایسے حرفِ مد میں ورش کے لیے تثلیث ہوگی۔

۱۷۴ وَمَا بَعْدَ هَمْزِ الْوَصْلِ ایْتِ وَبَعْضُهُمْ یُؤَاخِذُکُمْ اٰلْاٰنَ مُسْتَفْهِمًا تَلَا

اور سوائے اس حرفِ مد کے، جو بعد ہمزۂ وصل کے ہو جیسے ایْتِ۔ اور بعض مشائخ نے یُؤَاخِذُکُمْ کو اور اٰلْاٰنَ کو دراں حال کہ وہ ہمزۂ استفہام والا ہو۔ مستثنیات میں پڑھا ہے۔

تثلیث سے مستثنیات کے ذیل میں دوسرا قاعدہ یہ بیان کرتے ہیں کہ ہمزۂ وصل کے بعد آنے والے حرفِ مد میں ورش کی یہ تین وجہیں جاری نہ ہوں گی اور صرف قصر ہوگا. جیسے ایْتِ بِقُرْاٰنٍ۔ اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ۔ ایْذَنْ لِیْ۔ استثناء کی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں حرفِ مد بھی عارضی ہے کیونکہ ہمزہ سے بدلا ہوا ہے اور خود ہمزہ بھی عارضی ہے جو کہ وصل میں حذف ہو جاتا ہے۔

دوسرا لفظ جو تثلیث سے مستثنیٰ ہے یُؤَاخِذُ ہے جیسے لَا تُؤَاخِذْنَا ، لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ۔ لہٰذا لفظ اسرائیل کی طرح اس لفظ کو بھی تثلیث سے مستثنیٰ سمجھنا چاہیے۔ ایک چیز جو یہاں قابلِ غور ہے وہ یہ ہے کہ حضرتِ ناظم نے وَبَعْضُهُمْ فرمایا ہے جس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ لفظ یُؤَاخِذُ کا استثناء، بعض ناقلینِ ورش کے یہاں ہے اور بعض کے یہاں نہیں ہے۔ حالانکہ یہ کلمہ باجماع مستثنیٰ ہے یعنی باجماع صرف قصر ہے لہٰذا مناسب ہوتا کہ ناظم وَبَعْضُهُمْ نہ فرماتے۔ (الوافی فی شرح الشاطبیہ) اس کے بعد فرماتے ہیں کہ بعض اہلِ ادا نے ورش کے لیے تثلیث سے دو کلموں کو نیز مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ ایک اٰلْاٰنَ، جو ہمزۂ استفہام کے ساتھ ہے اور یہ یونس میں دو جگہ ہے آٰلْاٰنَ وَقَدْ کُنْتُمْ اور آٰلْاٰنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ۔ ان بعض مشائخ نے اس میں توسط اور طول سے منع کرتے ہوئے صرف قصر کیا ہے۔ یاد رہے کہ گفتگو، لام کے بعد والے الفِ مدہ میں ہو رہی ہے کیونکہ پہلا الف اس باب سے تعلق نہیں رکھتا ہے بلکہ اس کا مد، سکونِ لازم مقدّر کی وجہ سے ہے اور چونکہ سکون مقدّر ہے اس لیے پہلے الف میں ورش اور قالون دونوں کے لیے دو وجہیں ہیں، طول اعتباراً للاصل اور قصر اعتباراً بحرکۃ اللام العارضۃ

قَوْلُہ مُسْتَفْهِمًا یہ قید احترازی ہے۔ کیونکہ اٰلْاٰنَ غیر استفہامیہ میں باتفاق جمیع اہلِ ادا، ورش کے لیے تثلیث ہوگی جیسے اَلْاٰنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ، اَلْاٰنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ دوسرا کلمہ جس کو بعض مشائخ نے تثلیث سے مستثنیٰ قرار دیا ہے اَلْاُوْلٰی ہے جو سورۂ نجم میں لفظ عَادًا کے بعد واقع ہے وَاَنَّهٗ اَهْلَكَ عَادًا الْاُوْلٰی۔ پس ان بعض مشائخ کے یہاں اس میں صرف قصر ہوگا۔ اور سورۂ نجم کی تقیید سے سِیْرَتَهَا الْاُوْلٰی ، فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰی ، خارج نہیں ہوئے کہ باتفاق ورش کے لیے تثلیث ہوگی۔ اَلْاُوْلٰی کا ذکر آئندہ شعر میں آرہا ہے۔ اس جگہ ایک استثنائی اصول اور بھی ہے جس کو ناظم نے بیان نہیں کیا، مناسب تھا کہ اس کو بھی ذکر فرماتے۔ اور وہ یہ کہ جو حرفِ مد، ہمزہ کے بعد تنوین سے بدل کر آیا ہو جیسے دُعَآءً، نِدَآءً، غُثَآءً، خَطَاً وغیرہ بحالتِ وقف تنوین، الف سے بدل جائے گی۔ ورش کے لیے اس میں بھی باجماع صرف قصر ہوگا۔ کیونکہ الف عارضی ہے۔ اسی لیے رَاَ الْقَمَرَ، تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ۔ میں عند الوقف تثلیث ہے کیونکہ الف کا وجود اصلاً ثابت ہے۔ اور اجماع

ساکنین کی وجہ سے عارضی طور پر حذف ہے۔

۸/۱۷۵ وَعَادَا الْاُوْلٰى وَابْنُ غَلْبُوْنَ طَاهِرٌ   بِقَصْرِ جَمِيْعِ الْبَابِ قَالَ وَقَوَّلَا

اور سوائے عَادَا الْاُوْلٰى کے۔ اور شیخ ابن غلبون طاہر نے اس پورے باب میں قصر ہی کہا ہے اور کہلایا ہے۔
عَادَا الْاُوْلٰى والی گفتگو اوپر گزر چکی ہے فرماتے ہیں کہ شیخ ابن غلبون طاہر نے اس پورے باب میں یعنی حرف مد، بعد ہمزہ ثابت اُو مغیر میں قصر ہی پڑھا پڑھایا ہے۔ قَوَّلَ یعنی قَوَّلَ غَيْرَهٗ مطلب یہ کہ اسی قصر کے ساتھ دوسروں کو بھی قائل کیا ہے، یا مراد ہے قَوَّلَ وَرْشًا یعنی قصر کو ورش کی طرف بھی منسوب کیا ہے کہ ورش قصر ہی کیا کرتے تھے، یا قَوَّلَ بمعنی تَقَوَّلَ ہے یعنی قصر کے علاوہ کو تَقَوَّلَ افتراء کی طرف منسوب کیا ہے یعنی قصر ہی صحیح اور باقی سب وہم ہے۔
نوٹ:۔ شیخ ابن غلبون، علوم قراءت میں حجت اور سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ابوالحسن ابن غلبون طاہر پورا نام ہے۔ ان کے والد علامہ عبدالمنعم بن غلبون ہیں۔

یہ دونوں باپ بیٹے نہایت فاضل علماء قراءت میں سے ہوئے ہیں اس فن میں ان دونوں کی بڑی بیش قیمت اور مفید تصانیف ملتی ہیں یہ دونوں حلبی ہیں، مصر میں اقامت اختیار کی، بے شمار دنیا کو ان دونوں سے علمی فیض حاصل ہوا، دونوں کا انتقال مصر میں ہوا۔ والد کی تصانیف میں سے کتاب الارشاد ہے ان کے مشہور تلامیذ میں سے مکی ابن ابی طالب قیسی ہیں بیٹے کی تصانیف میں سے کتاب التذکرہ مشہور ہے۔ اور شاگردوں میں امام ابوعمرو دانی، مؤلف کتاب التیسیر ہیں۔ رحمھم اللہ جمیعًا۔

۹/۱۷٦ وَعَنْ كُلِّهِمْ بِالْمَدِّ مَا قَبْلَ سَاكِنٍ   وَعِنْدَ سُكُوْنِ الْوَقْفِ وَجْهَانِ اُصِّلَا

اور تمام قراء سے مد کرنا ثابت ہے اس حرف مد میں کہ جو قبل ساکن لازم ہو، اور سکون وقفی کے وقت دو وجہیں اصل قرار دی گئی ہیں
ناظم رحمہ اللہ جب ان انواع مد سے فارغ ہو گئے جن میں سبب مد ہمزہ تھا تو اب ان انواع کو شروع کرتے ہیں۔ جن میں سبب مد سکون ہوتا ہے اور سکون کی دو قسمیں ہیں سکون لازم، کہ حرف مد سے وصلاً وقفاً کسی حال میں بھی جدا نہ ہو۔ اور سکون عارض یعنی اصل میں تو حرف متحرک ہو مگر وقف کی وجہ سے ساکن ہو جائے۔ ناظم نے پہلے مصرعہ میں قسم اول کو بیان فرمایا ہے اور بتلایا ہے کہ تمام قراء کے یہاں یہ مد بلا اختلاف مقدار طول کے ساتھ بقدر ۳ حرکات ہوتا ہے جیسے الضَّآلِّيْنَ، الطَّآمَّةُ، آلذّٰكَرَيْنِ، اسی طرح وَلَا تَيَمَّمُوْا، وَلَا تَعَاوَنُوْا، بزی کے یہاں۔ اور اسی طرح وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا۔ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا وغیرہ قراءت حمزہ میں۔ مد لازم کی مذکورہ قسموں میں سبب مد، ادغام کی وجہ سے تشدید ہے اور تشدید وادغام نہ ہو بلکہ سکون محض ہو تو وہ بھی اسی قسم میں داخل ہے جیسے آلْئٰنَ اور صٓ، قٓ، نٓ، مقطعات پر ناظم مفصلاً کلام

فرمانے والے ہیں) اور جیسے مَحْيَايْ بسکونِ یا پڑھنے والوں کی قرات ہیں۔ بہرحال مانی کلمۃٍ واحدۃٍ مراد ہے دو کلموں میں یہ شکل متصور نہیں جیسے وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا وغیرہ کہ اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے حرفِ مد حذف ہو جاتا ہے دوسرے مصرعہ میں کہ سکون عارضی کی وجہ سے مد عارض وقفی میں دو وجہیں اصل ہیں، ایک مد طویل بقدر چھ حرکات دوسرے مد متوسط بقدر چار حرکات۔ اور یہ مسئلہ بھی اجماعی ہے "اصل قرار دی گئی ہیں" سے اشارہ ہے۔ کہ مد عارضی وقفی میں قصر بھی جائز ہے مگر رائج و مشہور نہیں۔ علماء نے فرمایا کہ مد کے ان احکام میں اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ حرفِ مد مصاحف میں مرسوم ہے یا نہیں۔ مرسوم ہو جیسے عالمین، یُؤْمِنُوْنَ، الرحیم یا نہ ہو جیسے الرَّحْمٰن اسی طرح حرف مد اصل ہو یا مبدل ہو جیسے الذئب، لَمْ یُؤْتَ، وَاشْتَعَلَ الرَّاس مبدلین کی قرات ہیں۔ اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ مد عارض وقفی کی طرح اس حرف میں بھی تینوں وجہیں (طول، توسط، قصر) جائز ہیں جس میں سوسی کے لیے ادغام کبیر کی وجہ سے سکون عارض ہو جائے جیسے قَالَ لَّهُمُ، الرَّحِیْم مَّلِكِ وغیرہ۔

۱۱/۱۷۷ وَمُدَّ لَهُ عِنْدَ الْفَوَاتِحِ مُشْبِعًا ۔۔۔ وَفِيْ عَيْنٍ الْوَجْهَانِ وَالطُّوْلُ فُضِّلَا

اور تو مد کر اس ساکن کی وجہ سے حروفِ مقطعات میں خوب لمبا۔ اور حرف عَیْنٍ میں دو وجہیں ہیں اور طول کو فضیلت دی گئی ہے۔

یعنی وہ حروفِ مقطعات کہ جو سہ حرفی ہیں اور درمیانی حرف، مدہ ہے ان میں باجماع تمام قراء کے لیے طول بقدر چھ حرکات ہوگا اور ایسے حروف سات ہیں لام، میم، کاف، صاد، قاف، سین، نون۔ البتہ اگر حرف ساکن کسی وجہ سے متحرک ہو جائے جیسے تمام قراء کے لیے الٓمّٓ اللّٰهُ بحالتِ وصل۔ یا جیسے ورش کے لیے الٓمّٓ اَحَسِبَ النَّاس بحالتِ وصل و نقل تو ایسی صورت میں دو وجہیں ہیں۔ اصل پر نظر کرتے ہوئے طول۔ اور عارضی حرکت پر نظر کرتے ہوئے قصر۔ لیکن توسط کسی کے لیے بھی جائز نہیں۔ اس کے بعد فرمایا ہے کہ حرفِ عَیْنٍ (جو کہ مریم و شوریٰ کے اوائل میں واقع ہے) میں دو وجہیں ہیں، اَلْوَجْهَان میں الف لام عہدی ہے یعنی وہی دو وجہیں جو مد عارض وقفی میں بیان کر کے آئے ہیں طول اور توسط۔ اور طول اقوی اور ارجح ہے توسط سے۔ نیز یاد رہے کہ قرات میں دو لفظ هَاتَيْنِ۔ اور اَللَّذَيْنِ بتشدید نون پڑھے گئے ہیں ان دونوں میں بھی اس تشدید والی وجہ میں یہی دو وجہیں ہیں طول اور توسط اور طول کو فضیلت ہے۔

۱۱/۱۷۸ وَفِيْ نَحْوِ طٰهٰ الْقَصْرُ اِذْ لَيْسَ سَاكِنٌ ۔۔۔ وَمَا فِيْ اَلِفٍ مِّنْ حَرْفِ مَدٍّ فَيُمْطَلَا

اور طٰهٰ جیسے حرفوں میں قصر ہے اس لیے کہ یہاں کوئی ساکن نہیں، اور حرف اَلِفٍ میں تو کوئی حرفِ مد ہی نہیں

کہ جس کو کھینچا جائے۔
یعنی جن حروف مقطعات کی بنا دو حرفوں پر ہے توان میں صرف قصر ہے اس لیے کہ حرف مد کے بعد کوئی ساکن ہی نہیں کہ جس کی وجہ سے مد کیا جائے ایسے دو حرفی حروف، طٰا، ھا، رَا، یَا، اور حَا پانچ حروف ہیں اور اخیر میں فرمایا کہ حرف الف اگرچہ سہ حرفی ہے مگر اس میں درمیانی حرف، حرف مد نہیں۔ لہٰذا مطلقًا مد نہ ہوگا۔
قولہ فَیُمْطَلَا، مَطَلٌ سے بمعنی دراز کرنا۔

۱۲/۱۷۹ وَإِنْ تَسْكُنِ الْيَاءُ بَيْنَ فَتْحٍ وَهَمْزَةٍ ... بِكِلْمَةٍ أَوْ وَاوٍ فَوَجْهَانِ جُمِّلَا

۱۳/۱۸۰ بِطُولٍ وَقَصْرٍ وَصْلُ وَرْشٍ وَوَقْفُهُ ....

اور اگر یَاء یا وَاو ایک کلمہ میں فتحہ اور ہمزہ کے درمیان میں واقع ہو تو اس یاء اور واؤ میں دو وجہیں خوبصورت قرار دی گئی ہیں۔ ایسی یاء اور واؤ ورش کے لیے وصل اور وقف دونوں حالتوں میں طول اور توسط کے ساتھ پڑھی جائیں گی۔
ناظم نے ابیاتِ سابقہ میں حرف مدہ کی انواع ذکر فرمائیں جب کہ وہ ہمزہ یا سکون کے ساتھ واقع ہوں۔ اور اب لین کے دونوں حرف واؤ اور یاء کا حال ذکر کرتے ہیں۔ جب وہ ہمزہ یا سکون کے ساتھ واقع ہوں سکون کا حال تو آگے آرہا ہے پہلے ہمزہ کے ساتھ سمجھ لیجئے۔ تو فرمایا کہ جب یاء اور واؤ ایک کلمہ میں اس طرح واقع ہوں کہ ان سے پہلے حرف پر فتحہ ہو اور بعد میں ہمزہ ہو تو ورش کے لیے ایسی واؤ یاء میں وصلًا و وقفًا دو وجہیں ہیں طول اور توسط۔ عام اس سے کہ یہ حرفِ لین وسط کلمہ میں ہو جیسے شَيْئًا، كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ، وَلَا تَيْأَسُوا، سَوْءَةَ أَخِيهِ، سَوْآتُهُمَا۔ یا آخر کلمہ میں ہوں مثلًا شَيْءٍ، ظَنَّ السَّوْءِ۔ قولہ بِكِلْمَةٍ یہ قید اس لیے لگائی کہ دو کلموں میں یہ مد نہ ہوگا بلکہ ورش کے لیے نقل حرکت ہوگی اور ہمزہ حذف ہو جائے گا۔ مثلًا وَلَوْ آمَنَ، ابْنَيْ آدَمَ۔ قولہ وَقَصْرٍ قصر سے ناظم کی مراد توسط ہے۔ کیونکہ طول کے ساتھ جب لفظ قصر بولا جائے تو اس سے قصر اصطلاحی نہیں بلکہ عدم الطول یعنی توسط مراد ہوتا ہے۔ اور جب مد کے ساتھ قصر بولا جائے تو اس وقت قصر سے اصطلاحی قصر ہی مراد ہوتا ہے۔ آگے حرف لین کے بعد سکون عارضی پائے جانے کا حال بیان کرتے ہیں۔

۱۳ .... وَعِنْدَ سُكُونِ الْوَقْفِ لِلْكُلِّ أُعْمِلَا

۱۴/۱۸۱ وَعَنْهُمْ سُقُوطُ الْمَدِّ فِيهِ وَوَرْشُهُمْ ... يُوَافِقُهُمْ فِي حَيْثُ لَا هَمْزَ مُدْخَلَا

اور حرفِ لین میں سکونِ وقفی کے وقت تمام قراء کے لیے یہ دونوں وجہیں (طول و توسط) عمل میں لائی گئی ہیں اور انہیں تمام قراء سے اس قسم (مدّلین عارض) میں مد کا سقوط (یعنی قصر) بھی وارد ہے اور ورش بھی ان جمہور قراء کی (اس طول توسط قصر میں) اس مقام پر (مدّلین عارض میں) موافقت کرتے ہیں جہاں حرفِ لین کے بعد ہمزہ داخل کیا ہوا نہ ہو "۔

خلاصہ یہ ہوا کہ جس لفظ میں یہ شکل ہو کہ واوٗ (لین) یا یاء (لین) سے پہلے فتحہ ہو۔ اور ان کے بعد آخر کلمہ میں ہمزہ ہو تو ورش کے لیے اس میں وصلًا وقفًا طول یا توسط ہوگا اور غیر ورش کے لیے اس میں بحالت وقف تین وجوہ ہیں طول، توسط، قصر اور وصل میں کوئی خاص حکم نہیں اور جب واوِ لین یا یاء لین کے بعد ہمزہ نہ ہو تو ورش وغیرہ میں وصلًا وقفًا کوئی فرق نہیں یعنی سب کے لیے وقف میں تینوں وجوہ ہیں۔ اور وصل میں کوئی خاص حکم نہیں مثلًا وَأَيِ الْعَيْنِ، فَلَا فَوْتَ، إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ، حَذَرَ الْمَوْتِ، لیکن شَيْءٍ اور سَوْءٍ میں ورش کے لیے وصلًا وقفًا دونوں حالتوں میں طول و توسط ہے اور جمہور کے یہاں وقف میں تینوں وجوہ جائز ہیں اور وصل میں کچھ نہیں۔

$\frac{15}{182}$ وَفِيْ وَاوِ سَوْءَاتٍ خِلَافٌ لِوَرْشِهِمْ ۝ وَعَنْ كُلٍّ الْمَوْءُودَةُ اقْصُرْ وَمَوْئِلَا

اور سَوْءَات کی واؤ میں ورش کے لیے خلف ہے اور تمام ناقلینِ روایت ورش سے روایت کیا گیا کہ قصر کر تو اَلْمَوْءُوْدَةُ اور مَوْئِلًا میں۔"

یعنی سَوْءَاتَ کی واؤ میں ناقلینِ روایتِ ورش میں اختلاف ہے بعض مشائخ اس لفظ کو مدّلین کے اس باب سے خارج قرار دیتے ہیں لہٰذا نہ توسط اور نہ مد، بلکہ قَوْلًا اور خَوْفًا کی طرح واؤ کو پڑھتے ہیں اور بعض نے اس کو باب سے خارج نہیں مانا ہے بلکہ اَلسَّوْءَۃُ کی طرح داخلِ باب مانتے ہیں لہٰذا اس میں بھی حسبِ معمول طول و توسط کیا ہے۔ دونوں طرق جمع کرنے سے نکلا کہ ورش کے لیے اس میں تینوں وجوہ جائز ہیں قصر، توسط، طول۔ لیکن محققین نے اس میں یہ بات کہی ہے کہ خلف اس میں قصر و توسط میں دائر ہے۔ اور قصر کی صورت میں اس مدِ بدل میں جو اس واؤ کے بعد ہے قصر، توسط، طول تینوں جائز ہیں اور توسط کی صورت میں بدل میں صرف توسط ہوگا۔ گویا کل چار صورتیں ہوئیں۔ چنانچہ محقق الفن علامہ جزری اسی کے قائل ہیں۔ اور اسی پر عمل ہے۔ اس کے بعد ناظم صاحب نے تمام رواۃِ ورش سے دو کلموں میں قصر واؤ کا حکم دیا ہے۔ وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ (تکویر) مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا (کہف) یاد رہے کہ لفظ مَوْءُوْدَةُ میں پہلی واؤ مراد ہے۔ دوسری میں بدل ہونے کے باعث باتفاق تینوں وجوہ ہوں گی۔

نوٹ: یاد رہے کہ سَوْءَاتَ، مَوْءُوْدَةُ اور مَوْئِلًا میں قصر سے مراد مقدار دو حرکت کھینچنا نہیں بلکہ واوِ ساکنہ مجردہ عن المد کا تلفظ مراد ہے جیسے فَوْقِكُمْ کی واؤ۔ یہ بات تجوید کی اصطلاح کے مطابق ہے۔

بَابُ الْهَمْزَتَيْنِ مِنْ كَلِمَةٍ

۱/۱۸۳ وَتَسْهِيلُ أُخْرَىٰ هَمْزَتَيْنِ بِكِلْمَةٍ ۔۔۔ سَمَا وَبِذَاتِ الْفَتْحِ خُلْفٌ لِتَجْمُلَا
سما ۔ ل

اور ایک کلمہ میں جمع ہونے والے دو ہمزوں میں سے دوسرے میں تسہیل سَمَا کے مرموزین (نافع المکی البصری) کے لیے ہے اور فتحہ والے (دوسرے) ہمزہ میں لِتَجْمُلَا کے (مرموز ہشام کے) لیے بھی تسہیل بالخلف ہے۔

جب دو ہمزہ ایک کلمہ میں جمع ہوں تو اس باب میں دوسرے ہمزہ کا حال بیان کرنا چاہتے ہیں یاد رہے کہ ان میں پہلا ہمزہ ہمیشہ مفتوح ہوگا اور دوسرا مفتوح مضموم اور مکسور تینوں طرح ہوگا۔ قراء کے یہاں تسہیل کے دو معنی ہیں ایک مطلق تغیر جو شامل ہے تسہیل بین بین اور ابدال اور حذف تینوں تغیرات کو اور ایک تسہیل بین بین، اور وہی یہاں مراد ہے۔ تسہیل بین بین کا مطلب یہ ہے کہ ہمزہ کو بجائے محقق ادا کرنے کے، ہمزہ اور اس کی حرکت کے موافق حرف مد کے درمیان درمیان ادا کیا جائے یعنی مفتوح ہو تو بین الہمز والالف، مضموم ہو تو بین الہمز والواؤ اور مکسور ہو تو بین الہمز والیاء ادا کیا جائے۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ ایک کلمہ میں جب دو ہمزہ جمع ہوں تو سَمَا کے مرموزین کے لیے دوسرے میں تسہیل ہوگی خواہ وہ مفتوح ہو جیسے ءَأَنذَرْتَهُمْ، ءَأَنتَ، ءَأَلِدُ، یا مکسورہ ہو جیسے ءَإِذَا، ءَإِنَّا، ءَإِنَّكَ، یا مضموم ہو جیسے ءَأُنزِلَ، ءَأُلْقِيَ، ءَأُنَبِّئُكُمْ، قَوْلُه وَبِذَاتِ الْفَتْحِ الخ یعنی ہمزۂ ثانیہ مفتوحہ میں ہشام کے لیے خلف ہے اس میں ان کے لیے دو وجہیں ہیں، تسہیل، تحقیق۔

۲/۱۸۴ وَقُلْ أَلِفًا عَنْ أَهْلِ مِصْرَ تَبَدَّلَتْ ۔۔۔ لِوَرْشٍ وَفِي بَغْدَادَ يُرْوَىٰ مُسَهَّلَا

اور کہہ تو کہ وہ ذات الفتح ہمزہ اہل مصر کے یہاں ورش کے لیے الف سے بدلا ہے اور بغداد میں وہ تسہیل کے ساتھ ہی روایت کیا جاتا ہے۔

یعنی ہمزۂ ثانیہ جب مفتوح ہو تو ورش کے لیے اس میں تغیر کس طرح کا ہو؟ اس میں ورش کے رواۃ مختلف ہیں، مصریوں کی روایت میں وہ الف سے بدلا جائے گا اور بغدادیوں کے یہاں اس میں تسہیل بین بین ہی ہوگی جیسا کہ ہمزۂ ثانیہ مضموم و مکسور میں بھی ہے۔
لہٰذا ورش کے لیے ہمزۂ مکسورہ اور مضمومہ میں تو ایک ہی وجہ ہے یعنی تسہیل بین بین اور مفتوحہ میں دو وجہیں ہیں۔ ابدال بالالف اور تسہیل۔ ابدال بالالف کے ساتھ یہ بات یاد رہے کہ اگر اس ہمزۂ مُبْدَلَہ کے بعد حرف ساکن ہو جیسے ءَأَنذَرْتَهُمْ، ءَأَشْفَقْتُمْ تو اس الفِ مُبْدَلَہ میں طول بقدر چھ حرکات ہوگا کیونکہ الف کا مابعد ساکن لازم ہے لہٰذا مد لازم کلمی مخفف ہوا۔ اور اگر الف کا مابعد متحرک ہو، اور یہ صرف دو جگہ ہے۔ ءَأَلِدُ وَأَنَا عَجُوزٌ (ہود) اور ءَأَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ (ملک) تو الف مُبْدَلَہ کو بمقدار حرکتین مدِ اصلی کے درجہ میں پڑھا جائے گا، اور یہ جائز نہ ہوگا کہ اس کو مدِ بدل کے طور پر سمجھ لیا جائے کیونکہ ابدال کے عمل کی وجہ سے الف اصلی نہیں، عارضی ہے۔ نیز یاد رہے کہ علماء نے ءَأَنتَ اور اسی طرح أَرَأَيْتَ پر وقف کی صورت میں وجہ ابدال کو

ناپسند ٹھیراتے ہوئے اس سے منع کیا ہے، بلکہ تسہیل کو بہتر قرار دیتے ہیں اور علت یہ ہے کہ ابدال کی صورت میں وقف کی وجہ سے تین حروف ساکنہ متواترہ جمع ہو جائیں گے جن میں صَوَافَّ کی طرح کوئی حرف مدغم نہیں اور کلام عرب میں اس کی مثال موجود نہیں ہے تاہم علامہ دانی نے اَرَاَیْتَ پر صرف وقف بالابدال کو جائز کہا ہے، اس صورت میں یاء لین میں توسط ہونا چاہیئے طول ضعیف ہے۔ اور اس تمام بحث کے بعد ثابت ہوا کہ باقی غیر مذکورین کے لیے ہمزۂ ثانیہ میں تحقیق ہے مفتوح ہو، مکسور ہو یا مضموم ہو۔

٣/١٨٥ وَحَقَّقَهَا فِي فُصِّلَتْ صُحْبَةٌ ءَاَعْ ۔۔۔ جَمِيٌّ وَالْاُولٰى اَسْقِطَنَّ لِتُسْهِلَا

اور تحقیق سے پڑھا ہے ہمزۂ ثانیہ مفتوحہ کو سورۂ فصلت میں مرموزین صحبہ (حمزہ، کسائی، شعبہ) نے کلمہ ءاَعْجَمِیٌّ میں۔ اور پہلے ہمزہ کو ساقط کر لِتُسْهِلَا کے مرموز ہشام کے لیے۔

یعنی سورۂ فصلت میں کلمہ ءاَعْجَمِیٌّ کے ہمزۂ ثانیہ کو حمزہ، کسائی، شعبہ نے تحقیق سے پڑھا ہے اور ہشام نے ہمزۂ اول کا اسقاط کیا ہے اور ثانی میں تحقیق کی ہے، اور باقین قالون، مکی، بصری، ابن ذکوان اور حفص نے ہمزۂ ثانیہ میں تسہیل کی ہے۔ جب کہ ورش کے لیے ثانی میں تسہیل اور ابدال دو وجہیں ہیں۔

٤/١٨٦ وَهَمْزَةُ اَذْهَبْتُمْ فِي الْاَحْقَافِ شُفِّعَتْ ۔۔۔ بِاُخْرٰى كَمَا دَامَتْ وِصَالًا مُوَصَّلًا

اور سورۂ احقاف میں اَذْهَبْتُمْ کے ہمزہ میں دوسرے ہمزہ کی آمیزش کی گئی ہے، کَمَا دَامَتْ کے مرموزین شامی اور مکی کے لیے۔ یہ قرأت یونہی پہونچی اور پہونچائی گئی ہے۔

یعنی اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ (سورۂ احقاف میں) کے ہمزہ سے پہلے ایک اور ہمزۂ مفتوحہ کو ملا کر شامی اور مکی نے ءَاَذْهَبْتُمْ پڑھا ہے اور ہمزتین فی کلمۃ کے اصول کے مطابق مکی ثانیہ میں تسہیل بلا ادخال کرتے ہیں، اور شامی کے پہلے راوی ہشام تحقیق و تسہیل مع الادخال دو وجہیں پڑھتے ہیں اور دوسرے راوی ابن ذکوان تحقیق بلا ادخال پڑھتے ہیں۔ یاد رہے کہ بین الہمزتین ادخال الف کا مسئلہ عنقریب آگے آ رہا ہے۔ شُفِّعَتْ تشفیع ایک کے ساتھ دوسری چیز ملا کر دو کر لینا۔ وِصَالًا مُوَصَّلًا یعنی مَنْقُوْلًا اَوْصَلَهُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ۔

٥/١٨٧ وَفِي نُوْنَ فِيْ اَنْ كَانَ شَفَّعَ حَمْزَةُ ۔۔۔ وَشُعْبَةُ اَيْضًا وَالدِّمَشْقِيْ مُسَهِّلًا

اور سورۂ نون میں لفظ اَنْ كَانَ میں حمزہ اور شعبہ اور دمشقی نے ہمزہ کا اضافہ کیا ہے اور حالت یہ کہ دمشقی دوسرے ہمزہ میں تسہیل کرتے ہیں۔

مطلب یہ کہ أَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِيْنَ (نون) میں دوسرا ہمزہ ملا کر ءَأَنْ پڑھا ہے حمزہ، شعبہ اور شامی نے۔ اور فرق یہ ہے کہ حمزہ اور شعبہ کے لیے تحقیق ہمزتین بلا ادخال ہے، اور ابن ذکوان کے لیے تحقیق اوّل وتسہیل ثانی بلا ادخال ہے اور ہشام کے لیے تحقیق اوّل وتسہیل ثانی مع الادخال ہے اور باقین کے لیے صرف ایک ہمزہ ہے۔

۶/۱۸۸ وَفِيْ اٰلِ عِمْرَانٍ عَنِ ابْنِ كَثِيْرِهِمْ يُشَفَّعُ أَنْ يُّؤْتٰى إِلٰى مَا تَسَهَّلَا

اور ابن کثیر نے ان قراء میں سے آل عمران میں لفظ أَنْ يُّؤْتٰى کے ساتھ ہمزہ ملا کر پڑھا حتی کہ دوسرا ہمزہ تسہیل والا ہوا۔
یعنی سورۂ آل عمران میں أَنْ يُّؤْتٰى أَحَدٌ مِثْلَ مَا أُوْتِيْتُمْ کے پہلے ابن کثیر کی نے ہمزہ کا اضافہ کیا ہے، اور اپنے اصول کے مطابق وہ تحقیق اُولیٰ وتسہیل ثانیہ بغیر ادخال پڑھتے ہیں۔ اور باقین ہمزۂ واحدہ پڑھتے ہیں۔ آل عمران کی قید لگا دی تا کہ أَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا (مدثر) نہ سمجھا جائے۔

۷/۱۸۹ وَطٰهٰ وَفِي الْأَعْرَافِ وَالشُّعَرَا بِهَا ءَاٰمَنْتُمْ لِلْكُلِّ ثَالِثًا أَبْدِلَا

طٰہٰ اور اعراف اور شعراء تینوں سورتوں میں لفظ ءَاٰمَنْتُمْ کے تیسرے ہمزہ کو تمام قراء کے لیے (الف سے) بدل دے۔
یعنی کلمۂ ءَاٰمَنْتُمْ تین سورتوں میں ہے، اعراف، طٰہٰ، اور شعراء میں۔ یہ اصل میں ءَأَأْمَنْتُمْ تین ہمزوں کے ساتھ ہے، اول اور ثانی مفتوح ہیں اور تیسرا ساکن، ناظم اس شعر میں حکم کرتے ہیں کہ تیسرے ہمزۂ ساکنہ کو ماقبل کی حرکت کے موافق الف سے بدلو، اور یہ حکم تمام قراء کے لیے ہے۔

۸/۱۹۰ وَحَقَّقَ ثَانٍ صُحْبَةٌ وَلِقُنْبُلٍ بِإِسْقَاطِهِ الْأُوْلٰى بِطٰهٰ تُقُبِّلَا

اور مرموزین صحبہ حمزہ، کسائی، شعبہ نے ہمزۂ ثانیہ کو تحقیق سے پڑھا ہے (تینوں سورتوں میں) اور قنبل کے لیے سورۂ طٰہٰ میں پہلے ہمزہ کے اسقاط کے ساتھ قراءت مقبول ہوئی۔
بتلانا یہ ہے کہ حمزہ، کسائی، شعبہ نے ہمزۂ ثانیہ کو تینوں جگہ تحقیق سے پڑھا ہے، جس کا مفہوم مخالف یہ ہوا کہ باقین نے ہمزۂ ثانیہ میں تسہیل کی ہے۔ مگر قنبل صرف طٰہٰ میں (اور حفص تینوں جگہ جیسا کہ آتا ہے) پہلے ہمزہ کا اسقاط کرتے ہیں۔ اور وہ ایک ہمزہ محققہ پڑھتے ہیں۔ اور باقی دو سورتوں اعراف اور شعراء میں ہمزۂ اُولیٰ کا اثبات کرتے ہیں۔ اور قراءت نافع کی طرح ثانی میں تسہیل کرتے ہیں۔

۹/۱۹۱ وَفِيْ كُلِّهَا حَفْصٌ وَأَبْدَلَ قُنْبُلٌ فِي الْأَعْرَافِ مِنْهَا الْوَاوَ وَالْمُلْكِ مُوْصِلَا

اور تینوں جگہ حفص نے پہلے ہمزہ کا اسقاط کیا ہے اور قنبل نے سورۂ اعراف میں پہلے ہمزہ کو اور سورۂ ملک میں بحالتِ وصل واؤ سے بدلا ہے۔

یعنی حفص نے تینوں جگہ ہمزۂ اول کا اسقاط کیا اور ایک ہمزۂ محققہ پڑھا اور قنبل نے اعراف میں پہلے ہمزہ کو واؤ سے بدلا ہے اور دوسرے میں بدستور تسہیل کی ہے۔ اور یہی صورت انہوں نے سورۂ ملک میں بھی اختیار کی ہے یعنی قَالَ فِرْعَوْنُ وَأٰمَنْتُمْ (اعراف) وَإِلَيْهِ النُّشُورُ وَأَمِنْتُمْ (ملک)۔ اور یہ ابدال بالواؤ وصل میں ہے۔ لہٰذا اگر کوئی فِرْعَوْنُ پر وقف کرے اور ءَاٰمَنْتُمْ سے ابتدا کرے یا وَإِلَيْهِ النُّشُورُ پر وقف کرے، اور ءَأَمِنْتُمْ سے ابتدا کرے تو پہلے ہمزہ کو تحقیق سے ہی پڑھے گا۔ یہاں ورش کے لیے یہ بھی یاد رہے کہ ءَاٰمَنْتُمْ میں تینوں جگہ ہمزۂ ثانیہ میں تسہیل محض ہوگی ابدال والی وجہ نہیں ہے اور بعد میں مدبدل کی تینوں صورتیں ہیں۔ قصر، توسط، طول۔

١٠/١٩٢ وَإِنْ هَمْزُ وَصْلٍ بَيْنَ لَامٍ مُسَكَّنٍ وَهَمْزَةِ الِاسْتِفْهَامِ فَامْدُدْهُ مُبْدِلَا

اور اگر ہمزۂ وصل، لام (تعریف) ساکنہ، اور ہمزۂ استفہام کے درمیان واقع ہو تو (ہمزۂ وصل کو حذف کرنے کے بجائے) اس کو الف سے بدل کر اس میں مد کرو۔

یہاں سے اس ہمزۂ وصل کا حکم بیان کرتے ہیں جو لام تعریف اور ہمزۂ استفہام کے درمیان واقع ہو۔ اور یہ صورت قرآن میں چھ جگہ باتفاق اور ایک جگہ صرف ابوعمرو بصری کی قراءت میں واقع ہے ءَآلذَّكَرَيْنِ، دو جگہ (انعام) ءَآلْـٰٔنَ دو جگہ (یونس) ءَآللّٰهُ أَذِنَ لَكُمْ (یونس) ءَآللّٰهُ خَيْرٌ أَمَّا يُشْرِكُونَ (نمل) مَا جِئْتُمْ بِهِ ءَآلسِّحْرُ (یونس) علی قراءة البصری

اہل ادا متفق ہیں کہ ان مواضع میں ہمزۂ وصل درج کلام میں واقع ہونے کے باوجود حذف نہ ہوگا ورنہ کلام انشاء کا خبر کے ساتھ التباس ہوگا۔ اس لیے ہمزۂ وصل میں تغیر کیا جائے گا۔ تغیر کی دو ہی صورتیں ہیں یا ابدال ہو یا تسہیل، اس شعر میں ابدال کو بیان کرتے ہیں کہ ہمزۂ وصل کو الف سے بدل کر مد طویل کیا جائے گا۔ البتہ اگر لام تعریف کو (نقل حرکت کی وجہ سے) حرکت عارض ہو جائے جیسے کہ قراءتِ نافع میں ءَآلْـٰٔنَ (یونس) میں دونوں جگہ نقل کی وجہ سے لام مفتوح ہو لیا ہے تو نافع کے لیے اصل پر نظر کرتے ہوئے طول اور عارض پر نظر کرتے ہوئے قصر دو وجہیں ہیں۔

١١/١٩٣ فَلِلْكُلِّ ذَا أَوْلَى وَيَقْصُرُهُ الَّذِي يُسَهِّلُ عَنْ كُلٍّ كَالْآنَ مُثِّلَا

جمیع قراء کے لیے یہ ابدال ہی بہتر ہے۔ اور قصر کرتا ہے وہ شخص جو تمام قراء کے لیے اس ہمزہ میں تسہیل کرتا ہے۔ جیسے آلْآنَ اس کی مثال دی گئی ہے۔

یعنی جن مشائخ نے ان کلمات میں بجائے ابدال کے تسہیل کو اختیار کیا ہے وہ مد نہیں بلکہ قصر کرتے ہیں کیونکہ

ہمزۂ مسہلہ محققہ ہی کے حکم میں ہوتا ہے۔

١٢/١٩٤ وَلَا مَدَّ بَيْنَ الْهَمْزَتَيْنِ هُنَا وَلَا   بِحَيْثُ ثَلَاثٌ يَتَّفِقْنَ تَنَزُّلَا

اور نہیں جائز الف فاصل کا ادخال یہاں (یعنی مذکورہ سات کلمات میں) اور نہ ہی اس لفظ میں کہ تین ہمزہ واقع ہو رہے ہوں اس میں نزولاً۔

یعنی جن کلماتِ سبعہ میں کہ ہمزۂ وصل، بین ہمزۃ الاستفہام، ولام التعریف واقع ہوا ہے، ابدال میں اور نہ ہی تسہیل کی صورت میں، الفِ فاصل کا ادخال جائز نہیں، گویا جن حضرات کا مذہب ادخال بین الہمزتین ہے وہ بھی ادخال نہیں کریں گے اسی طرح الف فاصل کا ادخال ہر اس کلمے میں بھی جائز نہیں جس میں تین ہمزہ جمع ہو رہے ہوں اور یہ صورت لفظ ءَامَنتُم (اعراف، طٰہٰ، شعراء) میں ہے اور لفظ ءَآلِهَتُنَا (زخرف) میں ہے، فقط۔

١٣/١٩٥ وَاَضْرُبُ جَمْعِ الْهَمْزَتَيْنِ ثَلٰثَةٌ   ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ اَئِنَّا اَءُنْزِلَا

اور جمع ہمزتین (فی کلمۃ واحدۃ) کی تین قسمیں ہیں۔ جیسے ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ، ءَاَئِنَّا اور ءَاُنْزِلَ۔

اَضْرُبُ، ضَرْب کی جمع بمعنی قسم یعنی اجتماع ہمزتین فی کلمۃ کی اقسام قرآن مجید میں تین ہیں ایک یہ کہ دونوں مفتوحہ ہوں مثلاً ءَاَنْذَرْتَهُمْ، ءَاَسْلَمْتُمْ، ءَاَمِنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ۔ دوسری یہ کہ پہلا مفتوحہ دوسرا مکسورہ ہو جیسے ءَاِنَّكُمْ، ءَاِمَّةً۔ تیسری یہ کہ پہلا مفتوحہ دوسرا مضمومہ ہو جیسے اَؤُنَبِّئُكُمْ، ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ، تینوں قسموں میں پہلا ہمزہ مفتوح ہی ہے۔ اور دوسرا مفتوح، مکسور اور مضموم ہے۔

١٤/١٩٦ وَمَدُّكَ قَبْلَ الْفَتْحِ وَالْكَسْرِ حُجَّةٌ   بِهَا لُذْ وَقَبْلَ الْكَسْرِ خُلْفٌ لَهُ وَلَا

اور تیرا ادخال الف کرنا فتح اور کسرہ سے پہلے حُجَّةٌ، بِهَا اور لُذْ کے مرموزین کے لیے ہے اور کسرہ سے پہلے لَهُ کے مرموز کے لیے خلف ہے، اس حال میں کہ تو موافقت کرے۔

یعنی یہ الف کہ جس کو الفِ فصل کہتے ہیں کیونکہ یہ بین الہمزتین فصل کرتا ہے حا، با اور لام کے مرموزین بصری، قالون، ہشام کے یہاں بین الہمزتین داخل ہو گا جب کہ ہمزۂ ثانیہ مفتوح یا مکسور ہو۔ البتہ ہمزۂ مکسور سے پہلے اس الف کے ادخال میں ہشام کے لیے خلف ہے ادخال اور ترکِ ادخال دونوں ہیں۔

١٥/١٩٧ وَفِي سَبْعَةٍ لَا خُلْفَ عَنْهُ بِمَرْيَمٍ   وَفِي حَرْفِ الْاَعْرَافِ وَالشُّعَرَا الْعُلَا

۱۶/۱۹۸ اَئِنَّكَ اَئِفْكًا مَعًا فَوْقَ صَادِهَا وَفِیْ فُصِّلَتْ حَرْفٌ وَبِالْخُلْفِ سُهِّلَا

مگر سات جگہ ہشام کے لیے کوئی خلف نہیں ہے۔ مریم میں اعراف کے دونوں کلموں میں اور عالیشان سورت شعراء میں۔ اور اَئِنَّكَ اور اَئِفْكًا میں کہ دونوں سورۂ صاد سے اوپر والی سورت صافات میں واقع ہیں اور ایک کلمہ سورۂ فصلت میں ہے جس میں خلف کے ساتھ تسہیل کی گئی ہے۔

مطلب یہ کہ قبل الکسر ہشام کے لیے سات جگہ خلف نہیں بلکہ صرف ادخال ہے اور وہ سات جگہ یہ ہیں۔ ءَ اِذَا مَامِتُّ (مریم) اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ اور اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا (دونوں اعراف میں) اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا (شعراء) اَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِیْنَ اور اَئِفْكًا اٰلِهَةً (دونوں صافات میں) اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ (فصلت)۔ قولہ وبالخلف سُهِّلَا یعنی اس آخری فصلت والے میں مزید بات یہ ہے کہ ہمزۂ مکسورہ میں ہشام کے لیے تحقیق و تسہیل میں خلف ہے، جب کہ ہشام کے لیے ہمزۂ مکسورہ میں اور کہیں بھی تسہیل نہیں۔

۱۷/۱۹۹ وَاَئِمَّةً بِالْخُلْفِ قَدْ مَدَّ وَحْدَهُ وَسَهِّلْ سَمَا وَصْفًا وَفِی النَّحْوِ اُبْدِلَا

اور لفظ اَئِمَّةً میں صرف ہشام نے خلف کے ساتھ ادخال الف کیا ہے، اور وصف میں سما والوں کے لیے تسہیل کر، اور نحو میں ہمزۂ ثانیہ کو یاء سے بدلا گیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ سما والے نافع، مکی اور بصری ہمزۂ ثانیہ کو لفظ ائمہ میں تسہیل بلا ادخال سے پڑھتے ہیں اور ہشام ہمزہ ثانیہ میں تحقیق بلا ادخال اور تحقیق مع الادخال دو وجہیں پڑھتے ہیں اور باقین تحقیق بلا ادخال پڑھتے ہیں۔ لفظ اَئِمَّةً قرآن میں حسب ذیل پانچ جگہ آیا ہے۔ (۱) فَقَاتِلُوْا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ (توبہ)۔ (۲) وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا (انبیاء)۔ (۳) وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً (قصص)۔ (۴) وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً یَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ (قصص) (۵) وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا (سجدہ)۔ قولہ وَفِی النَّحْوِ اُبْدِلَا یعنی بعض نحاۃ کا اَئِمَّةً میں مذہب، ہمزۂ ثانیہ کو یاء خالص سے بدلنا بھی ہے۔ یہ وجہ اگرچہ اہل سما سے بھی بعض طرق میں وارد ہے، مگر ہماری اس کتاب کے طریق سے نہیں لہٰذا نہ اس کی طرف التفات کیا جا سکتا ہے اور نہ یہ پڑھی جائے گی۔

۱۸/۲۰۰ وَمَدُّكَ قَبْلَ الضَّمِّ لَبّٰی حَبِیْبُهُ بِخُلْفِهِمَا بَرًّا وَجَاءَ لِیَفْصِلَا

اور تیرا ادخال الف کرنا ضمہ سے پہلے لَبّٰی حَبِیْبُهُ کے مرموزین ہشام و بصری کے لیے بالخلف اور برًّا کے مرموز قالون کے لیے بلا خلف ہوگا۔ اور یہ الف اس لیے آتا ہے کہ بین الہمزتین فاصل ہو جائے۔

لَبَّی حَبِیْبَہ، اس نے اپنے دوست کو لبیک کہا۔ بَرًّا، نیک آدمی۔ یعنی لام، حا، با کے مرموزین ہشام بصری کے لیے بالخلف، قبل الضم میں ادخال اور ترک ادخال دو وجہیں ہیں اور قالون کے لیے بلاخلف ادخال ہے اور باقین کے لیے ادخال نہیں۔ کلمۂ واحدہ میں ہمزۂ مفتوحہ کے بعد ہمزۂ مضمومہ قرآن میں تین جگہ ہے، قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ (آل عمران)۔ اَؤُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ (صٓ) اَؤُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ (قمر)۔ آگے ہشام ہی کے لیے بعض اہلِ ادا کا ایک دوسرا مذہب بیان کرتے ہیں۔

۱۹/۲۰۱ وَفِي اٰلِ عِمْرَانٍ رَوَوْا لِهِشَامِهِمْ کَحَفْصٍ وَفِي الْبَاقِيْ كَقَالُوْنَ وَاعْتَلٰى

اور بعض اہلِ ادا نے ہشام کے لیے آل عمران والے لفظ کو مثل حفص کے، اور باقی جگہ مثل قالون کے روایت کیا ہے۔ اور یہ روایت بھی عالی شان ہے۔

خلاصہ یہ کہ بعض اہلِ ادا نے ہشام کے لیے آل عمران میں مثل حفص کے بلا ادخال مع التحقیق اور باقی دو جگہ میں مثل قالون کے ادغال مع التسہیل کے ساتھ پڑھا ہے۔ لہٰذا دونوں طریق کو جمع کرنے سے حاصل یہ ہوگا کہ ہشام کے لیے آل عمران میں دو وجہیں ہیں تحقیق[1] مع الادخال اور تحقیق[2] بلا ادخال۔ اور باقی دو جگہ میں تین وجہیں ہیں تحقیق[1] مع الادخال، تحقیق[2] بلا ادخال، تسہیل[3] مع الادخال۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ آل عمران میں دونوں طریق کی روشنی میں ہشام کے لیے تسہیل نہیں۔

بَابُ الْهَمْزَتَيْنِ مِنْ كَلِمَتَيْنِ

۱/۲۰۲ وَاَسْقَطَ الْاُوْلٰى فِي اتِّفَاقِهِمَا مَعًا اِذَا كَانَتَا مِنْ كِلْمَتَيْنِ فَتَى الْعَلَا

اور جس وقت دو ہمزہ دو کلموں میں جمع ہوں، اس حال میں کہ دونوں حرکت میں متفق ہوں تو ابو عمرو بصری نے پہلے کو ساقط کیا ہے۔

یعنی دو ہمزہ قطعی دو کلموں میں اس طرح لکھے ہوں کہ پہلا ہمزہ کلمۂ اولیٰ کے آخر میں اور دوسرا ہمزہ کلمۂ ثانیہ کے شروع میں ہو، تو جب دونوں پڑھے جاتے ہوں اور پہلے پر وقف کر کے دوسرے سے ابتداء نہ کی جا رہی ہو تو اپنی حرکتوں کے اعتبار سے وہ دو طرح کے ہیں۔ متفق الحرکت اور مختلف الحرکت۔ اور متفق الحرکت کی تین قسمیں ہیں مفتوحتین، مضمومتین، مکسورتین۔ ناظم نے پہلے متفقتین میں قراء کا حال بیان کرنا شروع کیا ہے اور بتلایا کہ فتی العلا یعنی بصری نے متفقتین میں پہلے ہمزہ کو ساقط کیا ہے خواہ وہ دونوں مفتوحتین ہوں جیسے جَاءَ اَمْرُنَا، شَاءَ اَنْشَرَهٗ یا مکسورتین ہوں جیسے مِنَ السَّمَاءِ اِنْ، وَمِنْ وَّرَاءِ اِسْحٰقَ یا مضمومتین ہوں اور اس کی قرآن میں صرف ایک ہی مثال ملتی

ہے، وَلَیْسَ لَہٗ مِنْ دُوْنِہٖ اَوْلِیَاءُ اُولٰٓئِکَ (احقاف) یاد رہے کہ جمہور اہلِ ادا نے پہلے ہمزہ ہی کا اسقاط مانا ہے جیسا کہ ناظم نے فرمایا، لہٰذا مد منفصل کی شکل ہوگی اور اس میں قصر و توسط ہوگا۔ آگے امثلہ لاتے ہیں۔

۲/۲۰۳ کَجَا اَمْرُنَا مِنَ السَّمَا اِنَّ اَوْلِیَا اُولٰٓئِکَ اَنْوَاعُ اتِّفَاقٍ تَجَمَّلَا ۹

جیسے جَاءَ اَمْرُنَا، مِنَ السَّمَاءِ اِنَّ (سبا) اَوْلِیَاءُ اُولٰٓئِکَ، یہ سب متفقتین کی قسمیں ہیں جو جمیل و خوبصورت ہیں۔

۳/۲۰۴ وَقَالُوْنُ وَالْبَزِّیُّ فِی الْفَتْحِ وَافَقَا وَفِیْ غَیْرِہٖ کَالْیَا وَکَالْوَاوِ سَہَّلَا ۹

اور قالون اور بزی دونوں نے فتح کی صورت میں بصری کے ساتھ موافقت کی ہے اور غیر فتح میں کالیا اور کالواو تسہیل کی ہے۔
یعنی ہمزتین فی کلمتین اگر مفتوحتین ہوں تو بصری کی طرح قالون اور بزی بھی پہلے ہمزہ کو ساقط کرتے ہیں اور اگر مکسورتین ہوں تو پہلے ہمزہ میں تسہیل کالیاء اور مضمومتین ہوں تو پہلے میں تسہیل کالواو کرتے ہیں۔

۴/۲۰۵ وَبِالسُّوْءِ اِلَّا اَبْدَلَا ثُمَّ اَدْغَمَا وَفِیْہِ خِلَافٌ عَنْہُمَا لَیْسَ مُقْفَلَا ۹

اور بِالسُّوْءِ اِلَّا میں ان دونوں نے ابدال واد غام کیا ہے، اور اس میں خلف ہے جو ان دونوں سے مروی ہے اور مسدود نہیں ہے۔
یعنی لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ اِلَّا (یوسف) میں ان دونوں سے ایک اور وجہ بھی مشہور ہے کہ ہمزۂ اولیٰ کو ماقبل کی جنس واو سے بدل کر دونوں واؤ میں ادغام کیا جائے اور ساتھ ہی پہلی وجہ بھی مشہور ہے کہ پہلے میں تسہیل کالیاء ادا کی جائے۔
دونوں وجہیں صحیح ہیں۔ لہٰذا خلف ہوا۔ جو مغلق و مسدود نہیں بلکہ مشہور و مستفیض ہے۔

۵/۲۰۶ وَالْاُخْرٰی کَمَدٍّ عِنْدَ وَرْشٍ وَقُنْبُلٍ وَقَدْ قِیْلَ مَحْضُ الْمَدِّ عَنْہَا تَبَدَّلَا ۹

اور دوسرا ہمزہ مسہل ہوگا، ورش اور قنبل کے نزدیک اور بیشک یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ دوسرا ہمزہ خالص حرف مد سے بدل جاتا ہے۔
یعنی ہمزۂ ثانیہ، متفقتین میں سے یا تو ورش اور قنبل کے لیے مسہل بین بین پڑھا جائے گا اور یا اس کو ماقبل کی حرکت کے موافق خالص مد سے بدلا جائے گا۔ لہٰذا مفتوحتین میں پہلا محقق اور دوسرا خالص الف پڑھا جائے گا مضمومتین میں پہلا محقق اور دوسرا خالص واو مدہ سے بدلے گا اور مکسورتین میں پہلا محقق اور دوسرا خالص یاء مدہ سے بدل جائے گا۔ اب دیکھنا یہ ہوگا کہ ہمزۂ ثانیہ کا مابعد متحرک ہے یا ساکن۔ اگر متحرک ہو جیسے جَاءَ اَحَدٌ، فِی السَّمَاءِ اِلٰہٌ، اَوْلِیَاءُ اُولٰٓئِکَ تو حرف

مد کی ادائیگی پر اکتفا کیا جائے گا اور کوئی اضافہ مد اصلی کی مقدار پر نہ ہو گا۔ اور مدِ بدل کے باب میں اس کو شامل کرتے ہوئے ورش کے لیے تثلیث نہ ہو گی۔ کیونکہ حرفِ مد ہمزہ سے بدلا ہوا ہے۔ اور عارضی ہے۔ اور اگر ہمزۂ ثانیہ کا بعد ساکن ہو جیسے، وَيُمْسِكُ السَّمَاءَ اَنْ تَقَعَ، فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا، مِنَ السَّمَاءِ اِنْ كُنْتَ، تو مد طویل ہو گا۔ اور اگر ورش کے لیے ان کے اصول نقلِ حرکت کی وجہ سے ہمزۂ ثانیہ کا مابعد متحرک ہو جائے تو قاری کو اختیار ہو گا۔ کہ اصل پر نظر کرتے ہوئے طول کرے یا عارض پر نظر کرتے ہوئے قصر کرے اور یہ صورت قرآن میں تین جگہ ہوئی ہے۔ عَلَى الْبِغَاءِ اِنْ اَرَدْنَ (نور) اور لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِنَ النِّسَاءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ اور اِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ۔ (دونوں احزاب میں)

۶/۲۰۷ وَفِيْ هٰؤُلَا اِنْ وَالْبِغَا اِنْ لِوَرْشِهِمْ　　بِيَاءٍ خَفِيْفِ الْكَسْرِ بَعْضُهُمْ تَلَا

اور ورش کے لیے هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (بقرہ) اور عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا (نور) میں بعض ناقلین ورش نے ہمزۂ ثانیہ کو یاءِ مکسورہ سے تبدیل کر کے بھی پڑھا ہے۔

گویا ورش کے لیے مذکورہ دو آیتوں میں ایک تیسری وجہ، ہمزۂ ثانیہ کو یاءِ مکسورہ سے بدلنا بھی ہے۔ البتہ قنبل کے لیے یہاں بھی دو ہی وجہ ہوں گی۔ تسہیل کالیاء اور ابدال بیاء المد۔

نوٹ: یہ بات یاد رہے کہ جن قراء کے یہاں ہمزۂ اولیٰ میں تغیر ہے وہ دوسرے کو محقق پڑھتے ہیں اور جن کے لیے ثانی میں تغیر ہے وہ اولیٰ کو محقق پڑھتے ہیں ایسا کوئی بھی نہیں جو بیک وقت دونوں میں تغیر کرتا ہو، البتہ باقی قراء دونوں میں تحقیق کریں گے۔

۷/۲۰۸ وَاِنْ حَرْفُ مَدٍّ قَبْلَ هَمْزٍ مُغَيَّرٍ　　يَجُزْ قَصْرُهُ وَالْمَدُّ مَا زَالَ اَعْدَلَا

اور اگر حرفِ مد ہمزۂ مغیرہ سے پہلے پایا جا رہا ہو تو اس میں قصر جائز ہے اور مد ہمیشہ بہتر رہا ہے۔

اس شعر میں ایک نہایت اہم اصول بیان کرتے ہیں اور وہ یہ کہ مد کا سبب ہمزہ اگر کسی وجہ سے متغیر ہو جائے تو مد اور قصر دونوں جائز ہیں۔ ہمزہ میں تغیر کبھی تسہیل کی صورت میں ہوتا ہے جیسے قالون و بزی کے یہاں هٰٓؤُلَآءِ اِنْ میں پہلا ہمزہ جو مد متصل کا سبب تھا، مسہل پڑھے جانے کے سبب مُغَيَّر ہو گیا۔ اور کبھی یہ تغیر حذفِ ہمزہ کی صورت میں ہوتا ہے۔ چنانچہ مثال مذکور میں بصری کے لیے پہلا ہمزہ محذوف ہو گا۔ محققِ فن علامہ جزری نے علامہ شاطبی کے بیان میں تھوڑی سی ترمیم کرتے ہوئے یہ بیان کیا ہے اور جس کو تمام اہلِ ادا نے تسلیم کیا ہے کہ اگر تغیر بصورت تسہیل ہو تو مد اولیٰ و ارجح ہو گا۔ کیونکہ ہمزہ کا کچھ نہ کچھ اثر باقی ہے لیکن اگر تغیر اسقاطِ ہمزہ کی شکل میں ہو تو جائز تو مد بھی ہے مگر قصر اولیٰ و ارجح ہے کیونکہ سبب مد کالعدم ہو گیا ہے۔

۸/۲۰۹ وَتَسْهِيْلُ الْأُخْرٰى فِي اخْتِلَافِهِمَا سَمَا ۔ تَفِيْئَ اِلٰى مَعْ جَاءَ اُمَّةً اُنْزِلَا

اور دونوں ہمزوں کے مختلف الحرکت ہونے کی صورت میں سما والوں (نافع، مکی، بصری) کے ہاں تغیر کا عمل دوسرے ہمزہ میں ہوگا، جیسے تَفِيْئَ اِلٰى، جَاءَ اُمَّةً نازل ہوا ہے۔

۹/۲۱۰ نَشَاءُ اَصَبْنَا وَالسَّمَاءِ اَوِ ائْتِنَا ۔ فَنَوْعَانِ قُلْ كَالْيَا وَكَالْوَاوِ سُهِّلَا

جیسے نَشَاءُ اَصَبْنَا اور مِنَ السَّمَاءِ اَوِ ائْتِنَا پس (پہلی) دو قسموں (مکسور بعد المفتوح اور مضموم بعد المفتوح) میں کہہ تو کہ کالیا اور کالواو تسہیل کی گئی ہے۔

۱۰/۲۱۱ وَنَوْعَانِ مِنْهَا اُبْدِلَا مِنْهُمَا وَقُلْ ۔ يَشَاءُ اِلٰى كَالْيَاءِ اَقْيَسُ مَعْدِلَا

اور (دوسری) دو قسموں (مفتوح بعد الضم اور مفتوح بعد الکسر) میں واو اور یاء سے ابدال کیا گیا ہے۔ اور يَشَاءُ اِلٰى میں تسہیل کالیاء زیادہ قرینِ قیاس ہے از روئے انصاف کے۔

۱۱/۲۱۲ وَعَنْ اَكْثَرِ الْقُرَّاءِ تُبْدَلُ وَاوُهَا ۔ وَكُلٌّ بِهَمْزِ الْكُلِّ يَبْدَا مُفَصَّلَا

اور اکثر قراء سے یہ نقل کیا جاتا ہے کہ ہمزۂ ثانیہ کو واؤ سے بدلا جائے۔ اور تمام قراء تمام صورتوں میں ابتداء کے وقت واضح طور پر ہمزہ سے ہی ابتدا کرتے ہیں۔

یعنی ہمزتین مختلفتین کی تیسری اور چوتھی شکل میں ہمزۂ ثانیہ میں سما والوں کے لیے تغیر کی نوعیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ابدال بالواو والیا ہوگا یعنی ہمزۂ مفتوحہ بعد الضم کو واؤ سے اور ہمزۂ مفتوحہ بعد الکسر کو یاء سے بدلا جائے گا۔ جیسے نَشَاءُ اَصَبْنَا اور مِنَ السَّمَاءِ اَوِ ائْتِنَا۔ قولہ وَنَوْعَانِ مِنْهَا اُبْدِلَا مِنْهُمَا ، مِنْهَا کی ضمیر، ہمزہ کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اُبْدِلَا، صیغۂ تثنیہ، ضمیر نَوْعَانِ کی طرف لوٹتی ہے۔ مِنْهُمَا کی ضمیر تثنیہ واؤ، یا کی طرف راجع ہے جو اوپر کے شعر کَالْيَا وَكَالْوَاوِ میں ذکر ہو چکی ہیں۔ آگے ایک پانچویں قسم ہمزۂ مکسور بعد الضم کا حال بیان فرماتے ہیں کہ قیاس نحوی سے زیادہ قریب ہمزۂ ثانیہ میں تسہیل کالیاء ہے اور قراء کا اکثری معمول ابدال بالواو ہے جیسے يَشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ دونوں ہی جائز ہیں۔ اور بالکل آخر میں یہ فرمایا کہ اول باب سے یہاں تک جو کچھ بھی تغیرات آپ نے پڑھے یہ سب ہمزتین کو ملا کر پڑھنے میں ہیں، اور اگر پہلے ہمزہ پر وقف کرکے، دوسرے کو ابتداءً پڑھا جائے۔ تو پھر کوئی بھی تغیر نہیں سب ہی کے لیے ہمزہ محققہ پڑھا جائے گا۔ کیونکہ تغیر کا سبب اجتماع تھا اور وہ اب ہے نہیں لہٰذا تسہیل

ابدال حذف کچھ بھی نہ ہوگا۔

خلاصہ: یاد رہے کہ ہمزتین مختلفتین کی چھ شکلوں میں سے، قرآن مجید میں پانچ پائی جاتی ہیں۔ اور ایک قسم مکسورہ کے بعد مضمومہ واقع نہیں گویا فِي الدُّعَاءِ اُمَّةً" جیسی شکل نہیں۔ باقی پانچ کی مثالیں اور حکم حسب ذیل ہے۔

۱۔ ہمزۂ اولیٰ مفتوحہ، ثانیہ مکسورہ جیسے تَفِيْءَ اِلٰى، جَاءَ اِخْوَةُ۔ ہمزۂ ثانیہ میں تسہیل کالیا ہوگی۔

۲۔ پہلا مفتوحہ دوسرا مضمومہ، جیسے كُلَّمَا جَاءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا (مومنون) یاد رہے کہ قرآن مجید میں بس ایک ہی مثال ہے ہمزۂ ثانیہ میں تسہیل کالو ہوگی

۳۔ اول مضموم ثانی مفتوح مثلاً لَّوْ نَشَاءُ اَصَبْنٰهُمْ۔ اَلْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ، ہمزۂ ثانیہ کو واؤ سے بدلا جائے گا۔

۴۔ پہلا مکسورہ دوسرا مفتوحہ جیسے هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى، مِنَ السَّمَاءِ اٰيَةً۔ ہمزۂ ثانیہ کو یاء مفتوحہ سے بدلیں گے۔

۵۔ اول مضموم دوسرا مکسور جیسے يَشَآءُ اِلٰى، اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ہمزۂ ثانیہ میں تسہیل کالیاء اور ابدال بالواو المکسورہ، دونوں جائز ہیں۔

۲۱۳/۱۲ وَالْاِبْدَالُ مَحْضٌ وَالْمُسَهَّلُ بَيْنَ مَا ۔۔ هُوَ الْهَمْزُ وَالْحَرْفُ الَّذِيْ مِنْهُ اُشْكِلَا

ہمزہ میں ابدال کا مطلب یہ ہے کہ اس کو خالص حرفِ مد کر لینا اور مسہل یہ ہے کہ ہمزہ کو ادا کرنا درمیان درمیان اس حرف کے کہ وہ ہمزہ ہے اور درمیان اس حرفِ مد کے کہ اس کی وہ ہمزہ حرکت دیا گیا ہے۔

یعنی ابدال بدلنے کو کہتے ہیں کہ ہمزہ کو کسی حرفِ علت سے اس طرح تبدیل کر دیا جائے کہ ہمزہ کی اس میں بُو بھی نہ آئے اور تسہیل کا مطلب یہ ہے کہ ہمزہ کو ہمزہ اور اس کی حرکت کے موافق حرف مد کے درمیان پڑھنا کہ نہ خالص ہمزہ ہو اور نہ خالص حرفِ مد۔

بَابُ الْهَمْزِ الْمُفْرَدِ

یعنی اکیلا ہمزہ ہو، دوسرا ہمزہ اُس کے ساتھ نہ ہو

۲۱۴/۱ اِذَا سَكَنَتْ فَاءً مِنَ الْفِعْلِ هَمْزَةٌ ۔۔ فَوَرْشٌ يُرِيْهَا حَرْفَ مَدٍّ مُبَدَّلَا

جس وقت ہمزہ فعل (یا شبہِ فعل) کے فاء کلمہ میں ساکن واقع ہو ورش اس کو حرفِ مد سے بدلا ہوا دکھاتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ جب ہمزہ فعل کے فاء کلمہ میں واقع ہو یعنی اصلی حروف کے اعتبار سے وہ فا کی جگہ واقع ہو مثلاً لفظ مُؤْمِنٌ کہ فعل میں یہ اٰمَنَ بروزن اُفْعَلَ ہے۔ چنانچہ علماء نے اس کے لیے ایک ضابطہ مقرر کیا ہے۔ جس سے ہمزہ کا فاکلمہ میں ہونا معلوم ہو جاتا ہے اور وہ یہ کہ ہر ہمزہ ساکنہ جو ہمزۂ وصل کے بعد واقع ہو جیسے لِقَاءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ، ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا۔ یا بعد میم کے ہو جیسے الْمُؤْمِنُوْنَ، الْمُؤْتَفِكَةَ۔ یا بعد فا کے ہو جیسے فَأْتُوْا، فَأْذَنُوْا۔ یا بعد واؤ کے ہو۔ جیسے

وَأْمُرْ، وَأْتُوا۔ یا بعد حرفِ مضارع کے ہو جیسے یَأْكُلُ، يَأْلَمُونَ، نُؤْثِرَكَ، تَأْكُلُونَ۔ ورش ایسے ہمزۂ ساکنہ کو ماقبل کی حرکت کے موافق حرفِ مد سے بدلتے ہیں یعنی فتح کے بعد الف سے، کسرہ کے بعد یاء مدہ سے، اور ضمہ کے بعد واو مدہ سے۔

۲/۲۱۵ سِوَى جُمْلَةِ الْإِيوَاءِ وَالْوَاوُ عَنْهُ إِنْ ۔۔۔ تَفَتَّحَ إِثْرَ الضَّمِّ نَحْوُ مُؤَجَّلَا

سوائے لفظ الْإِيوَاء کے جملہ مشتقات کے۔ اور ورش سے یہ اصول منقول ہے جو ہمزہ فاء کلمہ میں مفتوح بعد الضم ہو جیسے مُؤَجَّلًا وہ واؤ ہو جائے گا۔

یعنی ہمزۂ ساکنہ جو فا کلمہ میں ہو ورش کے لیے اس کو بدلا جاتا ہے مگر لفظ اِيْوَاء کے مشتقات اس اصول سے مستثنیٰ ہیں۔ یاد رہے کہ لفظ الیواء تو قرآن شریف میں واقع نہیں البتہ اس سے مشتق سات لفظ پائے جاتے ہیں۔ مَأْوَاهُ، مَأْوَاهُمْ، مَأْوَاكُمْ، فَأْوُوا، تُؤْوِي، تُؤْوِيهِ، اور الْمَأْوَى۔ اس کے بعد ورش کا دوسرا اصول بیان کیا ہے۔ کہ اگر فا کلمہ میں ہمزۂ مفتوحہ واقع ہو رہا ہو۔ اور اس کا ماقبل مضموم ہو تو یہ ہمزہ واو مفتوحہ سے بدل جائے گا۔ جیسے الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ، مُؤَذِّنٌ، يُؤَاخِذُكُمْ، يُؤَيِّدُ وغیرہ۔ اس ابدال کی تین شرطیں ہوئیں۔ ہمزہ مفتوح[۱] ہو، بعد ضمہ[۲] ہو، فا کلمہ میں[۳] ہو۔ لہذا وَلَا يَؤُدُهُ، تَأَذَّنَ، فُؤَادُ، اور سُؤَالَ میں ابدال نہ ہوگا۔

۳/۲۱۶ وَيُبْدَلُ لِلسُّوسِيِّ كُلُّ مُسَكَّنٍ ۔۔۔ مِنَ الْهَمْزِ مَدًّا غَيْرَ مَجْزُومٍ اُهْمِلَا

اور سوسی کے لیے حرفِ مد سے بدلا جاتا ہے ہر ہمزۂ ساکنہ۔ سوائے اس ہمزہ کے جو حالتِ جزمی کی وجہ سے ساکن ہو (چنانچہ) اس کو یونہی اپنے حال پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

مطلب یہ کہ سوسی کے لیے ہر ہمزۂ ساکنہ کو حرفِ مد سے بدلا گیا ہے خواہ وہ فا کلمہ میں ہو جیسے ورش کے لیے مثالیں گذریں یا عین کلمہ میں ہو جیسے اَلْبَأْسُ، اَلرَّأْسُ، بِئْرٌ، بِئْسَ، یا لام کلمہ میں ہو جیسے فَادَّارَأْتُمْ، جِئْتَ، شِئْتَ۔ وغیرہ۔ البتہ سوسی کے لیے پانچ قسموں کے ہمزہائے ساکنہ میں ابدال نہ ہوگا۔ (اوّل) جس ہمزہ کا سکون جزم کی علامت ہو۔ آگے تفصیل آتی ہے۔

۴/۲۱۷ تَسُؤْ وَنَشَأْ سِتٌّ، وَعَشْرٌ يَشَأْ وَمَعْ ۔۔۔ يُهَيِّئْ وَنَنْسَأْهَا يُنَبَّأْ تَكَمَّلَا

چھ[۶] تَسُؤْ و نَشَأْ ہیں اور دس جگہ لفظ يَشَأْ ہے اور ساتھ ہی يُهَيِّئْ اور نُنْسِأْهَا اور يُنَبَّأْ، مجزوم کی قسم مکمل ہوئی۔

یعنی مستثنیٰ کی پہلی قسم مجزوم ہے جس میں ابدال نہ ہوگا جس کی تفصیل یہ ہے کہ تین جگہ لفظ تَسُؤْ آیا ہے۔ دو[۲] تَسُؤْهُمْ (آل عمران و توبہ) اور ایک تَسُؤْكُمْ (مائدہ) تین جگہ لفظ نَشَأْ، إِنْ نَشَأْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ (شعراء) إِنْ نَشَأْ

نَخۡسِفۡ بِهِمُ الۡاَرۡضَ (سبا) وَاِنۡ نَّشَاۡ نُغۡرِقۡهُمۡ (یٰس) اور یَشَاۡ دس جگہ ہے، اِنۡ یَّشَاۡ یُذۡهِبۡكُمۡ (نساء، انعام، ابراہیم، فاطر) اِنۡ یَّشَاۡ یُسۡكِنِ الرِّیۡحَ (شوریٰ) اِنۡ یَّشَاۡ یَرۡحَمۡكُمۡ اور اِنۡ یَّشَاۡ یُعَذِّبۡكُمۡ (دونوں اسراء میں) مَنۡ یَّشَاِ اللّٰهُ یُضۡلِلۡهُ ، وَمَنۡ یَّشَاۡ یَجۡعَلۡهُ (دونوں انعام میں) فَاِنۡ یَّشَاِ اللّٰهُ یَخۡتِمۡ (شوری)۔

نوٹ: یَشَاِ اللّٰهُ میں سکون کا ظہور وقف میں ہے۔

اور لفظ یُهَیِّئۡ لَكُمۡ ، ایک جگہ کہف میں۔ اور نَنۡسَاۡهَا ایک جگہ بقرہ میں۔ اَمۡ لَمۡ یُنَبَّاۡ ، ایک جگہ نجم میں۔ گویا کُل مجزوم انیس لفظ ہوئے۔

تنبیہ: اَسَاۡتُمۡ ، نَبَّاۡتُكُمَا کا ہمزہ اس باب سے نہیں، لہٰذا سوسی کے لیے ابدال ہوگا۔

۵/۲۱۸ وَهَیِّئۡ وَاَنۡبِئۡهُمۡ وَنَبِّئۡ بِاَرۡبَعٍ ۔ وَاَرۡجِئۡ مَعًا وَاقۡرَاۡ ثَلٰثًا فَحَصِّلَا

اور سوائے هَیِّئۡ اور اَنۡبِئۡهُمۡ کے اور نَبِّئۡ کے جو چار جگہ ہے اور اَرۡجِئۡ کے دونوں جگہ اور سوائے اِقۡرَاۡ کے تین جگہ۔ پس ان سب کو تو یاد کرلے۔

ہمزۂ ساکنہ کی یہ دوسری قسم ہے جس میں سوسی کے لیے ابدال سے استثناء ہے یعنی وہ ہمزۂ ساکنہ، جس کا سکون صیغۂ امر (جو کہ مبنی بر سکون ہوتا ہے) کی وجہ سے ہو اور کل گیارہ جگہ ہے۔ هَیِّئۡ لَنَا (کہف) اَنۡبِئۡهُمۡ (بقرہ) نَبِّئۡنَا بِتَاۡوِیۡلِهٖ (یوسف) نَبِّئۡ عِبَادِیۡ (حجر) نَبِّئۡهُمۡ (حجر اور قمر) اَرۡجِئۡهُ (اعراف اور شعراء) اِقۡرَاۡ (اسراء اور دو علق کے)۔ یہ کل گیارہ صیغے ہوئے، اور انیس مجزوم تھے۔

۶/۲۱۹ وَتُؤۡوِیۡ وَتُؤۡوِیۡهِ اَخَفُّ بِهَمۡزِهٖ ۔ وَرِءۡیًا بِتَرۡكِ الۡهَمۡزِ یُشۡبِهُ الۡاِمۡتِلَا

اور لفظ تُؤۡوِیۡ اور تُؤۡوِیۡهِ ، دونوں اپنے ہمزہ کے ساتھ باقی رہتے ہوئے زیادہ خفیف ہیں اور رِءۡیًا میں ہمزہ کو چھوڑ دینے (یعنی بدل لینے سے) اِمتلاء کے معنی سے مشابہ ہو جائے گا۔ (امتلاء بمعنی بھرنا)

یہ شعر تیسری اور چوتھی ان دو قسموں پر مشتمل ہے جن میں سوسی کے لیے ابدال سے استثنائ ہے۔ نوع ثالث کلمۂ تُؤۡوِیۡ اِلَیۡكَ مَنۡ تَشَآءُ (احزاب) اور فَصِیۡلَتِهِ الَّتِیۡ تُؤۡوِیۡهِ (معارج) ہے، اور حضرت ناظم نے استثنائ کی وجہ یہ بتلائی ہے کہ ان کلموں کو مہموز تلفظ کرنا ابدال کے مقابلہ میں زیادہ خفیف ہے، کیونکہ ابدال کی صورت میں دو واؤ جمع ہوں گی۔ اول ساکن، دوسری متحرک جو اظہار کے ساتھ باعث ثقالت ہوں گی۔ چوتھی قسم لفظ اَثَاثًا وَّرِءۡیًا (مریم) ہے۔ استثناء کی علت یہ بتلائی کہ اگر ابدال ہوا تو ہمزہ یا ہوگا اور واجب ہوگا کہ بعد والی یاء میں مدغم ہو اور لفظ رِیًّا ہو جائے گا جس کے معنی پانی بھرنے کے ہیں حالانکہ یہ معنی مراد نہیں بلکہ یہ ہیں کہ یہ لفظ رُواء سے ماخوذ ہے جس کے معنی حسنِ منظر کے ہیں، لہٰذا

اس لفظ کو بقاءِ ہمزہ کے ساتھ پڑھنے میں معنیٰ مراد پر نصًّا دلالت ہوتی ہے، اور ابدال کی صورت میں دلالت احتمالاً ہوتی ہے لہٰذا ہمزہ کا بقاء بہتر ہوا۔

۲۲۰/۷ وَمُؤْصَدَةٌ اَوْصَدْتُّ یُشْبِهُ كُلُّهٗ ۞ تَخَیَّرَهٗ اَهْلُ الْاَدَاءِ مُعَلَّلَا

اور مُؤْصَدَةٌ اور اَوْصَدْتُّ ہر ایک دوسرے سے مشابہ ہو جائے گا یہ تمام وہ کلمات ہیں کہ اہل ادا نے (ابدال سوسی سے استثناء کے لیے) ان کو انتخاب کیا ہے اس حالت میں کہ علت استثنا بھی بیان کی گئی ہے۔

تَخَیَّرَهٗ چھانٹ لیا ہے چن لیا ہے۔ ہ ضمیر مفعول لفظ كُلُّهٗ کی طرف راجع ہے مُعَلَّلَا بصیغۂ مفعول یعنی ہر ایک لفظ کی استثنائی علت بھی بیان کی گئی ہے یا بصیغۂ اسم فاعل یعنی اہل ادا ہر ایک استثنا کی علت بھی بیان کرنے والے ہوئے ہیں۔ یہ شعر مستثنیات کی نوع خامس پر مشتمل ہے یعنی مُؤْصَدَةٌ (بلد و ہمزہ) میں سوسی نے ابدال نہیں کیا۔ وجہ یہ ہے کہ علماء عربیت اس کے اشتقاق میں مختلف ہوئے ہیں ایک جماعت کی رائے ہے اور انہیں میں سے ابوعمرو بصری بھی ہیں، کہ یہ کلمہ آصَدْتُّ سے مشتق ہے جو اصل میں أَأْصَدْتُّ مہموز الفاء ہے، ہمزۂ ساکنہ ماقبل کی حرکت کے موافق الف سے بدل گیا اور آصَدْتُّ ہو گیا بمعنی اَطْبَقْتُّ بند کیا میں نے۔ ایک دوسری جماعت کی رائے میں یہ لفظ اَوْصَدْتُّ سے ماخوذ ہے اور مہموز فا نہیں بلکہ معتل فا مثال واوی ہے۔ اس لیے سوسی نے مُؤْصَدَة میں ابدال نہیں کیا کیونکہ یہ لفظ ان کے شیخ بصری کے یہاں آصَدْتُّ مہموز الفاء سے ہے، اگر ابدال کیا جاتا تو یہ گمان ہو سکتا تھا کہ یہ لفظ اَوْصَدْتُّ معتل فاء سے ہے حالانکہ یہ ان کے شیخ کی لغت نہیں ہے، پس مقصود ترکِ ابدال سے سوسی کا مقصد تنصیص ہے اس بات پر کہ وہ اس لفظ کو اپنے شیخ بصری کی لغت پر پڑھتے ہیں نہ کہ دوسری لغت پر، اس لیے ناظم نے فرمایا کہ مُؤْصَدَة میں ابدال سے لغت اَوْصَدْتُّ سے مشابہ ہو جائے گا، پس ابدال کی وجہ سے لفظ ایک لغت سے نکل کر دوسری لغت میں داخل ہو جائے گا۔ گو دونوں لغتوں میں ایک ہی معنی ہیں تَخَیَّرَهٗ الخ یعنی ابن مجاہد وغیرہ علماء قراءت نے مستثنیات کے اس پورے باب میں ہمزہ کی تحقیق کی ہے اور استثناء کی وجوہ پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

۲۲۱/۸ وَبَارِئِكُمْ بِالْهَمْزِ حَالَ سُكُوْنِهٖ ۞ وَقَالَ ابْنُ غَلْبُوْنٍ بِیَاءٍ تَبَدَّلَا

اور بَارِئِكُمْ کو ہمزہ ہی کے ساتھ پڑھا ہے اس کے سکون کی حالت میں۔ اور ابوالحسن طاہر بن غلبون نے ہمزۂ ساکنہ کو یاء سے بدلا ہے۔

سورۂ بقرہ میں بَارِئِكُمْ دو جگہ ہے سوسی نے دونوں جگہ ہمزہ کو ساکن پڑھا ہے۔ لہٰذا یہ لفظ بھی سوسی کے لیے ابدال سے مستثنیٰ ہوا۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ ابن غلبون شیخ القراءت نے اس میں ابدال کیا ہے۔ لیکن اشارہ اس

طرف ہے کہ دیگر محققین اہل قراءت نے ابن غلبون کی اس روایت پر اعتماد نہیں کیا، اور سوسی کے لیے ہمزہ میں تحقیق ہی کو اختیار فرمایا ہے۔

۹/۲۲۲ وَوَالَاهُ فِي بِئْرٍ وَفِي بِئْسَ وَرْشُهُمْ ۔ وَفِي الذِّئْبِ وَرْشٌ وَالْكِسَائِي فَأَبْدَلَا

اور ابدال میں موافقت کی ہے سوسی کے ساتھ لفظ بِئْر اور بِئْسَ میں ورش نے اور لفظ ذِئْب میں ورش اور کسائی نے بھی (سوسی کے ساتھ) ابدال کیا ہے۔

مطلب یہ کہ باوجود یکہ ورش کے لیے ہمزۂ ساکنہ میں ابدال اس وقت تھا جب کہ یہ ہمزہ فا کلمہ میں ہو، مگر انہوں نے تین ایسے کلموں میں ابدال کیا ہے کہ ہمزہ عین کلمہ میں ہے ایک وَبِئْرٍ مُعَطَّلَةٍ (حج) میں دوسرے لفظ بِئْسَ میں، جہاں بھی ہو، اور تیسرے لفظ ذِئْب میں جو سورۂ یوسف میں تین جگہ آیا ہے۔ اور لفظ ذِئْب میں کسائی بھی سوسی کے موافق ابدال کرتے ہیں اگرچہ ابدال ان کا اصول نہیں۔

۱۰/۲۲۳ وَفِي لُؤْلُؤٍ فِي الْعُرْفِ وَالنُّكْرِ شُعْبَةٌ ۔ وَيَأْلِتْكُمُ الدُّورِي وَالِابْدَالُ يُجْتَلَا

اور لفظ لُؤْلُؤ معرفہ ونکرہ میں شعبہ نے بھی ابدال کیا ہے۔ اور دوری بصری نے يَأْلِتْكُمْ بالہمز الساکن پڑھا ہے، اور يُجْتَلَىٰ کے مرموز سوسی کے لیے ابدال ہی دیکھا جاتا ہے۔

یعنی عاصم کے راوی شعبہ نے بھی سوسی کی موافقت کی ہے لفظ لُؤْلُؤ کے ہمزۂ ساکنہ کے ابدال میں، خواہ یہ لفظ معرفہ ہو جیسے يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ یا نکرہ ہو جیسے كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ سورۂ حجرات میں ابو عمرو بصری نے لَا يَأْلِتْكُمْ مِّنْ أَعْمَالِكُمْ پڑھا ہے، لہٰذا ان کے پہلے راوی دوری بصری کے لیے ہمزۂ ساکنہ میں تحقیق اور سوسی کے لیے حسب دستور ابدال ہوگا۔ اور باقین لَا يَلِتْكُمْ پڑھتے ہیں۔

۱۱/۲۲۴ وَوَرْشٌ لِئَلَّا وَالنَّسِيءُ بِيَائِهِ ۔ وَأَدْغَمَ فِي يَاءِ النَّسِيِّ فَثَقَّلَا

اور ورش نے ابدال کیا ہے لِئَلَّا اور اَلنَّسِيءُ میں ہمزہ کا یاء کے ساتھ۔ اور پھر اَلنَّسِيءُ میں یاء کا یاء میں ادغام کیا اور مشدد پڑھا ہے۔

یعنی ورش نے لِئَلَّا کے ہمزہ کو یاء سے بدلا ہے۔ قرآن میں یہ تین جگہ ہے۔ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ (بقرہ) لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ (نساء)۔ لِئَلَّا يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ (حدید)۔ نیز ورش نے إِنَّمَا النَّسِيءُ (توبہ) کے ہمزہ کو یاء سے بدل کر یاء کا یاء میں ادغام کیا ہے۔

١٢/٢٢٥ وَاِبْدَالُ اُخْرَى الْهَمْزَتَيْنِ لِكُلِّهِمْ — اِذَا سَكَنَتْ عَزْمٌ كَاٰدَمَ اُوْهِلَا

اور دو ہمزوں میں سے دوسرا ہمزہ جب ساکن ہو تو تمام قراء کے لیے ہمزۂ ساکنہ کا ابدال واجب ہے۔ جیسے اٰدَمَ اور اُوْهِلَا۔

مطلب یہ کہ جب دو ہمزہ ایک کلمہ میں اس طرح جمع ہوں کہ پہلا متحرک اور دوسرا ساکن ہو تو تمام قراء کے لیے اس میں ابدال واجب ہے۔ اگر پہلا ہمزہ مفتوح ہو تو الف سے بدل لیں گے جیسے اٰدَمَ، اٰتٰى، اٰمَنَ، اگر مضموم ہو تو واؤ مدہ سے جیسے اُوْتِيَ، اُوْذِيَ، اگر مکسور ہو تو یاء مدہ سے جیسے اِيْمَانًا، لِاِيْلٰفِ، اِيْتِ۔ قولہ اُوْهِلَا بمعنی وہ اہل بنایا گیا، اصل میں أُؤْهِلَ تھا۔ اور حسبِ قاعدہ ابدال ہوا۔ یہ کلمہ قرآنی نہیں، بطور نظیر لایا گیا ہے۔

بَابُ نَقْلِ حَرَكَةِ الْهَمْزَةِ اِلَى السَّاكِنِ قَبْلَهَا

١/٢٢٦ وَحَرِّكْ لِوَرْشٍ كُلَّ سَاكِنٍ اٰخِرٍ — صَحِيحٍ بِشَكْلِ الْهَمْزِ وَاحْذِفْهُ مُسْهِلَا

اور حرکت دے ورش کے لیے ہر ساکنِ آخر صحیح کو ہمزہ کی حرکت اور ہمزہ کو حذف کر دے۔ آسانی کا طریقہ اختیار کرتے ہوئے۔

یعنی جب کسی کلمہ کا آخر ساکن ہو اور حرف مد نہ ہو اور اس کے بعد والے کلمہ کے شروع میں ہمزۂ متحرک ہو تو ورش کے لیے اس ہمزہ کی حرکت اس ساکن کو دو اور ہمزہ کو حذف کر دو۔ یاد رہے کہ اس کو اصطلاح میں نقلِ حرکت کہتے ہیں جس کے لیے ناظم نے تین باتوں کو ضروری قرار دیا ہے، اول یہ کہ حرف ساکن ہو، دوسرے یہ کہ وہ ساکن آخر کلمہ میں ہو اور اس کے بعد ہمزہ ہو، تیسرے یہ کہ ساکن صحیح ہو یعنی حرف مد نہ ہو، تو ہمزہ کی جو بھی حرکت ہوگی وہ اس ساکن پر منتقل ہو جائے گی اور ہمزہ حذف کر دیا جائے گا۔ یہ ساکنِ آخر صحیح خواہ تنوین ہو جیسے كُفُوًا اَحَدٌ، مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ، لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ، نَارٌ حَامِيَةٌ، اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ۔ یا نون ساکنہ ہو مثلاً مَنْ اٰمَنَ، مِنْ اِسْتَبْرَقٍ۔ یا تائے تانیث ہو جیسے قَالَتْ اُوْلٰىهُمْ، قَالَتْ اُمَّةٌ۔ یا حرفِ لین ہو جیسے نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ، تَعَالَوْا اَتْلُ۔ یا لام تعریف ہو جیسے اَلْاُوْلٰى، اَلْاٰخِرَةَ۔ یا اور کوئی حرف ساکن ہو جیسے قَدْ اَفْلَحَ، اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ، الٓمّٓ اَحَسِبَ۔ لہٰذا ساکن متوسط صحیح پر نقل حرکت نہ ہوگی مثلاً قُرْاٰن۔ اسی طرح حرف مد پر نقل نہ ہوگی جیسے قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا۔ قولہ صَحِيحٍ احتراز از حرفِ مد سے مقصود ہے۔ حرفِ لین ہو تو نقل ہوگی۔ جیسا کہ مثالیں گذریں۔

نوٹ: سورۃ فاتحہ میں یہ آچکا ہے کہ میم جمع کے بعد ہمزۂ قطعی ہو تو ورش اس میم میں صلہ کرتے ہیں جیسے عَلَيْكُمْ

اَنْفُسَكُمْ ، معلوم ہوا کہ ایسی جگہ نقل حرکت نہیں ہے۔

٢ ٢٢٧ وَعَنْ حَمْزَةٍ فِي الْوَقْفِ خُلْفٌ وَعِنْدَهُ — رَوٰى خَلَفٌ فِي الْوَصْلِ سَكْتًا مُقَلَّلَا

٣ ٢٢٨ وَيَسْكُتُ فِي شَيْءٍ وَشَيْئًا ، وَبَعْضُهُمْ — لَدَى اللَّامِ لِلتَّعْرِيْفِ عَنْ حَمْزَةٍ تَلَا

٤ ٢٢٩ وَشَيْءٍ وَشَيْئًا لَمْ يَزِدْ ....

اور مروی ہے امام حمزہ سے وقف میں خُلف (نقل اور ترکِ نقل) اور نزدیک اس ساکن صحیح قبل الھمز کے خَلَف نے حالتِ وصل میں سکتۂ قلیلہ روایت کیا ہے اور وہ خلف لفظ شَیْءٍ اور شَیْئًا میں بھی سکتۂ قلیلہ کرتے ہیں۔

اور روایت کیا ہے بعض نے کہ امام حمزہ نے لام تعریف پر اور شَیْءٍ ، شَیْئًا پر سکتہ کیا ہے اور ان بعض نے اور کسی چیز کا اضافہ نہیں کیا۔ مطلب یہ کہ جب ہمزہ والے کلمہ کے آخر پر وقف کیا جائے تو اس ساکن اور اس ہمزہ کو پڑھنے میں ایک تو ورش کی طرح امام حمزہ نقل کرتے ہیں اور دوسری وجہ اُن کے لیے ترکِ نقل ہے۔ قولہ وَعِنْدَهُ میں ضمیر کا مرجع وہ ساکنِ آخر صحیح ہے جس پر ورش بعد والے ہمزہ کی حرکت نقل کرتے ہیں۔ معنی یہ ہوئے کہ خلف نے امام حمزہ سے اس ساکنِ آخر پر سکتہ کیا ہے جو ہمزۂ متحرکہ سے قبل واقع ہو رہا ہے یعنی حرف ساکن کو پڑھ کر ہمزہ کے تلفظ سے پہلے سکتۂ قلیلہ کرتے ہیں۔ عام اس سے کہ ہمزہ والے کلمہ کے آخر میں وقف کریں یا وصل کریں اور عام اس سے کہ حرفِ ساکن والا کلمہ اور ہمزہ والا رسمًا مفصول ہو جیسے مَنْ اٰمَنَ ، عَذَابٌ اَلِيْمٌ یا رسمًا متصل ہو جیسے اَلْاُوْلٰى ، اَلْاٰخِرَةُ ، اَلْاِنْسَانُ۔

نیز ایک تیسرا لفظ بھی ہے جس پہ ورش نقل نہیں کرتے مگر خلف اس میں بھی سکتہ کرتے ہیں اور وہ ہے لفظ شَیْءٌ مرفوع یا مجرور اور شَیْئًا منصوب۔ اس روایت کے اعتبار سے صرف خَلَف کے لیے مفصول ، مَنْ اٰمَنَ اور موصول شَیْءٍ ، شَیْئًا اور ذوالّلام اَلْاُوْلٰى تینوں قسموں میں سکتہ ہے۔ اور مفصول و ذوالّلام پر وقف کی صورت میں دو وجہ ہوں گی، نقل اور ترکِ نقل اور موصول پر وقف کا طریقہ اگلے باب میں آ رہا ہے اس روایت سے خلاد کے لیے کسی میں بھی سکتہ نہیں۔ آگے وَبَعْضُهُمْ سے دوسری روایت بیان کرتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ ذوالّلام اور موصول پر خلف و خلاد دونوں کے لیے سکتہ ہے کیونکہ پورے حمزہ کے لیے سکتہ نقل ہو رہا ہے جس میں خلف و خلاد دونوں آتے ہیں۔ قولہ لَمْ يَزِدْ یعنی اس راوی نے موصول اور ذوالّلام کے اوپر اور کسی قسم کا اضافہ نہیں کیا گویا ایک قسم مفصول تھی اس راوی نے وہ بیان نہیں کی۔ دونوں روایتوں کو جوڑنے سے یہ بات نکلتی ہے کہ وصل میں مفصول میں خلف کے لیے دو وجہ ہیں، سکتہ اور ترکِ سکتہ اور ذوالّلام اور موصول میں ان کے لیے صرف سکتہ ہے اور خلاد کے لیے وصل میں مفصول میں تو کوئی سکتہ نہیں اور ذوالّلام اور موصول میں دو دو وجہیں ہیں یعنی خُلف ہے سکتہ ، ترکِ سکتہ۔ اور مفصول و ذوالّلام پہ وقف کی حالت میں خلف وخلاد

دونوں کے لیے تفصیل مذکور ہے اور ایک نئی وجہ نقل بھی پیدا ہو جاتی ہے، لیکن یاد رہے کہ یہ صرف عقلی توجیہ ہے۔ مشائخ کا عمل اس طرح ہے کہ ذو اللام پر جب وقف کیا جائے تو خلاد کے لیے بھی مثل خلف کے صرف دو وجہ پڑھی جائیں، نقل اور سکتہ۔ اسی طرح خلف کے لیے وقف میں مفصول پر صرف دو وجہ پڑھی جائیں سکتہ اور نقل۔ یاد رہے کہ جس طرح میم جمع قبل الہمز کی صورت میں ورش کے لیے نقل نہیں، امام حمزہ کے لیے بھی نہیں ہے۔ اور یاد رہے کہ موصول کے ضمن میں صرف لفظ شیئ مراد ہے اور کوئی کلمہ مثل قرآن یا مسئولا وغیرہ داخل نہیں۔

۴ .... وَلِنَافِعٍ لَدٰى يُونُسٍ اٰلْاٰنَ بِالنَّقْلِ نُقِّلَا

اور نافع کے لیے سورۂ یونس میں لفظ اٰلْاٰنَ نقل حرکت کے ساتھ منقول ہوا ہے۔

یعنی سورۂ یونس میں دونوں جگہ لفظ اٰلْاٰنَ میں پورے نافع کے لیے نقل حرکت ہوئی ہے گویا اس لفظ میں قالون بھی ہمزۂ ثانیہ کا فتحہ نقل کر کے لام ساکنہ کو دیتے ہیں اور ہمزہ حذف کرتے ہیں لہٰذا ورش کے لیے تو نقل حرکت اُن کے اصولِ عام کے مطابق ہے اور قالون کے لیے ان کے اصول کے خلاف یہاں نقل ہوئی ہے۔ آلْاٰنَ مبتدا ہے اور نُقِّلَ خبر ہے، اور لفظ نُقِّلَ کو بتشدید القاف لانے میں قراءت کے تواتر اور کثرتِ نقل کی طرف اشارہ ہے۔

۲۳۰/۵ وَقُلْ عَادًا الْاُولٰى بِاِسْكَانِ لَامِهٖ وَتَنْوِيْنُهٗ بِالْكَسْرِ كَاسِيهِ ظَلَّلَا

اور کہہ تو کہ عَادَا الْاُولٰی (نجم) لام کے سکون کے ساتھ ہے اور عَادًا کی تنوین كَاسِيهٖ ظَلَّلَا کے مرموزین (شامی، مکی، کوفیین) کے لیے کسرہ کے ساتھ ہے۔

مطلب یہ کہ شامی، مکی اور کوفیین پانچ قراء نے عَادًا کو تنوین کے ساتھ پڑھا اور الْاُولٰى کے ہمزۂ وصل کو درجِ کلام میں حذف کر کے عَادًا کی تنوین کو کسرہ دے کر الْاُولٰى کے لام سے ملا دیا۔ کیونکہ التقاء ساکنین سے بچنے کی یہی صورت تھی۔ کلمۂ منونہ کے بعد جہاں بھی ہمزۂ وصل آتا ہے، یہی ہوتا ہے۔

۲۳۱/۶ وَاَدْغَمَ بَاقِيْهِمْ وَبِالنَّقْلِ وَصْلُهُمْ وَبَدْءُ هُمُوْا وَالْبَدْءُ بِالْاَصْلِ فُضِّلَا

۲۳۲/۷ لِقَالُوْنَ وَالْبَصْرِيْ ....

اور باقی قراء نافع اور ابو عمرو بصری نے عَادًا کے نون تنوین کا لامِ تعریف میں ادغام کیا ہے اور اُوْلٰی کے ہمزہ کا ضمہ نقل کر کے لام تعریف کو دیا ہے گویا نقل حرکت کا یہ عمل پہلے ہے اور اس نقل کی وجہ سے لام تعریف متحرک ہوا ہے۔

اسی لیے عَادًا کی تنوین کے لام میں بقاعدۂ یرملون ادغام ہوا۔

اس قراءت کے لغوی جواز میں ابوعمرو بصری فرماتے ہیں کہ اہلِ عرب بولتے ہیں رایت زِیَادًا لْعَجَمَ، جو اصل میں زِیَادًا الْاَعْجَمَ ہے۔ قولہ وَبِالنَّقْلِ وَصْلُهُمْ وَبَدْءُهُمْ یعنی خواہ عَادًا کو اَلْاُوْلٰی کے ساتھ ملاکر پڑھا جائے۔ یا عَادًا پر وقف کرتے ہوئے اَلْاُوْلٰی سے ابتدا کی جائے، دونوں صورتوں میں نافع اور ابوعمرو کے لیے اُوْلٰی کے ہمزہ کی حرکت کو لامِ تعریف کی طرف نقل کرکے پڑھنا چاہیئے۔ قولہ وَالْبَدْءُ بِالْاَصْلِ فُضِّلَا لِقَالُوْنَ وَالْبَصْرِیْ یعنی اَلْاُوْلٰی سے ابتدا کی جائے تو اگرچہ نقل کے ساتھ پڑھنا بھی صحیح ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہوا مگر قالون اور بصری کے لیے اَلْاُوْلٰی سے ابتدا کرنے میں بہتر یہ ہے کہ اصل کے مطابق بغیر نقل حرکت کے پڑھا جائے۔ اور ورش کے لیے یہ جائز نہیں کیونکہ ان کے یہاں نقل ہی متعین ہے۔

۷ ....وَتُهْمَزُ وَاوُهٗ لِقَالُوْنَ حَالَ النَّقْلِ بَدْءًا وَمَوْصِلَا

اور قالون کے لیے اُوْلٰی کی واؤ کو ہمزہ پڑھا جاتا ہے نقلِ حرکت کی حالت میں، ابتدا میں بھی اور وصل میں بھی۔

یعنی قالون کے لیے ایک اور مزید بات یہ ہے کہ وہ نقل حرکت کے وقت اُوْلٰی میں بجائے واؤ، ہمزۂ ساکنہ پڑھتے ہیں۔ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ وصل میں قالون کے لیے نقل حرکت لازمی ہے البتہ عَادًا پر وقف کرکے اَلْاُوْلٰی سے ابتدا کی جائے تو نقل حرکت کرنے اور نہ کرنے میں اختیار ہے لہٰذا اگر نقل حرکت نہ کی جائے جیسا کہ ابتدا بالاصل کو بہتر قرار دیا گیا ہے تو واؤ کی بجائے ہمزہ نہیں پڑھا جائے گا۔ اور اگر نقل کے ساتھ ابتدا کی جائے تو بجائے واؤ ہمزہ ساکنہ پڑھنا ضروری ہے۔ حاصل یہ ہوا کہ قالون کے لیے وصل میں یا ابتدا میں نقلِ حرکت کے وقت بجائے واؤ ہمزۂ ساکنہ پڑھنا ضروری ہے۔ اس ہمزہ کی وجہ یہ ہے کہ اُوْلٰی میں واو اصل میں ہمزہ ہی ہے اور پھر باقاعدۂ اٰمَنَ ابدال ہوا ہے اور چونکہ نقلِ حرکت کی وجہ سے ہمزۂ متحرکہ حذف ہو گیا اور اجتماع ہمزتین کی صورت نہ رہی تو ہمزہ اپنی اصل کی طرف لوٹ آیا اسی لیے ناظم نے اس ہمزہ کو پڑھنے کے لیے حَالَ النقل کی شرط لگائی۔

۲۳۳ وَتَبْدَا بِهَمْزِ الْوَصْلِ فِی النَّقْلِ كُلِّهٖ وَاِنْ كُنْتَ مُعْتَدًّا بِعَارِضِهٖ فَلَا

اور ابتدا کر ہمزۂ وصل کے ساتھ نقل کی تمام صورتوں میں اور اگر تو اس ہمزہ کے عارضی ہونے کا اعتبار کرنے والا ہو تو پھر (اس ہمزۂ وصل کے ساتھ) ابتدا مت کر۔

مطلب یہ کہ جب کلمہ معرّف باللام ہو اور لام تعریف ہمزۂ قطعی والے کسی کلمہ پر داخل ہو جیسے اَلْاِنْسَان، اَلْاَرْض وغیرہ تو نقل حرکت کی صورت میں ہمزۂ وصل کے ساتھ اور ہمزۂ وصل کے بغیر دونوں طرح ابتدا کر سکتے ہو خواہ اَلَرْضُ، اَلِنْسَان

پڑھو اور چاہے لَرْضُ، لِلُسَانُ پڑھو کیونکہ ہمزۂ وصل مابعد کے ساکن سے ابتدا کرنے کے لیے لاتے ہیں اور نقل حرکت کی وجہ سے لام متحرک ہوگیا ہے تو ہمزۂ وصل کی عارضی طور پر بھی ضرورت نہ رہی۔ مگر ہمزۂ وصل سے ابتدا بہتر ہے۔ اسی اصول کے مطابق بِئْسَ الِاسْمُ (حجرات) میں اگر اَلِاسْمُ سے ابتدا کی جائے تو ہمزۂ وصل کے ساتھ اَلِسْمُ اور لِسْمُ دونوں طرح پڑھنا صحیح ہے۔ اور یہ تمام قراء کے لیے ہے۔ **فائدہ**: جس طرح ورش کے لیے تمام قرآن میں مذکورہ دو صورتیں جائز ہیں۔ قالون اور بصری کے لیے بھی یہ دونوں وجوہ خاص اس موقع پر جائز ہیں اگر یہ کہا جائے کہ وہ نقل کے ساتھ ابتدا کر رہے ہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ وہ بغیر نقل کے اصل کے مطابق ابتدا کر رہے ہیں۔ تو ہمزۂ وصل کا پڑھنا ضروری ہے۔ **فائدہ**: عَادًا پر وقف کرتے ہوئے اَلْاُوْلٰى سے ابتدا کی جائے تو قالون کے لیے تین وجوہ ہیں۔(۱) اَلُؤْلٰى (شروع میں ہمزۂ وصل پھر لام مضمومہ پھر ہمزۂ ساکنہ) (۲) لُؤْلٰى (لام مضمومہ اور ہمزۂ ساکنہ، بغیر ہمزۂ وصل) (۳) اَلْاُوْلٰى (اصل کے مطابق، اور یہی کمی شامی کوفیین کے لیے ہے) اور ورش کے لیے ابتدا میں دو صورتیں ہیں۔(۱) اَلُوْلٰى (ہمزۂ وصل، پھر لام مضمومہ اور واؤ ساکنہ) (۲) لُوْلٰى (وہی پہلی صورت ہے مگر ہمزۂ وصل کے بغیر)۔ وجہِ اول میں ورش کے لیے بدل میں اَوجہِ ثلٰثہ ہیں اور وجہِ ثانی میں ان کے لیے صرف قصر ہے۔ ابو عمرو بصری کے لیے ابتدا میں تین صورتیں ہیں پہلی اور دوسری مثل ورش کے، اور تیسری، قالون کی تیسری وجہ کی طرح۔

۲۳۴ وَنَقْلُ رِدًا عَنْ نَافِعٍ وَكِتَابِيَهْ ۝ بِالِاسْكَانِ عَنْ وَرْشٍ اَصَحُّ تَقَبُّلَا

اور نافع سے لفظ رِدًا میں نقلِ حرکت ثابت ہے اور ورش سے كِتَابِيَهْ کی ھاء کو اسکان کے ساتھ پڑھنا مقبولیت میں زیادہ صحیح ہے۔

یعنی کلمہ "رِدْءًا" ہمزہ کی حرکت کو دال پر منتقل کرنا اور ہمزہ کو حذف کرنا نافع کے لیے ثابت ہے، اور وقف میں یہ تنوین الف سے بدل جائے گی یہ لفظ سورۂ قصص میں ہے فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْءًا يُّصَدِّقُنِي۔ اس کے بعد کہتے ہیں کہ لفظ كِتَابِيَهْ کو سورۂ حاقہ میں ورش کے لیے اسکان ہا، اور اِنِّيْ ظَنَنْتُ کے ہمزہ کو باقی رکھنا زیادہ صحیح ہے "زیادہ صحیح" کا مطلب یہ ہے کہ نقلِ حرکت بھی صحیح ہے لہٰذا ورش کے لیے دو وجہیں ہوگئیں۔ اور تحقیق ہمزہ اس لیے زیادہ صحیح ہے کہ یہ ھاءِ سکتہ ہے اور اس میں اصل یہ ہے کہ ساکن ہوتی ہے۔

بَابُ وَقْفِ حَمْزَةَ وَهِشَامٍ عَلَى الْهَمْزِ

۲۳۵ وَحَمْزَةُ عِنْدَ الْوَقْفِ سَهَّلَ هَمْزَهُ ۝ اِذَا كَانَ وَسْطًا اَوْ تَطَرَّفَ مَنْزِلَا

اور حرف ہمزہ جب کلمے کے درمیان یا آخر میں واقع ہو تو وقف کی حالت میں امام حمزہ اس ہمزہ میں تغیر کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ امام حمزہ نے وقف میں ہمزہ کو تبدیل کر کے پڑھا ہے جب کہ وہ وسطِ کلمہ یا آخر میں واقع ہو۔ واضح ہو کہ یہاں سَهَّلَ سے مطلق تغیر مراد ہے لہٰذا تغیر کی چاروں قسموں (بین بین، نقل، ابدال، حذف) کو شامل ہے۔ وَسُطًا اَوْ تَطَرَّفَ اس لیے فرمایا کہ ہمزہ بتدئہ اگر بعد ساکن ہو جیسے مَنْ اٰمَنَ ط اَلْاٰخِرَةُ ط اس کے تغیر کی تفصیل اوپر آچکی ہے اور اگر بعد متحرک ہو جیسے يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ط تو ہمزہ میں کوئی تغیر نہیں۔

۲۳۶ ۲ فَاَبْدِلْهُ عَنْهُ حَرْفَ مَدٍّ مُسَكِّنًا وَمِنْ قَبْلِهٖ تَحْرِيكُهٗ قَدْ تَنَزَّلَا

پس تو بدل دے ہمزہ کو امام حمزہ کے لیے حرفِ مد سے، اس حالت میں کہ تو ہمزہ کو ساکن پڑھ رہا ہو، اور اس سے پہلے حرف پر حرکت ہو۔

یعنی ہمزہ یا ساکن ہو گا یا متحرک اور ساکن یا وسطِ کلمہ میں ہو گا، (اور ظاہر ہے کہ اس کا سکون ہمیشہ لازم ہی رہے گا)۔ یا آخر کلمہ میں، اور آخر کلمہ کے ہمزہ کا سکون لازم ہو گا یا عارضی؟ ناظم نے یہاں ہمزۂ ساکنہ کا حکم بتلایا ہے خواہ وہ وسط میں ہو یا آخر میں، اور خواہ اس کا سکون عارضی ہو یا لازم، حکم یہ ہے کہ ہمزہ کو حرفِ مد سے بدل دیں گے، یعنی اگر ماقبل فتحہ ہو تو الف سے، ضمہ ہو تو واؤ سے، کسرہ ہو تو یاء سے۔ فَاَبْدِلْهُ میں ضمیر ہمزہ کی طرف راجع ہے اور عَنْهُ میں امام حمزہ کی طرف۔ اور مُسَكِّنًا بکسر کاف، اَبْدِلْهُ کی ضمیر فاعل مستتر سے حال ہے۔

امثلہ ہمزۂ ساکنہ فی وسط الکلمہ	يَاْكُلُوْنَ، تَاْخُذُوْنَهٗ، الذِّئْبُ، بِئْسَمَا، تَاْثِيْمًا، الْمُؤْتَفِكَةَ۔
سکون لازم فی آخر کلمہ	اِقْرَاْ، اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ، نَبِّئْ، هَيِّئْ۔
سکون عارض فی آخر الکلمہ	بَدَاَ، قُرِئَ، يُبْدِئُ، لِكُلِّ امْرِئٍ، تَفْتَؤُا۔

نوٹ: سکون لازم کا ماقبل ہمیشہ متحرک ہو گا، البتہ سکون عارضی کا ماقبل متحرک اور ساکن دونوں طرح ہو سکتا ہے۔ یہاں مراد قسم اوّل ہے یعنی ماقبل متحرک ہو۔ اگر ماقبل ساکن ہو تو اس کا بیان آگے آتا ہے جیسے يَشَآءُ وغیرہ۔

۲۳۷ ۳ وَحَرِّكْ بِهٖ مَا قَبْلَهٗ مُتَسَكِّنًا وَاَسْقِطْهُ حَتّٰى يَرْجِعَ اللَّفْظُ اَسْهَلَا

اور ہمزہ کی حرکت اس کے ماقبل کو دے دو، جب کہ اس کا ماقبل ساکن ہو، اور ہمزہ کو حذف کر دو، تاکہ لفظ آسان ہو جائے۔

یعنی جب ہمزہ متحرک ہو اور اس کا ماقبل حرف ساکن ہو، تو ہمزہ کی حرکت ساکن کو دے کر ہمزہ کو حذف کریں گے۔ اس کو نقل حرکت بھی کہتے ہیں۔ نقل حرکت کا یہ ضابطہ حسبِ ذیل تین صورتوں میں پایا جائے گا (۱) ہمزہ متحرک کا ماقبل صحیح

ساکن جیسے تَسْطَاهُ ، اَلْقُرْاٰن ، اَلظَّمْاٰن ، جُزْءًا ، اَلنَّشْاَةَ ، یَجْاَرُوْن ، اَلْخَبْءَ ، اَلْمَرْءِ ، مِلْءُ ، دِفْءٌ۔ (۲) ہمزہ متحرک کے ماقبل حرفِ لین واوِ اصلی یا ، یاء اصلی ہو جیسے ، سَوْءَةَ ، مَوْئِلًا ، سَوْءَ اتِكُمْ ، شَيْئًا ، كَهَيْئَةِ ، ظَنَّ السَّوْءِ ، شَيْءٌ ۔ (۳) ہمزہ متحرک کے ماقبل واوِ مدہ اصلیہ یا یاء مدّہ اصلیہ ہو جیسے اَلسُّوْٓاٰی ، سِيْٓـَٔتْ ، اَلْمُسِيْٓءُ ، اَنْ تَبُوْٓاَ ، لَتَنُوْٓءُ ، سِيْٓءَ ، جِيْٓءَ ۔

٤ ٢٣٨ سِوٰى اَنَّهٗ مِنْ بَعْدِ مَا اَلِفٍ جَرٰى ۔۔۔ يُسَهِّلُهٗ مَهْمَا تَوَسَّطَ مَدْخَلَا

سوائے اس کے کہ ہمزۂ متحرکہ الف کے بعد آرہا ہو تو امام حمزہ اس کو تسہیل سے پڑھیں گے مگر یہ تسہیل جب ہے کہ ہمزہ کلمے کے درمیان میں واقع ہو۔

مطلب یہ ہوا کہ اگر ہمزۂ متحرکہ الف کے بعد ہو اور منطرفہ نہ ہو بلکہ متوسط ہو تو امام حمزہ اس ہمزہ میں تسہیل بین بین کرتے ہیں کیونکہ ماقبل میں الف ہونے کی وجہ سے نقل حرکت ممکن نہیں جیسے دُعَآؤُكُمْ ، غُثَآءً ، خَآئِفِيْنَ ، اَلْقَلَآئِدَ ، بِاَسْمَآئِهِمْ ، يُرَآءُوْنَ ۔

نوٹ: امثلہ مذکورہ میں مد متصل ہے مگر سببِ مد یعنی ہمزہ مسہّل ہوگیا ہے، لہٰذا مد بقدر چھ حرکات اور قصر بقدر دو حرکت دونوں جائز ہیں چنانچہ آچکا ہے۔ (دیکھو شعر ۲۰۸)

وَاِنْ حَرْفُ مَدٍّ قَبْلَ هَمْزٍ مُغَيَّرٍ ۔۔۔ يَجُزْ قَصْرُهٗ وَالْمَدُّ مَا زَالَ اَعْدَلَا

٥ ٢٣٩ وَيُبْدِلُهٗ مَهْمَا تَطَرَّفَ مِثْلَهٗ ۔۔۔ وَيَقْصُرُ اَوْ يَمْضِىْ عَلَى الْمَدِّ اَطْوَلَا

اور جب یہ ہمزہ طرف میں واقع ہو تو امام حمزہ اس کو الف سے بدلتے ہیں اور قصر کرتے ہیں یا مدِّ طویل پر جاری رہتے ہیں۔

یعنی جو ہمزۂ منطرفہ الف کے بعد واقع ہو تو وقف میں امام حمزہ ماقبل کی جنس الف سے بدلتے ہیں، گویا دو الف جمع ہو جاتے ہیں۔ اس وقت یہ بھی جائز ہے کہ ایک الف کو حذف کر دیا جائے تاکہ کلمۂ واحدہ میں اجتماع ساکنین سے احتراز ہو سکے، اور جائز ہے کہ دونوں کو باقی رکھا جائے کیونکہ اجتماع ساکنین وقف میں جائز ہے۔ اور اگر دونوں میں ایک الف کو حذف کیا جائے تو یہ دیکھا جائے کہ کون سا الف حذف ہوا اگر محذوف پہلا ہے تو پھر قصر متعین ہے کیونکہ الف ثانیہ ہمزہ سے بدل کر آیا ہے اور اس میں قصر ہی ہو سکتا ہے جیسے بَدَاَ ، اَنْشَاَ ، اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ محذوف دوسرا ہے تو پھر مد و قصر دونوں جائز ہیں گویا الف ایک ایسا حرف مد ہے جو ہمزۂ مغیرہ سے قبل واقع ہے وہ ہمزہ جس میں دو تغیر ہوئے ایک ابدال بالالف دوسرے حذف، اور دونوں کے ابقاء کی تقدیر پر مدِ طویل بتقدیر تین

الف ہوگا یعنی بقدر چھ حرکات، مثلاً صَفْرَآءُ، اَلسُّفَهَآءُ، شُرَكَآءَ، اَلْمَآءَ۔

۶/۲۴۰ وَيُدْغِمُ فِيْهِ الْوَاوَ وَالْيَاءَ مُبْدِلًا   اِذَا زِيْدَتَا مِنْ قَبْلُ حَتّٰى يُفَصَّلَا

اور امام حمزہ، اس ہمزہ میں ماقبل کی جنس سے ابدال کرتے ہوئے واؤ اور یا کا ادغام کرتے ہیں (اور یہ صورت اس وقت ہے) جب واؤ اور یا زیادہ ہوں، تاکہ اصلی اور زائد میں فرق ہو جائے۔

یعنی ہمزۂ متحرکہ کا ماقبل اگر واؤ اور یاء ساکنہ زائدہ ہوں تو اس وقت ہمزہ کو ماقبل کی جنس سے بدلتے ہوئے ادغام کرتے ہیں جیسے خَطِيْٓئَتُهٗ، خَطٰيٰكُمْ، هَنِيْٓئًا، مَرِيْٓئًا، بَرِيْٓئُوْنَ، قُرُوْٓءٍ۔ زائد میں گفتگو اس لیے ہے کہ واؤ اور یاء اصلی کا حال اوپر آچکا ہے، کہ اس میں نقل حرکت ہوتا ہے۔

نوٹ: یہاں تک ہمزۂ متحرکہ بعد الساکن کے قواعد ختم ہو گئے۔ آگے ہمزۂ متحرکہ بعد المتحرک کو بیان کرتے ہیں۔

۷/۲۴۱ وَيُسْمِعُ بَعْدَ الْكَسْرِ وَالضَّمِّ هَمْزَهٗ   لَدٰى فَتْحِهٖ يَاءً وَّوَاوًا مُّحَوَّلَا

یعنی امام حمزہ کسرہ اور ضمہ کے بعد آنے والے ہمزۂ مفتوحہ کو (بالترتیب) یاء اور واؤ سے تبدیل کرتے ہیں مثلاً خَاطِئَةٍ، نَاشِئَةَ، مِائَةَ، فِئَةٍ، لِئَلَّا، يُؤَدِّهٖ، مُؤَجَّلًا، مُؤَذِّنٌ، فُؤَادَكَ، لُؤْلُؤًا۔

۸/۲۴۲ وَفِيْ غَيْرِ هٰذَا بَيْنَ بَيْنَ وَمِثْلُهٗ   يَقُوْلُ هِشَامٌ مَا تَطَرَّفَ مُسْهِلَا

اور اس کے علاوہ میں وہ ہمزہ کو بین بین پڑھتے ہیں اور امام حمزہ کی طرح ہشام بھی اس ہمزہ میں کہ جو متطرفہ ہو، تمام تغیرات کے قائل ہیں۔ اس شعر میں دو باتیں کہی گئی ہیں، ایک یہ کہ ہمزۂ متحرکہ بعد المتحرک میں ہمزۂ مفتوحہ بعد الکسر یا بعد الضم کے علاوہ تمام صورتوں میں تسہیل بین بین کرتے ہیں، گویا پہلی دو صورتوں میں ابدال باقی سات صورتوں میں تسہیل ہوگی جو کہ حسب ذیل ہے۔
(۱) ہمزۂ مفتوحہ بعد الفتح جیسے شَنَاٰنُ، مَاٰرِبُ، سَاَلَ۔ (۲) ہمزۂ مکسور بعد الضم جیسے سُئِلُوْا، سُئِلَتْ۔ (۳) ہمزۂ مکسور بعد الکسر جیسے بَارِئِكُمْ، خَاطِئِيْنَ، مُتَّكِئِيْنَ۔ (۴) ہمزۂ مکسور بعد الفتح جیسے مُطْمَئِنٌّ، يَوْمَئِذٍ، جِبْرَئِيْلَ (۵) ہمزۂ مضموم بعد الضم جیسے بِرُءُوْسِكُمْ۔ (۶) ہمزۂ مضموم بعد الکسر جیسے اَنْبِئُوْنِيْ، سَنُقْرِئُكَ، لِيُوَاطِئُوْا۔ (۷) ہمزۂ مضموم بعد الفتح جیسے رَءُوْفٌ، يَكْلَؤُكُمْ، تَؤُزُّهُمْ۔ تخفیف کا اصول یہ ہوا کہ ان ساتوں قسموں میں تسہیل ہوگی۔ ہمزہ مفتوح ہو تو بین الہمزہ والالف، مضموم ہو تو بین الہمزہ والواو اور مکسور ہو تو بین الہمزہ والیاء پڑھیں گے۔ اور اخفش کی رائے میں ان میں سے بعض قسموں میں کچھ اور وجوہ بھی جائز ہیں جن کا بیان آگے آتا ہے۔ قوله ومثله يقول هشام الخ دوسری بات یہ کہی گئی ہے۔ کہ تغیراتِ ہمزہ کی جتنی صورتیں بحالتِ وقف امام حمزہ کے لیے بیان کی گئی ہیں (اوّل باب سے یہاں تک) وہ

تمام تغیرات، وقف میں ہشام کے لیے بھی ہوں گے مگر صرف اس ہمزہ میں جو متطرف ہو ہمزہ مبتدئہ یا متوسطہ میں وہ ہمزہ کو محقق ہی پڑھتے ہیں (مثلاً اِقْرَأْ، یُبْدِئُ، اَلْخَبْءَ، مِلْءُ، نَشَآءُ، لُؤْلُؤٌ، صرف ہمزہ ثانیہ میں)۔

۹/۲۴۳ وَرِئْيًا عَلَىٰ إِظْهَارِهِ وَادِّغَامِهِ ۔۔۔ وَبَعْضٌ بِكَسْرِ الْهَا لِيَاءٍ تَحَوَّلَا

اور لفظ رِئْيًا کو (ہمزہ ساکنہ کی بالیاء تبدیلی کے بعد) اظہار اور ادغام دونوں پر پڑھنا جائز ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَرِئْيًا، میں اصول مذکورہ کے مطابق ابدال ہوگا دو یا جمع ہو جائیں گی ان میں اظہار و ادغام دونوں صحیح ہیں۔ اسی طرح تُؤْوِیْ، تُؤْوِیْهِ اور رُءْیَا میں بھی یہی حکم ہے۔ قولہ وبعضٌ الخ سورۂ بقرہ میں اَنْبِئْهُمْ اور سورۂ حجر و قمر میں نَبِّئْهُمْ میں اصول کے مطابق امام حمزہ کے لیے ہمزہ ساکنہ بالیاء تبدیل ہوگا۔ ابدال کے بعد هاء جمع پر ضمہ پڑھا جائے گا، جمہور اہلِ ادا اور ابوالفتح فارس اسی کو زیادہ بہتر کہتے ہیں مگر بعض مشائخ نے یاء کی وجہ سے هاء کے ضمہ کو کسرہ سے تبدیل کیا ہے۔

۱۰/۲۴۴ كَقَوْلِكَ اَنْبِئْهُمْ وَنَبِّئْهُمْ، وَقَدْ ۔۔۔ رَوَوْا اَنَّهُ بِالْخَطِّ كَانَ مُسَهِّلَا

قولہ وَقَدْ رَوَوْا الخ مطلب یہ کہ بعض اہلِ ادا نے امام حمزہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ وہ وقف میں ہمزہ کو اس کے رسم الخط کے مطابق تغیر کر کے پڑھتے تھے۔ آگے مصاحف کے مقتضا پر تخفیف کی مزید وضاحت کرتے ہیں۔

۱۱/۲۴۵ فَفِي الْيَا يَلِي وَالْوَاوِ وَالْحَذْفِ رَسْمَهُ ۔۔۔ . . . .

یعنی اتباعِ رسم کی صورت میں ہمزہ اگر بصورتِ یاء لکھا ہو تو یاء سے اور بصورتِ واؤ ہو تو واؤ سے بدلتے ہیں اور اگر محذوف الشکل ہو تو ہمزہ کو حذف کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مصاحف میں کہیں ہمزہ کو بصورت یاء، کہیں بصورتِ واؤ لکھا ہے اور کہیں محذوف الشکل ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ناظم نے ہمزہ کی صرف تین ہی صورتوں پر کیوں اکتفا کیا، بصورتِ الف کو کیوں بیان نہیں کیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس ہمزہ کی تخفیف جو بصورتِ الف لکھا ہوا ہو۔ تغیر قیاسی سے خارج نہیں ہے مثلاً اِقْرَأْ میں ہمزہ بصورت الف مرسوم ہے۔ تغیر قیاسی بھی یہی ہے کہ ہمزہ کو الف سے بدلا جائے گا یا مثلاً سَأَلَ میں تخفیف قیاسی تسہیل بین الہمز والالف ہے جو رسمِ عثمانی سے خارج نہیں ہوتی۔ بہرحال اس موقع پر چند باتیں ملحوظ رہیں۔ (۱) تغیر ہمزہ کے جو اصول اوپر بیان ہوئے ہیں ان کو تغیر قیاسی اور جن تغیرات کا یہاں بیان کر رہے ہیں ان کو تغیر رسمی کہتے ہیں۔ (۲) تغیر رسم کے ناقلین مغربی اہلِ ادا ہیں جیسے مکی ابن ابی طالبؒ فارس بن احمد، ابو عمرو دانی اور امام شاطبی، لیکن جمہور اہلِ ادا، مشارقہ اور

عراقیین بلکہ بہت سے مغاربہ بھی تخفیف قیاسی کی طرف مائل ہیں۔ (۳) اکثر مواقع میں تغیر قیاسی اور تغیر رسمی مل جاتے ہیں کوئی تخالف نہیں ہوتا تاہم اس تغیر رسمی کے باب کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جہاں بھی ہمزہ بصورت واؤ موسوم ہو وقف میں اس کو واؤ خالصہ سے بدلنا ہے یا جہاں بھی ہمزہ بصورت یا مرسوم ہو اس کو ضرور ہی یا خالصہ سے بدلنا ہے اسی طرح حذف کی صورت میں، بلکہ یہ پورا باب تابع نقل کے ہے۔ سماع، صحتِ نقل اور ثبوتِ روایت ہر تغیر کے لیے ضروری ہے مثلاً نِسَآؤُكُمْ، اَبْنَآؤُكُمْ وغیرہ میں ہمزہ بصورت واؤ مرسوم ہے۔ مگر وقف میں یہ تغیر یعنی ابدال بالواو الخالصہ کسی طرح جائز نہیں کیونکہ نہ یہ صحیح ہے اور نہ روایۃً ثابت ہے۔ لہٰذا تلاوت بھی صحیح نہ ہوگی، اسی طرح خَآئِفِیْنَ میں ابدال بالیاء درست نہیں۔ یَسْـَٔلُوْنَ میں ہمزہ محذوف الشکل ہے، مگر تغیر بحذف ہمزہ صحیح نہیں۔ (۴) قرآن میں بہت سے مواقع میں ہمزہ کو قیاسی رسم کے خلاف لکھا گیا۔ ہے ایسے مواقع میں وقف اور تغیر کی وجہ جائز کا معلوم کر لینا ضروری ہے، اس سلسلہ میں اجراء قرآءت کی دو کتابیں متداول و مشہور اور مستند ہیں۔ (۱) غیث النفع فی اجراء السبع سراج القاری کے حاشیہ پر، تالیف العلامۃ النوری الصفاقسیؒ۔ (۲) البدور الزاہرہ فی القراءات العشرۃ، تالیف شیخ عبدالفتاح قاضیؒ۔ (۵) ہمزہ کے رسم کی شکلوں کے قواعد کتب رسم سے معلوم کرنے چاہئیں مثلاً عقیلۃ الاتراب، للشاطبیؒ، المقنع، للدانیؒ نیز رسالہ توضیح المرام فی وقف حمزۃ وہشام، للراقم، قابلِ دید ہے۔

۱۱ .... وَالْاَخْفَشُ بَعْدَ الْكَسْرِ ذَا الضَّمِّ اَبْدَلَا

۱۲/۲۴۶ بِيَاءٍ وَعَنْهُ الْوَاوُ فِيْ عَكْسِهٖ وَمَنْ ... حَكٰى فِيْهِمَا كَالْيَا وَكَالْوَاوِ اَعْضَلَا

اور اخفش نے کسرہ کے بعد ضمہ والے ہمزہ کو یاء سے بدلا ہے، اور اخفش ہی سے نقل کیا گیا ہے کہ اس کے عکس کی صورت میں ہمزہ واؤ سے بدلتا ہے۔ اور جس نے ان دونوں صورتوں میں (بالترتیب) تسہیل کالیا اور تسہیل کالواو کو نقل کیا ہے اس نے مشکل صورت اختیار کی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اخفش نحوی کے یہاں ہمزۂ مضموم بعد الکسر کو یاء خالصہ سے، اور ہمزۂ مکسورہ بعد الضم کو واو خالصہ سے بدلا جاتا ہے یعنی سُئِلَ جیسے لفظ کو سُوِلَ۔ اور مُسْتَهْزِءُوْنَ کے قسم کے الفاظ کو مُسْتَهْزِيُوْنَ پڑھیں گے۔ قولہ وَمَنْ حَكٰى فِيْهِمَا الخ اخفش والی دونوں وجہوں میں بعض مشائخ کا یہ مذہب بھی ہے کہ وہ تسہیل بعید اختیار کرتے ہیں کہ سُئِلَ میں ہمزہ کو، بین الہمز والواو، اور خَاطِئُوْنَ میں، بین الہمز والیا، پڑھتے ہیں۔ اَعْضَلَا شاطبی فرماتے ہیں کہ تسہیل کی یہ شکل ادا میں مشکل ہے لہٰذا عملاً قابلِ ترک ہے یاد رہے کہ تسہیل کی دو قسمیں ہیں، قریب، بعید۔ قریب یہ کہ ہمزہ کو ہمزہ اور اس حرفِ مد کے درمیان پڑھنا جو اس ہمزہ کی حرکت کے موافق ہو۔ اور بعید یہ کہ ہمزہ کو ہمزہ اور اس حرفِ مد کے درمیان پڑھنا جو اس کے حرفِ ماقبل کی حرکت کے موافق ہو۔

۱۳/۲۴۷ وَمُسْتَهْزِؤُونَ الْحَذْفُ فِيْهِ وَنَحْوِهِ ۔۔۔ وَضَمٌّ وَكَسْرٌ قَبْلُ قِيْلَ وَاُخْمِلَا

اور مُسْتَهْزِؤُنَ میں اور اس جیسے دیگر لفظوں میں (امام حمزہ سے) حذف ہمزہ بھی منقول ہے اور ماقبل میں ضمہ ہوگا۔ اور ماقبل میں کسرہ بھی کہا گیا ہے اور یہ متروک ہے۔

یعنی امام حمزہ سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ مُسْتَهْزِءُوْنَ، لِيُطْفِئُوْا اور مُتَّكِئُوْنَ جیسے لفظوں میں ہمزہ کو حذف کرتے ہیں اور ضمہ ماقبل کو نقل کرتے ہیں واضح ہو کہ قیاس اور ادا دونوں کے اعتبار سے یہ شکل جائز و صحیح ہے لیکن ہمزہ حذف کر کے اس کے ماقبل کسرہ باقی رکھنا قیاس اور روایت دونوں کے اعتبار سے غلط ہے۔ ناظم نے لفظ اُخْمِلَا میں اسی کو فرمایا ہے کہ یہ متروک ہے لہذا فعل اُخْمِلَا کی ضمیر نائب فاعل صرف کسرہ کی طرف راجع ہے، اور آخر میں الف اطلاقی ہے۔ الف کو تثنیہ کا قرار دے کر ضمہ اور کسرہ دونوں کی ضمیر سمجھنا صحیح نہیں۔ اگر ناظم کے ذہن میں یہی بات ہوتی تو قِيْلَا وَاُخْمِلَا فرماتے تاکہ ضمیر تثنیہ سے ضم و کسر دونوں مراد ہو جائیں۔ حاصل یہ کہ مُسْتَهْزِءُوْنَ وغیرہ میں تسہیل[۱] بین الہمز والواو (علی مذہب سیبویہ) ابدال[۲] بالیاء (علی مذہب اخفش) اور حذف[۳] ہمزہ مع الضم قبلہا تینوں صحیح ہیں۔ اور تسہیل[۱] بعید اور حذف[۲] ہمزہ مع بقاء الکسر قبلہا متروک ہیں۔

۱۴/۲۴۸ وَمَا فِيْهِ يُلْفٰى وَاسِطًا بِزَوَائِدٍ ۔۔۔ دَخَلْنَ عَلَيْهِ فِيْهِ وَجْهَانِ اُعْمِلَا

۱۵/۲۴۹ كَمَا هَا وَيَا وَاللَّامِ وَالْبَا وَنَحْوِهَا ۔۔۔ وَلَامَاتِ تَعْرِيْفٍ لِمَنْ قَدْ تَاَمَّلَا

اور وہ لفظ کہ جس میں ہمزہ (حقیقت میں تو وہ ابتدا میں ہو مگر) وسط میں ہو جائے ان زوائد کی وجہ سے جو اس پر داخل ہوئے ہوں تو اس میں (بحالت وقف) دونوں وجہیں عمل میں لائی گئی ہیں۔

جیسے ہَاء[۱] (تنبیہ مثلاً هَاَنْتُمْ) اور یَاء[۲] (حرف ندا، مثلاً یٰاٰدَمُ) اور لام[۳] (تاکید یا لام[۴] جر جیسے لَاَنْتُمْ، لِاَبَوَيْهِ) اور باء[۵] (جیسے بِاَنَّهُمْ، لِبِاِمَامٍ، فَبِاَيِّ) اور اس جیسے (ہمزہ[۶] مثلاً ءَاَنْذَرْتَهُمْ، سین[۷] مثلاً سَاَصْرِفُ۔ فاء[۸] مثلاً فَاٰمِنُوْا، کاف[۹] مثلاً كَاَنَّهُمْ، واو[۱۰] مثلاً وَاَنْتُمْ) اور لام[۱۱] ہائے تعریف، ہر اس شخص کے لیے جو غور کرے۔ وسط کلمہ میں جو ہمزہ واقع ہو رہا ہو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ حقیقت میں ہی وسط میں ہو جیسے سَاَلَ، يَئِسُوْا۔ وغیرہ۔ اس قسم میں تخفیفات و تغیرات، قواعد مذکورۂ بالا کے مطابق ہوں گے۔ دوسرے یہ کہ ہمزہ حقیقت میں تو متوسط نہ ہو مگر اس پر زوائد داخل ہو جائیں، جیسا کہ اس شعر میں بیان ہوئے ہیں، تو ایسے کلمات میں دونوں صورتیں جائز ہیں چاہے قواعد بالا کے مطابق تغیر کر لیا جائے۔ اور چاہے ہمزہ کو بلا تغیر تحقیق سے پڑھا جائے۔ مذہب اول فارس ابن احمد کا ہے۔

اور ثانی ابوالحسن طاہر بن غلبون کا ہے۔ فائدہ: اَلَّذِی اؤْتُمِنَ۔ یَا صَالِحُ ائْتِنَا، لِقَآءَنَا ائْتِ۔ وغیرہ میں ہمزہ متوسط بالکلمہ ہے
یہاں ہمزہ میں تحقیق و ابدال دونوں جائز ہیں مگر بعض علماء نے صرف تحقیق کہا ہے۔ (الوافی)

۱۶/۲۵۰ وَاَشْمِمْ وَ رُمْ فِیْمَا سِوٰی مُتَبَدِّلٍ ۞ بِهَا حَرْفَ مَدٍّ وَاعْرِفِ الْبَابَ مَحْفِلَا

اور اشمام و روم کے ساتھ وقف کر ان صورتوں کے ماسوی میں، جن میں ہمزہ کو حرفِ مد سے بدلا گیا ہو۔ اور پورے باب کو یک جا کرتے ہوئے اس میں معرفت پیدا کر۔

اس شعر میں ناظم یہ بتلا رہے ہیں کہ ہمزہ کے تغیرات والے اس باب میں اشمام و روم کے ساتھ وقف کرنا بھی جائز ہے اور تقریباً تمام احوال میں جائز ہے مگر اس وقت جائز نہیں کہ ہمزہ متطرفہ کو حرف مد سے بدلا گیا ہو مثلاً ہمزہ، حرفِ متحرک یا الف کے بعد واقع ہو رہا ہو تو اس وقت روم و اشمام کے ساتھ وقف صحیح نہیں ہوگا۔ اور اس وقت روم و اشمام صحیح ہوگا کہ ہمزہ کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دی گئی ہو اور ہمزہ حذف کیا گیا ہو مثلاً دِفْءٌ، شَیْءٍ، مَثَلُ السَّوْءِ، جُزْءٌ، یَنْظُرُ الْمَرْءُ، ایسے ہی ہمزہ کو واؤ سے بدلنے کے وقت جب کہ وہ واو زائدہ کے بعد واقع ہو مثلاً قُرُوْءٍ، یا یاء زائدہ کے بعد واقع ہونے کی صورت میں ابدال بالیاء کیا گیا ہو مثلاً اِنَّمَا النَّسِیْءُ، اور ہمزہ کو حرفِ مد سے بدلے جانے اور روم و اشمام جائز نہ ہونے کی مثال جیسے اِقْرَاْ، نَبِّئْ، مِنْ شَاطِیءِ، یَشَآءُ، مِنَ السَّمَآءِ۔ روم و اشمام اس وقت ناجائز ہیں کہ حروف مد میں حرکت کی اصلاً کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔

۱۷/۲۵۱ وَمَا وَاوٌ اَصْلِیٌّ تَسَکَّنَ قَبْلَهٗ ۞ اَوِ الْیَا فَعَنْ بَعْضٍ بِالْاِدْغَامِ حُمِّلَا

اور وہ ہمزہ کہ اس سے پہلے واو اصلی ساکنہ یا یاء اصلی ساکنہ واقع ہو تو (بجائے نقل حرکت کے، جو کہ جمہور کا مذہب تھا) بعض مشائخ سے وہ ہمزہ (ابدال اور) ادغام کے ساتھ روایت کیا گیا ہے۔

واؤ اور یاء ساکنہ جو ہمزہ سے پہلے واقع ہوں ان کی دو قسمیں تھیں۔ اصلی اور زائدہ۔ دونوں کا حکم بھی اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ اصلی ہونے کی صورت میں نقل حرکت اور ہمزہ کا اسقاط ہوتا ہے اور زائدہ ہونے کی صورت میں ابدال و ادغام ہوتا ہے لیکن بعض مشائخ نے ان میں اصلی یا زائدہ کی کوئی تفریق نہیں کی بلکہ دونوں صورتوں میں ہمزہ کو ماقبل کی جنس واؤ یا یاء سے بدل کر ادغام ہی کیا ہے، خواہ وہ واؤ یا یاء مدہ ہوں یا لین ہوں اور خواہ ہمزہ متوسطہ ہو یا متطرفہ۔ جیسے اَلسُّوْآی، سِیْئَتْ، سَوْءَةَ، لَتَنُوْءُ، کَهَیْئَةِ، شَیْئًا۔

۱۸/۲۵۲ وَمَا قَبْلَهُ التَّحْرِیْكُ اَوْ اَلِفٌ مُحَرْ ۞ رَكًا طَرَفًا فَالْبَعْضُ بِالرَّوْمِ سَهَّلَا

اور وہ ہمزہ کہ اس کا ماقبل متحرک ہو یا الف ہو، دراں حال کہ خود ہمزہ متحرک و متطرفہ ہو تو بعض مشائخ نے اس میں روم کے ساتھ تسہیل کی ہے۔

جیسے یُبْدِئُ، لِكُلِّ امْرِئٍ، تَفْتَؤُا، اَللُّؤْلُؤُ اور يَشَآءُ، مِنْ مَّآءٍ، تو اگرچہ جمہور کے نزدیک اس میں روم و اشمام جائز نہیں۔ جیسا کہ ناظم اوپر بتا کر آئے ہیں، مگر بعض اہلِ ادا کے نزدیک اس میں روم جائز ہے لیکن ہمزہ میں تسہیل ہوگی بشرطیکہ یہ ہمزہ مضموم یا مکسور ہو گویا وقف بالاسکان کی صورت میں ابدال ہوگا۔ اور وقف بالروم میں تسہیل ہوگی۔ اور حقیقۃً ان دونوں میں کوئی تنافی بھی نہیں۔

۱۹
۲۵۳ وَمَنْ لَمْ يَرُمْ وَاعْتَدَّ مَحْضًا سُكُونَهُ ۔۔۔ وَاَلْحَقَ مَفْتُوحًا فَقَدْ شَذَّ مُوغِلَا

اور جس نے روم ہی نہیں کیا اور محض سکون ہی کو معتبر مانا ہے اور وہ کہ جس نے روم میں مفتوح کو بھی شامل کر دیا ہے، پس حقیقت میں ہر ایک نے ہی شاذ بات کہنے میں حد سے تجاوز کیا ہے۔

ناظم نے شعرِ سابق میں بعض اہلِ ادا کا یہ مذہب بیان کیا تھا کہ ہمزۂ متحرکہ متطرفہ جو حرفِ متحرک یا الف کے بعد واقع ہو اس میں تسہیل کے ساتھ روم جائز ہے، اس کے ساتھ ہی ہم نے یہ بیان کیا تھا کہ روم کا محل مجرور یا مرفوع ہوتا ہے۔ ناظم اس شعر میں دو دوسرے مذہب بیان کرتے ہیں ایک یہ کہ صرف ابدال پر اکتفا کیا جائے اور تسہیل مع الروم جائز نہیں، خواہ ہمزہ مضموم ہو یا مکسور ہو یا مفتوح۔ اور اس کی وجہ وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ ہمزہ میں جب تسہیل بین بین ہو تو ساکن کے قریب ہوتا ہے اور ساکن میں روم نہیں ہوتا تو تسہیل مع الروم ناجائز ہے، دوسرا مذہب یہ کہ تسہیل مع الروم ہر حال میں جائز ہے خواہ ہمزہ مکسور ہو یا مضموم ہو یا مفتوح، اور علت یہ بیان کی کہ ہمزۂ مسہلہ اگرچہ ساکن کے قریب ہوتا ہے کیونکہ اس میں ضعف آجاتا ہے لیکن پھر بھی ہمزۂ متحرکہ کے درجے میں ہوتا ہے اور دلیل یہ ہے کہ وہ شعر میں ہمزۂ متحرکہ ہی کے قائم مقام ہوتا ہے اور جب وہ متحرکہ کے قائم مقام ہو گیا تو تینوں حرکتوں میں روم جائز ہے کیونکہ عربی میں مفتوح میں بھی روم ہوتا ہے۔ ناظم نے ان دونوں کا رد کیا ہے۔ وَاعْتَدَّ بمعنی وَاعْتَبَرَ۔ وَاَلْحَقَ یعنی وَمَنْ اَلْحَقَ اس سے دوسرے مذہب والوں کا رد ہے کہ دونوں مذہب باطل ہیں۔ مُوغِلًا، اِيغَال سے ہے جس کے معنی ہیں آدمی کا صحیح راستہ سے دُور نکل جانا۔

۲۰
۲۵۴ وَفِي الْهَمْزِ اَنْحَاءٌ وَعِنْدَ نُحَاتِهِ ۔۔۔ يُضِيءُ سَنَاهُ كُلَّمَا اسْوَدَّ اَلْيَلَا

اور ہمزہ میں اور بہت سے طرق ہیں اور نحویوں کے یہاں اس کی (تحقیقات کی) چمک خوب روشن ہوتی ہے۔ جب بھی (ناواقفوں میں) وہ ہمزہ تاریک ہو گیا ہوتا ہے مثل اندھیری بات کے۔

اَنْحَاءٌ، نحو کی جمع بمعنی طریق۔ نُحَاة، ناحی کی جمع بمعنی نحو جاننے والے، یہاں عرفی لوگ مراد ہیں۔ سَنَا، روشنی۔

لَیْلٌ اَلْیَلُ، یعنی سخت اندھیری رات۔

بَابُ الْاِظْهَارِ وَالْاِدْغَامِ

یعنی اظہار و ادغام کا بیان جو آئندہ آنے والے تین بابوں میں منقسم ہے۔

۱/۲۵۵ سَاَذْكُرُ اَلْفَاظًا تَلِيهَا حُرُوفُهَا ۔۔۔ بِالْاِظْهَارِ وَالْاِدْغَامِ تُرْوٰى وَتُجْتَلَا

اب میں کچھ الفاظ ذکر کروں گا ان کے ساتھ ہی ان کے وہ حروف بھی آئیں گے جو اظہار یا ادغام کے ساتھ روایت کیے جاتے اور دیکھے جاتے ہیں۔

ادغام سے ادغام صغیر مراد ہے، اور وہ الفاظ جن کے ذکر کا وعدہ کر رہے ہیں۔ اِذْ، قَدْ، تاءِ تانیث، هَلْ و بَلْ ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کو ذکر کرنے کے بعد اس کے ان حرفوں کا ذکر کریں گے جن میں ان الفاظ کا اختلاف قراء کے مطابق ادغام یا اظہار ہو رہا ہوگا، اور یہ حروف، اوائل کلمات میں مراد ہوں گے جس طرح ادغام کبیر میں کہہ چکے ہیں۔

۲/۲۵۶ فَدُونَكَ اِذْ فِي بَيْتِهَا وَحُرُوفُهَا ۔۔۔ وَمَا بَعْدُ بِالتَّقْيِيدِ قُدْهُ مُذَلَّلَا

چنانچہ لفظ اِذْ کو اس کے مخصوص شعر میں اور اس کے حروفِ مدغمہ کو یاد کر۔ اور اس کے بعد میرے بیان تقییدی کے مطابق اس کو اپنی طرف کھینچ قابو کرتے ہوئے۔

یعنی ان الفاظ مذکورہ میں سے لفظ اِذْ کو مثلاً اس کے مخصوص شعر میں دیکھو اور ان حرفوں کو بھی یاد کر لو جو اسی شعر میں اِذْ کے بعد ذکر کیے جائیں گے۔ اور اس طرح ہمارے بیان سے آپ کو ذال اِذْ کے اظہار و ادغام میں قراء کا مذہب معلوم ہو جائے گا۔ دُونَكَ، اسم فعل ہے جس کے معنی ہیں یاد کر لو، لے لو۔

۳/۲۵۷ سَاُسْمِي وَبَعْدَ الْوَاوِ تَسْمُو حُرُوفُ مَنْ ۔۔۔ تَسَمّٰى عَلٰى سِيمَا تَرُوقُ مُقَبَّلَا

میں (قاری یا راوی کا بصورتِ رمز) نام لوں گا۔ اور اس کے بعد واؤ فاصل لاؤں گا اور اس واؤ کے بعد اس قاری یا راوی کے حروفِ مدغمہ یا مظہرہ ایک خاص علامت پر واضح ہو رہے ہوں گے، وہ علامت خوشگوار ہوگی چوم لینے کے قابل۔

آپ کو یاد ہوگا کہ ختم مسئلہ کے لیے واوِ فاصل لانے کا طریقہ اس تمام کتاب میں رائج ہے مگر اس باب میں مزید ایک واوِ فاصل کا اضافہ ہوا ہے جو قاری یا راوی کی رمز اور اس کے حروفِ مدغمہ یا مظہرہ کے درمیان آئے گی، تاکہ رمز

اور حروف میں اشتباہ نہ ہو، اور جب مسئلہ ختم ہو جائے گا تو حسب معمول واؤ فاصل لائیں گے۔ اس شعر میں اسی عارضی اور نئی واؤ فاصل کا بیان مقصود ہے۔

نوٹ: یہ عارضی واؤ فاصل اسی وقت لائی جائے گی جب قاری یا راوی کے ناموں کی طرف بصورت رمز اشارہ ہو رہا ہو، بصراحت نام لینے کی صورت میں چونکہ کوئی اشتباہ پیدا نہیں ہوتا، اس لیے یہ واؤ فاصل بھی نہ ہوگی مثلاً آگے آتا ہے۔ ع

وَاَدْغَمَ وَرْشٌ ضَرَّ ظَمْاٰنَ وَامْتَلَا

کہنا چاہتے ہیں کہ ورش نے دالِ قَدْ کا ضَ اور ظَآ میں ادغام کیا ہے، چونکہ ورش کا نام بصراحت لیا ہے اس لیے وَرْشٌ کے بعد یہ عارضی واؤ فاصل نہیں لائے، البتہ ختم مسئلہ کے لیے واؤ مستقل لفظ وَامْتَلَا میں لائی گئی۔ تَسْمُوْ، سُمُوٌّ سے بلند اور ممتاز ہونا۔ سِیْمَا، علامت۔ تَرُوْقُ، رَوْقٌ سے بارونق اور پیارا ہونا۔ مُقْبَلًا، چوم لینے کی جگہ، مسئلہ کے واضح ہونے کی طرف اشارہ ہے کہ قاری کی رمز اور حروفِ مدغمہ یا مظہرہ میں کوئی اشتباہ نہ ہوگا کیونکہ میرا بیان بڑا دلآویز اور پیارا ہوگا۔

۴/۲۵۸ وَفِیْ دَالِ قَدْ اَیْضًا وَتَاءِ مُؤَنَّثٍ ۔۔۔ وَفِیْ هَلْ وَبَلْ فَاحْتَلْ بِذِهْنِكَ اَحْیَلَا

اور دالِ قَدْ اور تاءِ تانیث ساکنہ اور هَلْ وَبَلْ کے لاموں میں بھی میں یہی طریقہ اختیار کروں گا۔ پس تو اپنے ذہن میں تدبیر سے کام لے، اس حال میں کہ تو بڑا صاحبِ تدبیر ہے۔

ذِکْرُ ذَالِ اِذْ

۱/۲۵۹ نَعَمْ اِذْ تَمَشَّتْ زَیْنَبٌ صَالَ دَلُّهَا ۔۔۔ سَمِیُّ جَمَالٍ وَاصِلًا مَنْ تَوَصَّلَا
ت ز ص د س ج

لفظی ترجمہ: ہاں جس وقت چلی زینب تو اس کے نازو انداز نے حملہ کیا اس حال میں کہ وہ نازو انداز بلند جمال تھا۔ اور ملاقات کرتا تھا اس سے جو ملاقات کا طالب ہو۔

صَالَ، حملہ کیا۔ دَلٌّ، نازو انداز۔ سَمِیُّ جَمَالٍ، لفظ دَلٌّ سے حال ہے، بلند جمال۔ وَاصِلًا مَنْ تَوَصَّلَا، دوسرا حال ہے۔ شعر کا مقصدی پہلو یہ ہے کہ ذالِ اِذْ کے اظہار یا ادغام کا قراءِ سبعہ کے درمیان اختلافی تقابل کل چھ حروف میں ذکر ہے اور وہ چھ حروف یہ ہیں۔ تآ، زآی، صاد، دال، سین اور جیم۔ جیسے اِذْ تَبَرَّاَ، وَاِذْ زَیَّنَ، وَاِذْ صَرَفْنَا، اِذْ دَخَلُوْا، وَاِذْ سَمِعْتُمُوْهُ، اِذْ جَآءُهُمْ۔

نوٹ: یاد رہے کہ ذالِ اِذ کے بعد صاد صرف ایک جگہ ہے جس کی مثال دی گئی اور زآی دو جگہ ہے۔ ایک کی مثال گذر گئی دوسری جگہ وَاِذْ زَاغَتْ، (الوافی)

٢/٢٦٠ فَاِظْهَارُهَا اَجْرٰى دَوَامَ نَسِيْمِهَا   وَاَظْهَرَ رِيًّا قَوْلِهٖ وَاصِفُ جَلَا
د ن د ق ج

پس اس ذالِ اِذ کے اظہار نے اپنی نسیمِ صبح کے دوام کو جاری کیا، اور ظاہر کیا لپنے قول کی سیرابی کو ایک ایسے وصف والے نے جو جلوہ افروز ہوا۔

یعنی حروف ستہ میں نافع ابن کثیر اور عاصم نے اظہار ہی کیا ہے وہ کسی حرف میں بھی ادغام نہیں کرتے ہیں، اور کسائی وخلاد نے صرف جیم میں اظہار کیا، اور باقی پانچ حروف میں ادغام کیا ہے۔

٣/٢٦١ وَاَدْغَمَ ضَنْكًا وَاصِلٌ تُوْمَ دُرِّهٖ   وَاَدْغَمَ مَوْلًى وُجْدُهٗ دَائِمٌ وِلَا
ض ت د م د

ترجمہ: اور داخل کیا تنگی میں ایک وصل والے نے اپنے موتیوں میں سے ایک چاندی کے موتی کو، اور داخل کیا، ایک دوست نے کہ اس کا سرمایہ دائمی محبت تھا۔

یعنی خلف نے مذکورہ چھ حروف میں سے ذالِ اِذ کا صرف تاء اور دال میں ادغام کیا ہے اور باقی میں اظہار کیا ہے، اور ابنِ ذکوان نے صرف دال میں ادغام کیا ہے اور باقی پانچ میں اظہار۔ ناظم کا بیان یہاں ختم ہوجاتا ہے، جن قراء کا ذکر نہیں آیا ہے وہ ابوعمرو بصری اور ہشام ہیں۔ ان غیر مذکورین کے لیے تمام چھ حروف میں ادغام ثابت ہوا کیونکہ اظہار کی ضد ادغام ہے۔ گویا قراء تین طرح کے ہیں (۱) حروفِ ستہ میں اظہار کرنے والے۔ نافع، مکی، عاصم۔ (۲) کچھ میں اظہار اور کچھ میں ادغام کرنے والے۔ کسائی، حمزہ، ابن ذکوان۔ (۳) تمام حروف میں ادغام کرنے والے۔ ابوعمرو بصری، ہشام۔ واضح رہے کہ وَاصِلٌ اور وُجْدُهٗ میں واو فاصل عارضی اور وَاَدْغَمَ اور وِلَا میں واو فاصل مستقل ہے۔

لغات: ضَنْكٌ تنگ سوراخ۔ تُوْمَ، تُوْمَةٌ کی جمع چاندی کا موتی۔ مَوْلًى، محب، دوست۔ وُجْدٌ، سرمایۂ دولت۔ وِلَا محبت۔

ذِكْرُ دَالِ قَدْ

١/٢٦٢ وَقَدْ سَحَبَتْ ذَيْلًا ضَفَا ظَلَّ زَرْنَبٌ   جَلَتْهُ صَبَاهُ شَائِقًا وَمُعَلِّلَا
س ذ ض ظ ز ج ص ش

ترجمہ: زینب نے اپنا وہ دامن کھینچا جو طویل تھا پھیلی وہ خوشبو کہ ظاہر کیا اس کو اس کی مہک نے اس حال میں کہ وہ خوشبو شوق میں ڈالنے والی اور دل بہلانے والی تھی۔

یعنی قراء سبعہ میں دالِ قَدْ کے اظہار یا ادغام کے اختلاف کا مسئلہ آٹھ حروف میں دائر ہے، سین، ذال، ضاد، ظاء، زای، جیم، صاد، شین۔ امثلہ: قَدْ سَمِعَ، وَلَقَدْ ذَرَأْنَا، قَدْ ضَلُّوْا، فَقَدْ ظَلَمَ، وَلَقَدْ زَيَّنَّا، لَقَدْ جَآءَكُمْ، وَلَقَدْ صَرَّفْنَا

قَدْشَغَفَهَا۔ **لُغات**: مُعَلِّلًا، سیراب کرنے والا۔ سَحَبَتْ، اس نے کھینچا۔ ضَفَا، لمبا ہوا۔ زَرْنَبْ، خوشبو۔ صَبَا، مہک۔

۲/۲۶۳ فَاَظْهَرَهَا نَجْمٌ بَدَا دَلَّ وَاضِحًا وَاَدْغَمَ وَرْشٌ ضَرَّ ظَمْاٰنَ وَامْتَلَا

ترجمہ: پس اس دالِ قَدْ کو ظاہر کیا۔ ایک ستارے نے جو ظاہر ہوا دلیل واضح ہوکر۔ اور ورش نے ادغام کیا ضَرَّ اور ظَمْاٰن والے ضاد اور ظا میں اور بھرپور کیا۔

یعنی عاصم، قالون اور مکی نے دالِ قَدْ کا آٹھوں حرفوں میں اظہار کیا ہے، اور ورش نے ضاد اور ظاء میں ادغام کیا۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ باقی چھ میں اظہار کیا۔

۳/۲۶۴ وَاَدْغَمَ مُرْوٍ وَاكِفٌ ضَيْرَ ذَابِلٍ زَوٰى ظِلَّهٗ وَغْرٌ تَسَدَّاهُ كَلْكَلَا

ترجمہ: اور ادغام کیا ایک سیراب کرنے والے نے جس سے پانی کے قطرے برس رہے تھے پیاس سے مرجھائے ہوئے آدمی کی تکلیف کو اس پیاسے کے سائے نے ایک ایسی شدتِ حرارت کو جمع کیا ہوا تھا جو اس کے سینہ تک بلند تھی۔
شعر کا مقصد یہ ہے کہ ابن ذکوان نے ضاد، ذال، زای اور ظاء میں ادغام کیا ہے جس کا عکس مفہوم یہ ہوا کہ باقی چار میں اظہار کیا ہے۔ **نوٹ**: وَاكِفٌ، کی واؤ عارضی فاصل ہے اور وَغْرٌ کی فاصل مستقل ہے۔ **لُغات**: مُرْوٍ، اَرْوٰی سے اسم فاعل سیراب کرنے والا۔ وَاكِفٌ، وَكْف سے اسم فاعل ٹپکنے والا۔ برسنے والا۔ ضَيْرَ، تکلیف۔ ذَابِلٌ، ذَبَلَ، سے اسم فاعل مرجھایا ہوا۔ زَوٰى، جمع کیا۔ وَغْر، شدتِ پیاس۔ تَسَدَّا، چڑھ گیا۔ كَلْكَلَا، سینہ۔

۴/۲۶۵ وَفِيْ حَرْفِ زَيَّنَّا خِلَافٌ وَمُظْهِرٌ هِشَامٌ بِصَادٍ حَرْفَهٗ مُتَحَمِّلَا

اور وَلَقَدْ زَيَّنَّا کے لفظ میں ابن ذکوان کے لیے خلف ہے۔ اور ہشام سورتِ صٓ میں اپنے لفظ کا اظہار کرنے والے ہیں۔ ناقل ہوکر۔

یعنی یوں تو ابن ذکوان نے دالِ قَدْ کا زای میں ادغام کیا ہے۔ جیسا کہ اوپر معلوم ہوا۔ مگر سورۃ الملک کے لفظ وَلَقَدْ زَيَّنَّا میں ان کیلئے ادغام و اظہار دونوں وجہیں ثابت ہیں۔ اور ہشام اگرچہ دالِ قَدْ کا ظاء میں ادغام کرتے ہیں مگر سورۃ صاد کے لفظ لَقَدْ ظَلَمَكَ میں اظہار کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہوا کہ قالون ابن کثیر عاصم آٹھوں حرفوں میں اظہار کرتے ہیں۔ اور ابوعمرو، حمزہ، کسائی آٹھوں میں ادغام کرتے ہیں اور ابن ذکوان ضاد، ذال، زای، ظاء میں ادغام کرتے ہیں اور باقی چار میں اظہار، البتہ وَلَقَدْ زَيَّنَّا میں ان کے لیے ادغام و اظہار دونوں ہیں اور ہشام آٹھوں میں ادغام کرتے ہیں مگر وَلَقَدْ ظَلَمَكَ میں انہوں نے اظہار کیا ہے اور ورش صرف ضاد و ظاء میں ادغام کرتے ہیں باقی چھ میں اظہار۔ مُتَحَمِّلًا، ای نَاقِلًا، ہشام سے حال ہے۔

ذِکْرُ تَآءِ التَّانِیْث

۲۶۶/۱ وَاَبْدَتْ سَنَا ثَغْرٍ صَفَتْ زُرْقُ ظَلْمِهٖ جَمَعْنَ وُرُوْدًا بَارِدًا عَطِرَ الطِّلَا

ترجمہ: اور زینب نے ظاہر کی چمک دانتوں کی۔ صاف تھی چمک دانتوں کی آب کی۔ ان دانتوں نے گلاب کے پھولوں کو جمع کیا تھا، ٹھنڈے معطر شراب والے۔

یعنی تاء تانیث ساکنہ کے اظہار و ادغام کا اختلافی مسئلہ چھ حرفوں سے تعلق رکھتا ہے سین، ثاء، صاد، زای، ظاء، جیم مثلاً اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ، کَذَّبَتْ ثَمُوْدُ، لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ، کُلَّمَا خَبَتْ زِدْنَاهُمْ، کَانَتْ ظَالِمَةً، نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ۔

لغات: اَبْدَتْ، اِبْدَاءٌ سے بمعنی ظاہر کرنا۔ سَنَا، چمک۔ ثَغْرٌ، دانت۔ زُرْق جمع اَزْرَق، روشنی، صفائی۔ ظَلْم، آب، رونق۔ وُرُوْد جمع وَرْد، گلاب۔ طِلَا، شراب انگوری۔ وُرُوْدًا، میں واؤ ختم مسئلہ کے لیے ہے۔

۲۶۷/۲ فَاِظْهَارُهَا دُرٌّ نَمَتْهُ بُدُوْرُهٗ وَاَدْغَمَ وَرْشٌ ظَافِرًا وَمُخَوَّلَا

ترجمہ: تاء تانیث کا اظہار ایک موتی ہے جس کو اس کے بدور نے بلند کر دیا ہے اور ورش نے (ظاء میں) ادغام کیا اس حال میں کہ وہ کامیاب اور بخشنے والا ہے۔

مطلب یہ کہ مکی، عاصم اور قالون نے تاء تانیث ساکنہ کا ان چھ حرفوں میں اظہار کیا ہے اور ورش نے صرف ظاء میں ادغام کیا ہے اور باقی پانچ میں اظہار۔

۲۶۸/۳ وَاَظْهَرَ کَهْفٌ وَافِرٌ سَیْبُ جُوْدِهٖ زَکِیٌّ وَفِیٌّ عُصْرَةً وَمُحَلَّلَا

ترجمہ: اور اظہار کیا ایک غار (علم) نے کہ بہت ہے عطا اس کی بخشش کی وہ پاکیزہ ہے وفادار ہے پناہ کے اعتبار سے اور منزل کے اعتبار سے۔

یعنی شامی نے سین جیم اور زای میں اظہار کیا ہے۔ اور باقی تین میں ادغام کیا ہے مگر دو لفظ اس قاعدہ سے خارج ہیں جن کا بیان آئندہ شعر میں ہے۔ لغات: کَهْف، غار، مراد گوشہ علم۔ سَیْب، عطا۔ عُصْرَة، پناہ گاہ۔ مُحَلَّلَا، منزل۔

نوٹ: وَافِرٌ، کی واؤ فاصل عارضی ہے۔ اور وَفِیٌّ کی واؤ فاصل مستقل۔

۲۶۹/۴ وَاَظْهَرَ رَاوِیْهِ هِشَامٌ لَّهُدِّمَتْ وَفِیْ وَجَبَتْ خُلْفُ ابْنِ ذَکْوَانَ یُفْتَلَا

ترجمہ: اور اظہار کیا ہے شامی کے راوی ہشام نے لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ (حج) میں۔ اور وَجَبَتْ جُنُوبُهَا (حج) میں ابنِ ذکوان کا خلف نقل کیا گیا ہے۔

یعنی یوں تو شامی کے راوی ہشام اصول کے مطابق ہر جگہ تاء تانیث کا صاد میں ادغام کرتے ہیں مثلاً حَصِرَتْ صُدُورُهُمْ مگر لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ میں خصوصیت سے اظہار کیا ہے جیسا کہ ثاء اور ظاء میں بلا استثناء ہر جگہ ادغام ہی کیا ہے۔ اور ابن ذکوان نے وَجَبَتْ جُنُوبُهَا میں ادغام اور اظہار دونوں کئے ہیں۔ باقی ہر جگہ اصول کے مطابق ہیں اور جن قراء کا نام نہیں آیا، یعنی ابوعمرو، حمزہ، کسائی اُن کے لیے اِن تمام چھے حرفوں میں ادغام ہوگا۔ قولہ یُقْتَلَا ای یَتَدَبَّرُوْا یُبْحَثُ۔

ذِکْرُ لَامِ هَلْ وَبَلْ

۲۷۰ أَلَا هَلْ وَبَلْ تَرْوِي ثَنَا ظَعْنُ زَيْنَبٍ ‏ ‏ سَمِيرٌ نَوَاهَا طَلْحُ ضُرٍّ وَمُبْتَلَا

ت ث ظ ز س ن ط ض

ترجمہ: اے مخاطب کیا تو یہ روایت بیان کر رہا ہے کہ بدل دیا زینب کی روانگی نے داستان گو کو اس کی جدائی کے تکلیف و ابتلاء کی خبط الحواسی میں؟

شعر کا مقصد یہ ہے کہ هَلْ اور بَلْ کے آٹھ حرفوں میں قراء سبعہ کا ادغام یا اظہار میں اختلاف دائر ہے نیز یاد رہے کہ حرف ثاء صرف لام هَلْ کے بعد واقع ہے یعنی هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ اور پانچ حروف سین، ظاء، ضاد، زای اور طاء صرف لام بَلْ کے بعد آئے ہیں جیسے بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ، بَلْ ظَنَنتُمْ، بَلْ ضَلُّوا، بَلْ زُيِّنَ اور بَلْ طَبَعَ اللَّهُ۔ اور دو حروف تاء اور نون دونوں لاموں کے بعد آئے ہیں جیسے هَلْ تَرَىٰ، بَلْ تَأْتِيهِمْ، هَلْ نُنَبِّئُكُمْ، بَلْ نَحْنُ۔

لُغات: ثَنَا، پھیر دیا، بدل دیا۔ ظَعْن، کوچ، جدائی کا سفر۔ سَمِیر، داستان گو۔ طَلْح، خبط الحواسی۔

۲۷۱ فَأَدْغَمَهَا رَاوٍ وَأَدْغَمَ فَاضِلٌ ‏ ‏ وَقُورٌ ثَنَاهُ سَرَّ تَيْمًا وَقَدْ حَلَا

ر ف ث س ت

ترجمہ: پس ادغام کیا ہے اس لامِ هَلْ وبَلْ کا آٹھوں حرفوں میں راوی (کے مرموز کسائی) نے اور ادغام کیا ہے اس فاضل (امام حمزہ) باوقار نے کہ جس کے اوصاف نے قبیلۂ تیم کو مسرتیں عطا کیں اور یقیناً یہ خوشگوار واقعہ ہوا ہے۔

مطلب یہ کہ هَلْ اور بَلْ کے لاموں کا کسائی نے مطلقاً آٹھوں حرفوں میں ادغام کیا ہے آگے وَأَدْغَمَ میں واوِ فاصل ہے گویا کسائی کا مذہب ختم ہوا آگے کہتے ہیں کہ امام حمزہ نے صرف تین حرفوں ثاء، سین اور تاء میں ادغام کیا ہے۔ وَقُورٌ میں واوِ فاصل عارضی ہے جو رمزِ قاری فَاضِل اور حروفِ مدغم فیہ میں فصل کے لیے لائی گئی ہے۔

نوٹ: امام حمزہ قبیلۂ تیم کی طرف نسب یا ولاء کی وجہ سے منسوب ہیں۔

٣/٢٧٢ وَبَلْ فِي النِّسَا خَلَّادُهُمْ بِخِلَافِهِ ۞ وَفِي هَلْ تَرَى الْإِدْغَامُ حُبَّ وَحُمِّلَا

اور ان میں کے خلاد نے سورۂ نساء کے لفظ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ میں خُلف (ادغام و اظہار) کے ساتھ تلاوت کی ہے۔ معلوم ہوا امام حمزہؒ کے دوسرے راوی خلف نے اظہار ہی کیا ہے۔

اور امام ابوعمرو بصری کے لیے هَلْ تَرَىٰ میں ادغام پسند کیا گیا اور نقل کیا گیا ہے۔ باقی پورے باب میں اظہار کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ هَلْ تَرَىٰ دو جگہ ہے۔ هَلْ تَرَىٰ مِنْ فُطُورٍ (ملک) فَهَلْ تَرَىٰ لَهُمْ مِنْ بَاقِيَةٍ (حاقہ)۔ معلوم ہوا کہ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمَاتُ وَالنُّورُ (رعد) میں بصری کے لیے صرف اظہار ہے۔ نیز یاد رہے کہ رعد کی اس آیت میں حمزہ، کسائی کے لیے بھی ادغام کی صورت متصور نہیں کیونکہ وہ دونوں هَلْ يَسْتَوِي بالیاء پڑھتے ہیں۔

٤/٢٧٣ وَأَظْهِرْ لَدَىٰ وَاعٍ نَبِيلٍ ضَمَانُهُ ۞ وَفِي الرَّعْدِ هَلْ وَاسْتَوْفِ لَا زَاجِرًا هَلَا

اور ایک حافظ جس کی ضمانت جلیل القدر ہے۔ کے نزدیک نون اور ضاد میں اظہار کر، اور هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمَاتُ سورۂ رعد میں، تاء میں اظہار کر اور باقی باب میں ادغام کر (یعنی ہشام نے نون اور ضاد میں مطلقاً اور تاء میں صرف سورۂ رعد میں اظہار کیا ہے باقی ہر جگہ لام کا تاء میں ادغام کیا ہے۔)

وَاسْتَوْفِ لَا زَاجِرًا هَلَا اور ان بابوں کے تمام انواعِ ادغام و اظہار کا پورا پورا احاطہ کر مگر محبت کے ساتھ نہ کہ هَلَا کہہ کر ڈانٹتے ہوئے۔ **استیفاء:** خلاصہ یہ کہ کسائی نے لامِ هَلْ وَبَلْ کا آٹھوں حرفوں میں ادغام کیا ہے۔ نافع، مکی، ابن ذکوان اور عاصم نے تمام حرفوں میں اظہار کیا ہے۔ ابوعمرو بصری، صرف هَلْ تَرَىٰ میں ادغام کرتے ہیں ہشام نون، ضاد میں ہر جگہ اور سورۂ رعد میں تاء میں اظہار کرتے ہیں، باقی ہر جگہ ادغام کرتے ہیں اور حمزہ ثاء، سین اور تاء میں ادغام کرتے ہیں۔ باقی حروف میں اظہار، البتہ خلاد سے بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ میں ادغام و اظہار دونوں مروی ہیں۔

نوٹ: هَلْ يَسْتَوِي الظُّلُمَاتُ (رعد) میں قراء میں سے کسی کے لیے بھی ادغام نہیں۔ کیونکہ حمزہ، کسائی اس کو بالیاء پڑھتے ہیں۔ اور ہشام کے لیے یہ آیت ادغام سے مستثنیٰ ہے اور بصری صرف هَلْ تَرَىٰ میں ادغام کرتے ہیں جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے۔

بَابُ اتِّفَاقِهِمْ فِي إِدْغَامِ إِذْ وَقَدْ وَتَاءِ التَّأْنِيثِ وَهَلْ وَبَلْ

نوٹ: اس باب میں کسی اختلافی مسئلہ کا بیان مقصود نہیں، محض زیادتی وضاحت کے لیے لائے ہیں۔ اسی لیے یہ باب التیسیر میں نہیں ہے۔

۱/۲۷۴ وَلَا خُلْفَ فِي الْاِدْغَامِ اِذْ ذَلَّ ظَالِمٌ   وَقَدْ تَيَّمَتْ دَعْدٌ وَسِيمًا تَبَتَّلَا

یعنی قراء اس پر متفق ہیں کہ ذال اِذْ کا ذال اور ظاء میں ادغام ہوگا جیسے اِذْ ذَّهَبَ اور اِذْ ظَّلَمْتُمْ، اسی طرح دال قد کا تاء اور دال میں باجماع ادغام ہوگا جیسے قَدْتَّبَيَّنَ، حَصَدْتُّمْ اور قَدْدَّخَلُوْا۔ قرآن میں ذال اِذْ کے بعد ثاء مثلثہ ایسے ہی دال قَدْ کے بعد طاء نہیں آئی ورنہ اتحاد مخرج کی وجہ سے ادغام ہوتا۔

ترجمہ ملفظی: اور نہیں کوئی اختلاف ادغام میں، جس وقت کہ ظالم ذلیل ہوا، اور بے شک قصد کیا دعد (محبوبہ کا نام) نے اس خوبصورت کا جو (اس کے فراق میں) ہر چیز سے منقطع ہو گیا ہے۔

وَسِيمًا، خوبصورت۔ تَبَتَّلَا، ہر چیز سے منقطع ہو گیا۔ تَيَّمَتْ ای قَصَدَتْ۔

۲/۲۷۵ وَقَامَتْ تُرِيهِ دُمْيَةٌ طِيبَ وَصْفِهَا   وَقُلْ بَلْ وَهَلْ رَاهَا لَبِيبٌ وَيَعْقِلَا

لفظی ترجمہ: اور وہ دعد اس حالت میں کھڑی ہوئی خود کو اپنے محب کی نظروں میں عمدہ اوصاف گڑیا کی صورت میں پیش کر رہی تھی۔ اور کہو کہ نہیں بلکہ اور کیا کسی عاقل نے اس کو دیکھا اور حال یہ کہ وہ اپنی عقل و ہوش میں قائم رہا۔“

یعنی تاء تانیث ساکنہ کے اپنے مثل میں مدغم ہونے میں کوئی اختلاف نہیں جیسے رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ ایسے ہی اپنے مجانسوں یعنی دال اور طاء میں بھی باتفاق مدغم ہوتی ہے۔ جیسے اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ اور وَقَالَتْ طَّائِفَةٌ۔ آگے فرماتے ہیں کہ لام قُلْ، بَلْ، بَلْ کا لام اور راء میں باتفاق ادغام ہوگا مثلاً قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ۔ بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ۔ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَاءَ۔ بَلْ رَّانَ۔ قُلْ رَّبِّ۔

نوٹ: قرآن میں لام هَلْ کے بعد راء نہیں ہے (علی قاری) اور لفظ قُلْ کے لام کا ادغام ذیلاً ذکر کیا گیا ہے اور بعض شراح لفظ قُلْ کو مضمون شعری میں سے مانتے ہیں۔ نیز عنوان میں بھی لفظ قُلْ ذکر نہیں کیا گیا۔

لغات: دُمْيَةٌ، ہاتھی دانت کی بنی ہوئی گڑیا۔ تُرِيهِ، اِرَاءَة سے بمعنی دکھانا۔ لَبِيبٌ، عقلمند۔ وَيَعْقِلَا، بعد واؤ اَنْ مقدرہ کی وجہ سے منصوب ہے جو جواب استفہام میں ہے۔

۳/۲۷۶ وَمَا اَوَّلُ الْمِثْلَيْنِ فِيهِ مُسَكَّنٌ   فَلَا بُدَّ مِنْ اِدْغَامِهِ مُتَمَثِّلَا

اور ہر وہ جگہ کہ مثلین کا پہلا حرف اس جگہ میں ساکن ہو تو اس ساکن کا اس کے مثل میں ادغام واجب ہے۔“

یہ ادغام مثلین ہر جگہ واجب ہے خواہ ایک کلمہ میں جیسے يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ۔ یا دو کلموں میں جیسے وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا۔ البتہ اگر پہلا حرف ھاء سکتہ ہو جیسے مَالِيَهْ ۝ هَلَكَ اس میں ان تمام قراء کے لیے جو وصل میں ھاء سکتہ ثابت رکھتے ہیں۔ دو وجہ ہیں اظہار اور ادغام۔ اظہار راجح ہے اور کیفیت اظہار کی یہ ہے کہ مَالِيَهْ کی ھاء پر وصل

میں بغیر قطع نفس کے وقفۂ لطیفہ کیا جائے کیونکہ یہ ھائے سکتہ ہے اس کا ادغام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اسی طرح اگر پہلا حرف، مدّہ ہو جیسے قَالُوْا وَهُمْ ، فِیْ یَتَامٰی تو سب کے لیے اظہار ہوگا، تاکہ مدیت فوت نہ ہو۔ ان دونوں مستثنیٰ وجہوں کو شعر سے حاصل کرنے کے لیے بعض حواشی میں مُتَمَثِّلًا کے معنی مُتَشَخِّصًا بیان کیے گئے ہیں گویا اشارہ ہے کہ ادغام کے لیے تشخص اور استقلال ضروری ہے جب کہ ھاءِ سکتہ میں استقلال و قوت نہیں اور حرفِ مدّہ میں مخرج محقق نہیں بلکہ مقدر ہے۔

بَابُ حُرُوْفٍ قَرُبَتْ مَخَارِجُهَا

ان حروف کے ادغام کا بیان جن کے مخارج قریب ہیں

۱/۲۷۷ وَاِدْغَامُ بَاءِ الْجَزْمِ فِی الْفَاءِ قَدْ رَسَا حَمِیْدًا وَخَیِّرْ فِیْ یَتُبْ قَاصِدًا وَلَا
ق د ح ق

اور ادغام باءِ مجزومہ کا فاء میں بے شک (خلاد، کسائی اور بصری کے لیے) ثابت ہوا ہے قابل تعریف ہو کر، اور اختیار سمجھ تو یَتُبْ میں (خلاد کے لیے) نصرت کا قصد کرتے ہوئے۔"

باءِ مجزومہ کے بعد فاء کل پانچ جگہ واقع ہے۔ (۱) اَوْ یَغْلِبْ فَسَوْفَ (نساء) (۲) وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ (رعد) (۳) قَالَ اذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِی الْحَیٰوةِ (طٰہٰ) (۴) قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ (اسراء) (۵) وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ (حجرات)۔ ابو عمرو، کسائی نے ان پانچوں میں ادغام کیا ہے اور خلاد نے پہلے چار مواقع میں ادغام اور پانچویں میں ادغام و اظہار دونوں پڑھے ہیں۔

۲/۲۷۸ وَمَعْ جَزْمِهٖ یَفْعَلْ بِذٰلِكَ سَلَّمُوْا وَنَخْسِفْ بِهِمْ رَاعُوْا وَشَذَّ تَثَقُّلَا
س ر

اور لفظ یَفْعَلْ کے مجزوم ہونے کے ساتھ لفظ ذٰلِكَ میں (ابو الحارث کے لیے) انہوں نے ادغام تسلیم کیا ہے، اور نَخْسِفْ بِهِمْ میں مشائخ نے رعایت کی ہے (کسائی کے لیے ادغام کی) اور قلیل الوقوع ہے (عربی میں) یہ ادغام۔"

یعنی کسائی کے راوی ابو الحارث نے یَفْعَلْ، مجزوم کے لام کا ذٰلِكَ کے ذال میں ادغام کیا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں یہ ادغام چھ مواقع پر ہوا ہے (۱) وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ (بقرہ) (۲) وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَیْسَ (آل عمران) (۳) وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا (نساء) (۴) وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ (نساء) (۵) وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ (فرقان) (۶) وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ (منافقون) اور باقیین نے اظہار کیا ہے۔ جزم کی قید اس لیے لگائی کہ لام متحرک مثلاً فَمَا جَزَآءُ مَنْ یَّفْعَلُ ذٰلِكَ جیسی صورت میں بلا اختلاف اظہار ہوگا۔ اور کسائی نے فاء کا باء میں صرف ایک جگہ اِنْ یَّشَاْ

یَخْسِفْ بِهِمُ (سبا) میں ادغام کیاہے اور باقین کے لیے اظہار ہے۔ قولہ وَشَذَّ تَثَقُّلَا شعر کے دونوں مصرعوں میں جس ادغام کا ذکر کیاہے عربی میں اس کے قلیل الوقوع ہونے کو بیان کیا ہے، لیکن یہ ادغام قراءت میں قوی، ثابت اور متواتر ہی ہے۔

۳/۲۷۹ وَعُذْتُ عَلَىٰ إِدْغَامِهِ وَنَبَذْتُهَا ۔۔۔ شَوَاهِدُ حَمَّادٍ وَأُورِثْتُمُو حَلَا

۴/۲۸۰ لَهُ شَرْعُهُ - وَالرَّاءُ جَزْمًا بِلَامِهَا ۔۔۔ كَوَاصْبِرْ لِحُكْمِ طَالَ بِالْخُلْفِ يَذْبُلَا

ترجمۂ اور لفظ عُذْتُ بِرَبِّيْ (غافر و دخان) اور فَنَبَذْتُهَا (طٰہٰ) کثیر الحمد کے شواہد ہیں اور أُورِثْتُمُوهَا (اعراف و زخرف) میں ادغام شیریں ہوا کہ اس ادغام کے لیے اس ادغام کا قانون ہے۔ اور راء جزم کی حالت میں لام میں مدغم ہوتی ہے جیسے وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ یہ ادغام (تواتر کے اعتبار سے) کوہِ یذبل سے بھی طویل ہوا ہے۔،،

یعنی حمزہ، کسائی، بصری ذال کا تاء میں دو لفظوں میں ادغام کرتے ہیں ایک عُذْتُ دوسرا فَنَبَذْتُهَا۔ اور بصری، ہشام، حمزہ، کسائی لفظ أُورِثْتُمُوهَا میں ثاء کا تاء میں ادغام کرتے ہیں۔ اور جب راءِ ساکنہ کے بعد لام آئے جیسے نَغْفِرْ لَكُمْ وغیرہ تو دوری، بصری بالخلف اور سوسی بلاخلف ادغام کرتے ہیں اور باقین اظہار۔ يَذْبُلَ، ایک پہاڑ کا نام۔

۵/۲۸۱ وَيَاسِينْ اَظْهِرْ عَنْ فَتًى حَقُّهُ بَدَا ۔۔۔ وَنُونْ وَفِيهِ الْخُلْفُ عَنْ وَرْشِهِمْ خَلَا

اور يٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ اور نٓ وَالْقَلَمِ میں عَنْ فَتًى حَقُّهُ بَدَا کے مرموزین (حفص، حمزہ، ابن کثیر، بصری اور قالون) کے لیے اظہار کرو، اور نٓ وَالْقَلَمِ میں ورش سے خلف جاری ہوا ہے۔،،

یعنی ورش کے لیے نٓ وَالْقَلَمِ میں اظہار و ادغام دونوں ثابت ہیں گویا يٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ میں ورش کے لیے صرف ادغام ہی ہے۔ اور باقین نے دونوں میں ادغام کیا ہے۔

۶/۲۸۲ وَحِرْمِيُّ نَصْرٍ صَادَ مَرْيَمَ مَنْ يُرِدْ ۔۔۔ ثَوَابَ لَبِثْتَ الْفَرْدَ وَالْجَمْعَ وُصِّلَا

اور حِرْمِيُّ نَصْر کے مرموزین (نافع، مکی، عاصم) کے لیے صٓادٓ مریم اور مَنْ يُرِدْ ثَوَابَ اور لَبِثْتَ کے ہر صیغۂ مفرد و جمع میں اظہار پہنچایا گیا ہے۔،،

یعنی نافع، مکی اور عاصم نے کھیعص ذکر میں دال کا ذال میں اظہار کیا۔ اسی طرح يُرِدْ ثَوَابَ (آل عمران میں دو جگہ) میں دال کا ثاء میں اور لَبِثْتَ اور لَبِثْتُمْ مفرد ہو یا جمع ہو مثلاً كَمْ لَبِثْتَ اور كَمْ لَبِثْتُمْ میں ثاء کا تاء میں اظہار کیا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ باقین نے ان تمام مواقع میں ادغام کیا ہے۔

٧/٢٨٣ وَطَاسِينَ عِنْدَ الْمِيمِ فَازَ اتَّخَذْتُمُ ۝ اَخَذْتُمُ وَفِي الْاِفْرَادِ عَاشَرَ دَغْفَلَا

اور طاسین کا میم میں اظہار فازؔ (کے مرموز حمزہ) کے لیے ہے۔ اور اِتَّخَذْتُمْ اور اَخَذْتُمْ کے جمع اور مفرد کے صیغوں میں وہ اظہار عَاشَرَ دَغْفَلَا کے مرموزین (حفص اور مکی) کے لیے ہے۔،،

یعنی امام حمزہ نے طٰسٓمٓ کو (اول شعراء و قصص میں) اظہار نون کے ساتھ پڑھا ہے اور باقین نے بقاعدہ یرملون ادغام کیا ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں۔ حفص اور ابن کثیر نے ذال کا تاء میں اظہار کیا ہے اِتَّخَذْتُمْ جمع میں اور لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِي مفرد میں۔ اسی طرح اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِي جمع میں اور اَخَذْتُهُمْ، ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِينَ كَفَرُوا مفرد میں۔ اور باقین ادغام کرتے ہیں۔ عَاشَرَ دَغْفَلَا، اس نے باہمی زندگی بڑی خوشحالی میں گزار دی۔

٨/٢٨٤ وَفِي ارْكَبْ هُدًى بَرٍّ قَرِيبٍ بِخُلْفِهِمْ ۝ كَمَا ضَاعَ جَا يَلْهَثْ لَهُ دَارِ جُهَّلَا

اور اِرْكَبْ مَعَنَا (ہود) میں هُدًى بَرٍّ قَرِيبٍ (کے مرموزین بزی، قالون، خلاد) کے لیے با لخلف اور كَمَا ضَاعَ جَا (کے مرموزین شامی، خلف، ورش) کے لیے بلاخلف اظہار ہوگا (جس کا مطلب یہ ہوا کہ مذکورین کے علاوہ باقی سب ادغام کرتے ہیں) آگے فرماتے ہیں کہ يَلْهَثْ ذٰلِكَ (اعراف) میں لَهُ دَارِ جُهَّلَا (کے مرموزین ہشام، مکی، ورش) کے لیے اظہار ہے۔،،

اور قالون کا ذکر آگے آتا ہے۔ باقین بصری، ابن ذکوان، عاصم، حمزہ، کسائی ادغام کرتے ہیں بلاخلف۔ هُدًى بَرٍّ قَرِيبٍ، قربت والے نیک آدمی کی ہدایت۔ كَمَا ضَاعَ جَا، جس طرح یہ قراءت مشہور ہوئی، اسی طرح ہم تک آئی۔ جَاءَ کا ہمزہ تخفیفاً محذوف ہے۔ لَهُ دَارِ جُهَّلَا، اللہ کے لیے جاہل آدمیوں کے ساتھ نرمی اختیار کر۔ دَارِ، مدارات سے صیغۂ امر ہے نرمی کرنا۔ جُهَّلَ، جاہل کی جمع۔

٩/٢٨٥ وَقَالُونُ ذُو خُلْفٍ وَفِي الْبَقَرَهْ فَقُلْ ۝ يُعَذِّبْ دَنَا بِالْخُلْفِ جَوْدًا وَمُوبِلَا

اور (يَلْهَثْ ذٰلِكَ میں) قالون خلف والے ہیں۔ اور بقرہ میں پس کہہ تو لفظ يُعَذِّبْ مَنْ يَشَاءُ (مکی کے لیے ادغام و اظہار میں) با لخلف اور (ورش کے لیے) جود اور بارش سے قریب ہوا ہے۔،،

فرمانا یہ چاہتے ہیں کہ بقرہ میں يُعَذِّبْ مَنْ يَشَاءُ کو، کہ اہل سما و حمزہ و کسائی نے سکون باء سے اور باقین شامی و عاصم نے رفع باء سے پڑھا ہے، باء کا میم میں مکی با لخلف اظہار و ادغام کرتے ہیں اور ورش بلاخلف اظہار کرتے ہیں اور مجزوم پڑھنے والے باقین قالون، بصری، حمزہ، کسائی ادغام کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ شامی، عاصم جو رفع

پڑھتے ہیں تو ان کے لیے ادغام کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔
جَوْد، بفتح جیم زوردار بارش۔ مُوْبِل، موٹی موٹی بوندوں والی بارش۔

بَابُ اَحْكَامِ النُّوْنِ السَّاكِنَةِ وَالتَّنْوِيْنِ

۲۸۶/۱ وَكُلُّهُمُ التَّنْوِيْنَ وَالنُّوْنَ اَدْغَمُوْا بِلَا غُنَّةٍ فِي اللَّامِ وَالرَّا لِيَجْمُلَا

تمام قراء نے تنوین اور نون ساکنہ کا ادغام بلا غنہ کیا ہے لام و راء میں تاکہ ادغام خوبصورت معلوم ہو۔،،
یعنی تمام قراء نے نون ساکنہ اور تنوین کا لام و راء میں بلا غنہ ادغام کیا ہے جیسے وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ، مِنْ رَّبِّهِمْ، هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ، ثَمَرَةٍ رِّزْقًا۔

۲۸۷/۲ وَكُلٌّ بِيَنْمُوْ اَدْغَمُوْا مَعْ غُنَّةٍ وَفِي الْوَاوِ وَالْيَا دُوْنَهَا خَلَفٌ تَلَا

اور تمام قراء نے یَنْمُوْ کے حروف میں ادغام کیا ہے غنہ کے ساتھ اور واؤ اور یاء میں خلف نے بغیر غنہ کے پڑھا ہے“
گویا خلف یرملون کے چھ حرفوں میں سے چار میں ادغام بلا غنہ کرتے ہیں۔ ل، ر، واؤ، یاء اور میم نون میں بالغنہ کرتے ہیں۔

۲۸۸/۳ وَعِنْدَهُمَا لِلْكُلِّ اَظْهِرْ بِكِلْمَةٍ مَخَافَةَ اَشْبَاهِ الْمُضَاعَفِ اَثْقَلَا

اور جب نون ساکنہ واؤ یا یاء کے ساتھ ہو۔ ایک کلمہ میں تو تمام قراء کے لیے اس نون ساکنہ کو ظاہر کر کے پڑھ، کیونکہ خوف ہے (ادغام کی صورت میں) مضاعف مشدد کے مشابہ الفاظ میں سے ہو جانے کا۔،،
یعنی اگر ایک ہی کلمہ میں نون ساکنہ کے بعد واؤ یا یاء آئے جیسے صِنْوَانٌ، قِنْوَانٌ، بُنْيَانٌ، دُنْيَا تو ادغام نہیں بلکہ اظہار ہو گا کیونکہ ادغام کرنے سے لفظ اس مضاعف سے مشابہ ہو جائے گا جس میں مثلین کا ادغام کیا جائے الفاظ صِوَّانٌ، قِوَّانٌ، بُيَّانٌ، دُيَّا ہو جائیں گے۔ اور معنی مرادی پر دلالت نہ رہے گی۔ ایک کلمہ میں نون ساکنہ کے بعد یرملون کے حروف میں سے واؤ اور یاء کے علاوہ حروف نہیں آتے ہیں لہٰذا ان کے بیان کی بھی ضرورت نہیں ہوئی۔
یاد رہے کہ صرفیوں کے یہاں مضاعف وہ لفظ کہلاتا ہے کہ حروف اصلیہ میں سے ایک حرف مکرر ہو جیسے حَيَّانٌ، رَيَّانٌ وغیرہ۔

۲۸۹/۴ وَعِنْدَ حُرُوْفِ الْحَلْقِ لِلْكُلِّ اُظْهِرَا اَلَا هَاجَ حُكْمٌ عَمَّ خَالِيْهِ غُفَّلَا
ا ھ ح ع خ غ

اور نون ساکنہ وتنوین حروف حلق کے نزدیک تمام قراء کے لیے ظاہر کر کے پڑھے گئے ہیں۔ اور حروف حلق یہ ہیں۔ اَلَاهَاجَ اٰیٓ (ترجمہ) سنو موت ایک ایسا حکم عام ہے کہ ہیجان میں ڈالا ہے اس نے اپنی زد میں آنے والوں کو حالانکہ وہ غافل ہیں۔،،

یعنی نون ساکنہ اور تنوین کے بعد جب کوئی حرفِ حلقی آئے گا تو بُعد مخرج کی وجہ سے تمام قراء کے لیے اظہار ہو گا خواہ ایک کلمہ میں ہوں جیسے اَنْعَمْتَ یا دو کلموں میں جیسے اِنْ خِفْتُمْ، دوسرے مصرعہ میں کلمات کے اوائل حروف کے ذریعہ حروف حلقی کی نشان دہی کی گئی ہے۔ مثالیں تمام واضح ہیں اور یاد رہے کہ ایک کلمہ میں نون ساکنہ کے بعد ہمزہ تمام قرآن میں صرف ایک جگہ ہے یَنْئَوْنَ۔

اَلَا، کلمۂ تنبیہ۔ سنو۔ هَاجَ، ہیجان بپا کیا۔ غُفَّلًا، غافل کی جمع۔

۲۹۰/۵ وَقَلْبُهُمَا مِيمًا لَدَى الْبَا وَأَخْفِيَا ۞ عَلَى غُنَّةٍ عِنْدَ الْبَوَاقِي لِيَكْمُلَا

اور نون ساکنہ وتنوین بدلا جاتا ہے میم سے نزدیک باء کے۔ اور اخفاء کرو غنہ کے ساتھ باقی حرفوں کے نزدیک، تاکہ بیان مکمل ہو جائے۔،،

یعنی نون ساکنہ وتنوین کے بعد باء آئے تو اس کو میم میں بدلتے ہیں خواہ ایک لفظ میں ہوں جیسے اَنْۢبِئْهُمْ خواہ دو میں جیسے اَنْۢ بُوْرِكَ، سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ۔ یاد رہے کہ عربی زبان میں کسی کلمے میں بھی میم ساکن کے بعد باء نہیں آتی۔ یہ کام نون ہی سے لیا گیا ہے جیسے مِنْبَرٌ، عَنْبَرٌ، اَنْبَاءَ، اَنْبِیَاءَ۔ آخری اور چوتھی حالت اخفاء ہے جو بقیہ پندرہ حروف میں ہو گا گویا نون اپنی ذاتی آواز سے ہٹ کر خیشوم میں چھپ جاتا ہے۔ اور صرف صفتِ غنہ باقی رہ جاتی ہے۔

بَابُ الْفَتْحِ وَالْإِمَالَةِ وَبَيْنَ اللَّفْظَيْنِ

فتح یعنی الف کو سیدھا بفتح تام ادا کرنا۔ امالہ الف کو مائل بیاء ادا کرنا۔ اگر یہ میلان زیادہ ہو تو اس کو امالۂ کبریٰ، اضجاع، ترقیق اور امالہ محضہ کہا جاتا ہے اور اگر یاء کی طرف میلان کم اور الف کی طرف زیادہ ہو تو اس کو بَیْنَ اللفظین، تقلیل، امالۂ صغریٰ اور بین بین کے ناموں سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ صحیح ادا مشائخ سے سن کر ہی آ سکتی ہے آسانی کے لیے یوں سمجھو کہ اردو میں بار (بمعنی بوجھ) فتح ہے۔ بیر (پھل کا نام) میں امالۂ کبریٰ اور بَیر (بمعنی دشمنی) امالۂ صغریٰ کی آواز کے مشابہ ہے۔ امالہ کے باب میں قراء کی دو قسمیں ہیں غیر ممیل یعنی جو بالکل امالہ نہیں کرتے۔ اور یہ ابن کثیر کی ہیں۔

دوسرے ممیل۔ اس میں پھر دو قسمیں ہیں بعضوں کے ہاں یہ امالہ قلیل درجے میں ہوتا ہے یہ ابن عامر شامی، عاصم و قالون ہیں۔ اور بعض کے یہاں اس کی کثرت ہے۔ یہ حضرات ورش، ابو عمرو بصری، حمزہ کسائی ہیں۔ حمزہ، کسائی کے یہاں امالۂ کبریٰ اصل

ہے۔ ورش کے یہاں صغریٰ اور ابو عمرو کے یہاں دونوں قسمیں بکثرت ہیں۔

۱/۲۹۱ وَحَمْزَةُ مِنْهُمْ وَالْكِسَائِيُّ بَعْدَهُ ۔۔۔ أَمَالَا ذَوَاتِ الْيَاءِ حَيْثُ تَأَصَّلَا

اور ان قراء میں سے امام حمزہ اور ان کے بعد کسائی نے "یا" والے الفات میں امالہ کیا ہے یعنی اس الف کو جو اصل میں یاء ہو۔
مسئلہ یہ ہے کہ حمزہ، کسائی ہر اس الف میں امالہ کبریٰ کرتے ہیں جو متطرف ہو۔ اور یاء سے تحقیقی طور پر تبدیل ہو کر آیا ہو جیسے اَلْهُدٰی، اَلزِّنَا، مَاوٰیهُ، اَتٰی، سَعٰی، اِشْتَرٰی وغیرہ۔ متطرف کی قید سے متوسط خارج ہو گیا جیسے سَارَ، یَاتِیْ۔ الاصل کی قید سے عَصَا، دَنَا جیسے الفاظ نکل گئے کیونکہ یہ الف منقلب عن الیاء نہیں۔ تحقیقی طور پر تبدیلی کی قید سے الحَیٰوة، مَنَاة جیسے الفاظ نکل گئے کیونکہ ان کی اصل میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ الف منقلبہ عن الیاء فعل میں ہوتا ہے جیسے هَدٰی، رَمٰی، یَخْشٰی، یَتَوَارٰی۔ اور اسم میں بھی جیسے اَلْهَوٰی، مَوْلٰی۔ نیز یاد رہے کہ اس الف کا مرسوم بالیاء ہونا ضروری نہیں خواہ بالیاء ہو جیسا کہ مثالیں گزریں یا بالالف ہو جیسے عَصَانِیْ، اَلْاَقْصَا۔ تَوَلّٰهُ، سِیْمَاهُمْ، اَلدُّنْیَا، اَلْعُلْیَا۔ اسی طرح منقلب عن الواو میں امالہ نہ ہوگا جیسے عَفَا، الصَّفَا، شَفَا۔ جیسا کہ اوپر گزرا۔

۲/۲۹۲ وَتَثْنِيَةُ الْأَسْمَاءِ تَكْشِفُهَا وَإِنْ ۔۔۔ رَدَدْتَ إِلَيْكَ الْفِعْلَ صَادَفْتَ مَنْهَلَا

۳/۲۹۳ هَدَى وَاشْتَرَاهُ وَالْهَوَى وَهُدَاهُمُ ۔۔۔ وَفِي أَلِفِ التَّأْنِيثِ فِي الْكُلِّ مَيَّلَا

اور تثنیہ بنانا اسماء میں یاء کو واضح کرتا ہے اور اگر تو فعل کو اپنی طرف لوٹائے تو مقصد کو پالے گا۔ جیسے هَدٰی، اِشْتَرٰی اور اَلْهَوٰی، هُدٰاهُمْ۔ اور الف تانیث والے تمام لفظوں میں حمزہ اکسائی نے امالہ کیا ہے۔

یعنی اسماء کو تثنیہ بنانے سے اور افعال میں صیغہ ماضی متکلم یا مخاطب بنا کر دیکھو اگر یاء ظاہر ہو تو وہ یائی الاصل اور واؤ ہو تو وادی الاصل ہے مثلاً اَلْهَوٰی، اَلْهُدٰی، اَلْفَتٰی، اَلْمَوْلٰی کا تثنیہ اَلْهَوَیَانِ، اَلْفَتَیَانِ، اَلْهُدَیَانِ، اَلْمَوْلَیَانِ ہے لہٰذا مذکورہ الفاظ یائی الاصل ہوئے اور عَصَا، شَفَا، سَنَا کا تثنیہ عَصَوَانِ، شَفَوَانِ، سَنَوَانِ ہے معلوم ہوا یہ الفاظ واوی الاصل ہیں۔ اور هَدٰی، اِشْتَرٰی، سَقٰی یائی الاصل افعال ہیں۔ کیونکہ صیغہ ماضی متکلم یا مخاطب هَدَیْتُ، اِشْتَرَیْتُ، سَقَیْتُ ہے بخلاف افعال عَفَا، دَنَا، نَجَا، زَکٰی، بَدَا میں امالہ نہ ہوگا۔ کیونکہ وادی الاصل ہیں۔ عَفَوْتُ، دَنَوْتُ، نَجَوْتُ، زَکَوْتُ، بَدَوْتُ۔ متکلم صیغہ آتا ہے۔

نوٹ: وادی اور یائی کی پہچان کا طریقہ یہ بھی لکھا ہے کہ افعال میں لفظ مضارع کو دیکھا جائے چنانچہ وادی میں مضارع بالواو ہوگا۔ یَنْجُوْ، یَعْلُوْ، یَبْدُوْ۔ مصدر سے بھی معلوم ہو سکتا۔ اَلرَّمْیُ، اَلسَّقْیُ، اَلْعَفْوُ، اَلْخُلُوُّ۔

نیز یاد رہے کہ واوی الاصل افعال تین حرفوں سے زائد میں یائی ہو جاتے ہیں مثلاً حروف مضارع کی زیادتی کی وجہ سے یا مزید فیہ بابوں میں چلے جانے کے باعث مثلاً یَرْضٰی، یُدْعٰی، یَنْزَکّٰی، اِسْتَعْلٰی، فَتَعَالٰی یا وہ اسماء جو اَفْعَلَ کے وزن پر ہوں جیسے اَدْنٰی، اَرْبٰی، اَزْکٰی، اَعْلٰی۔ بیان آگے آتا ہے۔ قولہ وَفِی اَلِفِ التَّانِیْثِ یعنی حمزہ، کسائی تانیث کے الفوں میں بھی امالہ کرتے ہیں۔ الف تانیث سے وہ الف مراد ہے جو زائد ہو اور کلمے میں چوتھے یا اس سے زائد نمبر پر ہو اور مؤنث حقیقی یا مجازی پر دال ہو، آگے مثالیں لاتے ہیں۔ مَنْهَلٌ، بمعنی گھاٹ۔ صَادَفْتَ، پالے گا تو۔

۲۹۴/۴ وَكَيْفَ جَرَتْ فَعْلٰى فَفِيْهَا وُجُوْدُهَا وَاِنْ ضُمَّ اَوْ يُفْتَحْ فَعَالٰى فَحَصِّلَا

یعنی لفظ فَعْلٰی جس طرح بھی آئے مضموم الفاء جیسے اَلْقُصْوٰی، اَلدُّنْیَا، اَلْاُنْثٰی، طُوْبٰی، اَلسُّوْاٰی یا مفتوح الفاء جیسے اَلْمَوْتٰی، اَلسَّلْوٰی، اَلنَّجْوٰی، دَعْوٰی یا مکسورہ الفاء ہو جیسے اِحْدٰی، ضِیْزٰی، سِیْمَا، شِعْرٰی، ذِکْرٰی۔ ان تمام اوزان میں الف تانیث کا وجود ہوگا۔ اور اگر فَعَالٰی کا وزن مفتوح الفاء ہو جیسے اَلْیَتَامٰی، اَلْاَیَامٰی، اَلنَّصَارٰی، اَلْحَوَایَا یا مضموم الفاء جیسے سُکَارٰی، کُسَالٰی، فُرَادٰی، اُسَارٰی۔ تو ان دونوں وزنوں میں بھی الف تانیث حاصل کر لو۔ حاصل یہ کہ الف تانیث کے پانچ اوزان ہیں تین فَعْلٰی کے اور دو فَعَالٰی کے۔

نوٹ: یاد رہے کہ اس باب میں مُوْسٰی، عِیْسٰی، یَحْیٰی کو بھی لاحق کیا گیا ہے، یہ اسماء اگرچہ عجمی ہیں مگر ان کا استعمال عام ہے کثیر الدور ہیں تو ان کے ہم وزن الفاظ ہی میں ان کو بھی شامل کر لیا گیا دوسرے یہ کہ مرسوم بالیاء ہیں۔

۲۹۵/۵ وَفِي اسْمٍ فِي الْاِسْتِفْهَامِ اَنّٰى وَفِيْ مَتٰى مَعًا وَعَسٰى اَيْضًا اَمَالَا وَقُلْ بَلٰى

اور حمزہ، کسائی نے امالہ کیا اسم استفہامی اَنّٰی، اور مَتٰی دونوں میں جیسے اَنّٰی لَكِ هٰذَا اور مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ، اور ان دونوں نے امالہ کیا فعل مقارب عَسٰی میں بھی جیسے عَسٰی رَبُّكُمْ۔ اور کہہ تو کہ انھوں نے امالہ کیا ہے حرف ایجاب بَلٰی میں بھی جیسے بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ۔

نوٹ: اَنّٰی اور مَتٰی اسماء استفہام میں سے ہیں مشتق نہیں۔ عَسٰی فعل مقارب ہے جو غیر مشتق ہے اور بَلٰی حرف ہے اسی لیے بطور خاص ان چار الفاظ کو ذکر کیا۔

۲۹۶/۶ وَمَا رَسَمُوْا بِالْيَاءِ غَيْرَ لَدٰى وَمَا زَكٰى وَاِلٰى مِنْ بَعْدُ حَتّٰى وَقُلْ عَلٰى

اور جو الفات بھی بصورت یاء لکھے ہوں ان میں امالہ ہوگا۔ بجز لَدٰی اور مَازَکٰی اور اِلٰی اور اس کے بعد حَتّٰی اور کہہ لیجئے عَلٰی کو بھی۔"

یعنی حمزہ، کسائی ان تمام کلمات میں امالہ کرتے ہیں جو مصحف عثمانی میں مرسوم بالیاء ہوں۔ مگر اس اصول سے پانچ کلمات مستثنیٰ ہیں ان میں کسی حال میں بھی امالہ نہ ہوگا۔ اِلیٰ، حَتّیٰ، عَلیٰ، کیونکہ یہ حروف ہیں۔ لَدیٰ سورۃ غافر میں مرسوم عند الاکثر بالیاء ہے اور لدا الباب سورۂ یوسف میں باتفاق مرسوم بالالف ہے اور مَازَکیٰ میں اگرچہ رسم بالیاء ہے مگر یہ واوی الاصل ہے۔

۷/۲۹۷ وَکُلُّ ثُلَاثِیٍّ یَزِیدُ فَاِنَّہٗ ‏ مُمَالٌ کَزَکَّاھَا وَاَنْجٰی مَعَ ابْتَلٰی

ہر ثلاثی جو زائد ہو جائے تین حرفوں پر پس وہ ممال ہوگا جیسے زَکّٰھَا، اَنْجٰی اور اِبْتَلٰی۔''

مطلب یہ کہ مجرد عن الزوائد واوی الاصل میں امالہ نہ ہوگا۔ لیکن جب وہ زائد علی الثلاث ہو جائے تو واؤ یا میں بدل جاتی ہے اور امالہ ہوتا ہے اور اکثر لکھائی بھی بصورت یاء ہوتی ہے۔ مثالیں، اَزْکٰی، یَرْضٰی، یُدْعٰی، اِسْتَغْنٰی، یَزَّکّٰی۔ علامہ ابو شامہ نے فرمایا کہ اس سے واضح ہوا کہ ثلاثی مزید اسم بھی ہوتا ہے۔ جیسے اَدْنٰی۔ فعل ماضی بھی ہوتا ہے جیسے اَنْجٰی۔ فعل مضارع معروف بھی ہوتا ہے جیسے یَرْضٰی اور مجہول بھی جیسے یُدْعٰی۔ شارح وافی نے فرمایا کہ خلاصہ یہ کہ الف میں امالہ یا تو انقلاب عن الیاء کی وجہ سے ہوتا ہے اگرچہ مصاحف میں مرسوم بالیاء نہ ہو یا دال علی التانیث کی وجہ سے امالہ ہوتا ہے جیسے فُعْلٰی اور فَعَالٰی کے اوزان خمسہ۔ اگرچہ کہیں وہ مرسوم بالیاء نہ ہو جیسے اَلْحَوَایَا۔ یا مرسوم بالیاء کی وجہ سے اگرچہ اس کی اصل واوی یا یائی معلوم نہ ہو جیسے عَسٰی، مَتٰی، بَلٰی وغیرہ۔

۸/۲۹۸ وَلٰکِنَّ اَحْیَا عَنْھُمَا بَعْدَ وَاوِہٖ ‏ وَفِیْمَا سِوَاہُ لِلْکِسَائِیِّ مُیِّلَا

لیکن لفظ اَحْیَا میں امالہ، ان دونوں (حمزہ، کسائی) سے مروی ہے بشرطیکہ بعد واؤ کے ہو۔ جیسے نجم میں اَمَاتَ وَاَحْیَا اور اس کے ماسویٰ میں صرف کسائی کے لیے امالہ کیا گیا ہے۔ جیسے فَاَحْیَاکُمْ، اِنَّ الَّذِیْٓ اَحْیَاھَا آگے ناظم وہ الفاظ بیان کرتے ہیں، جن کے امالہ میں کسائی منفرد ہیں اور امام حمزہ کے لیے امالہ نہیں۔

۹/۲۹۹ وَرُؤْیَایَ وَالرُّؤْیَا وَمَرْضَاتَ کَیْفَمَا ‏ اَتٰی وَخَطَایَا مِثْلُہٗ مُتَقَبَّلَا

اور رُؤْیَایَ اور اَلرُّؤْیَا اور لفظ مَرْضَاتَ جس طرح بھی آئے اور خَطَایَا بھی مَرْضَاتَ ہی کی طرح یعنی جس طرح بھی آئے مقبول ہے۔''

یعنی کسائی جن الفاظ کے امالہ میں منفرد ہیں وہ حسب ذیل ہیں (۱) رُؤْیَایَ یہ لفظ سورۂ یوسف میں دو جگہ ہے۔ رُؤْیَایَ اِنْ کُنْتُمْ، ھٰذَا تَاْوِیْلُ رُؤْیَایَ (۲) اَلرُّؤْیَا۔ معرف باللام چار جگہ ہے، یوسف میں لِلرُّؤْیَا تَعْبُرُوْنَ۔ والصافات میں قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا۔ فتح میں لَقَدْ صَدَقَ اللّٰہُ رَسُوْلَہُ الرُّؤْیَا۔ اسراء میں وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْیَا۔

(۳) مَرْضَاتِ جس طرح بھی آئے منصوب تَبْتَغِي مَرْضَاةَ أَزْوَاجِكَ، مجرور ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ۔ (۴) خَطَايَا جس طرح بھی واقع ہو خَطَايَاكُمْ، مِمَّا خَطَايَاهُمْ، خَطَايَانَا یاد رہے کہ محل امالہ یاء کے بعد والا الف ہے۔

١٠/٣٠٠ وَمَحْيَاهُمْ أَيْضًا وَحَقَّ تُقَاتِهِ ۝ وَفِي قَدْ هَدَانِي لَيْسَ أَمْرُكَ مُشْكِلَا

اور (۵) مَحْيَاهُمْ میں کسائی کے لیے امالہ ہے یعنی مَحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ (جاثیہ) (۶) حَقَّ تُقَاتِهِ (آل عمران)۔ یاد رہے کہ حَقَّ بطور قید احترازی ہے چنانچہ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً میں حمزہ کسائی دونوں کے لیے امالہ ہے۔ (۷) وَقَدْ هَدَانِ جو سورۂ انعام میں ہے۔ یہاں بھی لفظ قَدْ بطور احتراز ہے۔ قُلْ إِنَّنِي هَدَانِي (انعام) لَوْ أَنَّ اللّٰهَ هَدَانِي (زمر) میں دونوں کے لیے امالہ ہے۔

١١/٣٠١ وَفِي الْكَهْفِ أَنْسَانِي وَمِنْ قَبْلُ جَاءَ مَنْ ۝ عَصَانِي وَأَوْصَانِي بِمَرْيَمَ يُجْتَلَى

(۸) اور سورۂ کہف میں وَمَا أَنْسَانِيهُ (۹) اور اس سے پہلے سورۂ ابراہیم میں آیا ہے وَمَنْ عَصَانِي اور (۱۰) سورۂ مریم میں دیکھا جاتا ہے وَأَوْصَانِي۔

١٢/٣٠٢ وَفِيهَا وَفِي طٰسِينَ آتَانِيَ الَّذِي ۝ أَذَعْتُ بِهِ حَتَّى تَضَوَّعَ مَنْدَلَا

(۱۱) اور اسی سورۂ مریم میں آتَانِيَ الْكِتَابَ (۱۲) اور سورۂ نمل میں آتَانِيَ اللّٰهُ۔ یاد رہے کہ آتَانِي رَحْمَةً اور آتَانِي مِنْهُ رَحْمَةً (ہود) میں حمزہ کسائی دونوں امالہ کرتے ہیں۔ قولہ أَذَعْتُ بِهِ میں نے اس کو اتنا مشہور کیا کہ وہ عود ہندی کی طرح مشہوری میں خوشبودار ہوگیا۔

١٣/٣٠٣ وَحَرْفُ تَلَاهَا مَعْ طَحَاهَا وَفِي سَجَى ۝ وَحَرْفُ دَحَاهَا وَهْيَ بِالْوَاوِ تُبْتَلَى

(۱۳) لفظ تَلَاهَا اور (۱۴) طَحَاهَا (والشمس) اور (۱۵) سَجَى میں جو سورت والضحیٰ میں ہے اور (۱۶) لفظ دَحَاهَا (نازعات) میں صرف کسائی نے امالہ کیا ہے حالانکہ یہ مذکورہ چاروں لفظ واؤ کے ساتھ آزمائے گئے ہیں، حاصل یہ نکلا کہ یہ سولہ (١٦) کلمات صرف کسائی کے لیے ممال ہیں۔

١٤/٣٠٤ وَأَمَّا ضُحَاهَا وَالضُّحَى وَالرِّبَا مَعَ الْـ ۝ قُوَى فَأَمَالَاهَا وَبِالْوَاوِ تُخْتَلَا

اور ضُحَاهَا (سورۂ والشمس اور نازعات) اور وَالضُّحَى اور الرِّبَا (جہاں بھی واقع ہو) اور الْقُوَى (النجم) میں

چاروں لفظوں میں حمزہ وکسائی دونوں نے امالہ کیا ہے اور یہ کلمات واؤ کے ساتھ خیال کیے جاتے ہیں۔،،
نیز یاد رہے کہ اَلرِّبٰوا میں مِن رِّبًا (روم) بھی داخل ہے (ملاعلی قاری)

۱۵/۳۰۵ وَرُؤْيَاكَ مَعْ مَثْوَايَ عَنْهُ لِحَفْصِهِمْ وَمَحْيَايَ مِشْكٰوةٍ هُدَايَ قَدِ انْجَلَا

اور رُؤْيَاكَ عَلٰى اِخْوَتِكَ (یوسف) میں ساتھ ہی اَحْسَنَ مَثْوَايَ (یوسف) میں امالہ ہے کسائی سے روایت کرتے ہوئے واسطے حفص بن عمر، دوری کسائی کے لیے۔ اور وَمَحْيَايَ (انعام) اور كَمِشْكٰوةٍ (نور) اور فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ (بقرہ) اور فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ (طٰہٰ) میں (صرف دوری کسائی کے لیے) امالہ مشہور ہوا ہے۔،،
اس شعر میں ان کلمات کا بیان مقصود ہے جن میں صرف دوری کسائی نے امالہ کیا ہے۔ کلمات کی تعیین پیش نظر رہنی چاہیے، اوپر آچکا ہے کہ اَلرُّؤْيَا اور رُؤْيَايَ میں پورے کسائی امالہ کرتے ہیں اور مَثْوَاهُ، مَثْوَاكُمْ، مَثْوَاهُمْ میں حمزہ، کسائی دونوں امالہ کرتے ہیں اسی طرح فَبِهُدَاهُمْ، هُدَاهَا اور اَلْهُدٰى میں دونوں امالہ کرتے ہیں۔

۱۶/۳۰۶ وَمِمَّا اَمَالَاهُ اَوَاخِرُ اٰيِ مَا بِطٰهٰ وَاٰيِ النَّجْمِ كَيْ تَتَعَدَّلَا

اور ان مواقع میں سے کہ جن میں حمزہ کسائی نے امالہ کیا ہے ان آیات کے اَواخر ہیں جو سورۂ طٰہٰ اور آیات نجم میں ہیں۔ (اور امالہ اس لیے کیا) تاکہ تمام اَواخر یکساں ہو جائیں۔ تَعَدُّلٌ، یکساں ہونا۔

۱۷/۳۰۷ وَفِي الشَّمْسِ وَالْاَعْلٰى وَفِي اللَّيْلِ وَالضُّحٰى وَفِي اقْرَاْ وَفِي وَالنَّازِعَاتِ تَمَيَّلَا

اور الشمس، الاعلٰی، اللیل، الضحٰی اور اقرأ اور نازعات کی اَواخر آیات میں بھی امالہ ہوا ہے۔

۱۸/۳۰۸ وَمِنْ تَحْتِهَا ثُمَّ الْقِيَامَةِ ثُمَّ فِي الْـ مَعَارِجِ يَا مِنْهَالُ اَفْلَحْتَ مَنْهَلَا

اور نازعات سے نیچے والی سورت (عبس) ہیں، سورۂ قیامہ میں اور سورۂ معارج میں۔ اَواخر آیات میں امالہ ہوا ہے۔ قولہ يَا مِنْهَالُ الخ اے کریم تو فلاح کو پہونچا مقصد میں۔ مَنْهَلٌ، دریا کا کنارا جہاں سے پانی بھرتے ہیں گھاٹ۔

۱۹/۳۰۹ رَمٰى صُحْبَةٌ اَعْمٰى فِي الْاِسْرَاءِ ثَانِيًا سُوًى وَسُدًى فِي الْوَقْفِ عَنْهُمْ تَسَبَّلَا

لفظ رَمٰى (انفال) میں امالہ کیا ہے صحبہ نے، اور لفظ اَعْمٰى میں جو سورۂ اسراء میں دوسرا ہے، اور سُوًى (طٰہٰ) اور سُدًى (قیامہ) میں بحالت وقف صحبہ کے مرموزین سے امالہ نے راہ پائی ہے۔،،

یعنی رَمٰی اور فَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ اَعْمٰی میں حمزہ، کسائی کے ساتھ امالہ کرنے میں شعبہ بھی شریک ہوئے ہیں، نیز ان کے ساتھ شعبہ نے لفظ سُوًی اور سُدًی میں بھی امالہ کیا ہے مگر یہ امالہ وقف ہی میں ہو سکے گا، کیونکہ وصل میں تو تنوین پڑھی جارہی ہے الف موجود ہی نہیں۔

٢٠/٣١٠ وَرَاءُ تَرَاءَا فَازَ فِیْ شُعَرَائِہٖ ۔۔۔ وَاَعْمٰی فِی الْاِسْرَا حُکْمٌ صُحْبَۃٍ اَوَّلَا

اور سورۂ شعراء میں لفظ تَرَاءَا کی راء والے الف میں (امام حمزہ کے لیے) امالہ کامیاب ہوا ہے، اور لفظ اَعْمٰی میں جو سورۂ اسراء میں پہلا ہے۔ حُکْمٌ صُحْبَۃٍ کے مرموزین کے لیے امالہ ہے۔"

یعنی فَلَمَّا تَرَاءَا الْجَمْعَانِ (شعراء) کی راء میں (نہ کہ تَرَاءَتِ الْفِئَتَانِ انفال میں کہ اس میں کسی کے لیے بھی امالہ نہیں) امام حمزہ امالہ کرتے ہیں۔ تخصیص سے یہ نکلا کہ حمزہ کے علاوہ اور کوئی راء میں امالہ نہیں کرتا۔ مطلب یہ ہوا تَرَاءَا میں ہمزہ کے بعد والے الف میں تو حمزہ، کسائی دونوں امالہ کرتے ہیں۔ اور یہ امالہ صرف وقف میں ہو سکے گا کیونکہ وصل میں تو الف گر رہا ہے اور راء کے بعد والے الف میں صرف حمزہ امالہ کرتے ہیں، وصل و وقف دونوں حالتوں میں۔ آگے فرمایا کہ اسراء کے پہلے لفظ اَعْمٰی میں امالہ کرنے میں صحبہ کے علاوہ بصری بھی امالہ کرتے ہیں گویا وَمَنْ کَانَ فِیْ ھٰذِہٖ اَعْمٰی فَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ اَعْمٰی آیت کے دوسرے اَعْمٰی میں صرف صحبہ اور پہلے میں صحبہ اور بصری امالہ کرتے ہیں۔

٢١/٣١١ وَمَا بَعْدَ رَاءٍ شَاعَ حُکْمًا وَحَفْصُھُمْ ۔۔۔ یُوَالِیْ بِمَجْرَاھَا وَفِیْ ھُوْدَ اُنْزِلَا

اور اس الف میں جو راء کے بعد ہو شَاعَ حُکْمًا کے مرموزین کے لیے امالہ ہے اور حفص لفظ مَجْرَاھَا میں امالہ کرنے والوں کے ساتھ متفق ہوئے ہیں اور یہ لفظ سورتِ ہود میں نازل ہوا ہے۔"

مطلب یہ کہ ہم نے شروع میں حمزہ، کسائی کے لیے جن الفات میں امالہ کبری بتلایا ہے اگر ان الفات سے پہلے راء ہو تو وہاں امالہ کرنے میں بصری بھی شریک ہو جاتے ہیں جیسے یٰبُشْرٰی، اَلنَّصٰرٰی، اَلذِّکْرٰی۔ اور تمام قرآن میں صرف ایک جگہ لفظ مَجْرٖاھَا میں حفص نے بھی امالہ کرنے میں ان کی موافقت کی ہے۔

٢٢/٣١٢ نَاٰی شَرْعُ یُمْنٍ بِاخْتِلَافٍ وَشُعْبَۃٌ ۔۔۔ فِی الْاِسْرَا وَھُمْ وَالنُّوْنُ ضَوْءُ سَنًا تَلَا

لفظ نَاٰی (اسراء و فصلت) میں امالہ شَرْعٍ والوں کے لیے بلا خلف اور یُمْنٍ کے لیے با لخلف ہے۔ اور اسراء میں شعبہ نے اور انھوں (حمزہ، کسائی) نے امالہ کیا ہے۔ اور نَاٰی کا نون ضَوْءُ سَنًا تَلَا والوں کے لیے ممال ہے۔"

یعنی حمزہ، کسائی نے نَاٰی کے الف میں بلا خلف امالہ کیا ہے اور سوسی نے با لخلف۔ اور نَاٰی جو اسراء میں ہے۔

(نہ وہ کہ فصلت میں ہے) صحبہ نے امالہ کیا ہے۔ اور خلف وکسائی کے لیے نَایٰ کے نون میں بھی امالہ ہے خلاصہ یہ ہوا کہ خلف وکسائی نَایٰ کے نون اور الف دونوں میں امالہ کرتے ہیں اور اسراء اور فصلت میں ہر جگہ امالہ کرتے ہیں اور شعبہ صرف اسراء والے لفظ میں اور صرف الف میں امالہ کرتے ہیں۔ جب کہ فُصِّلَتْ میں ان کیلئے کوئی امالہ نہیں۔ یاد رہے کہ شراح نے کہا ہے کہ الف میں سوسی کے لیے بالخلف جس امالہ کو شاطبی نے بیان کیا ہے وہ صحیح نہیں، صرف فتحہ ہے۔

۲۳/۳۱۳ إِنَاهُ لَهُ شَافٍ وَقُلْ أَوْ كِلَاهُمَا ۝ شَفَا وَلِكَسْرٍ أَوْلِيَاءٍ تَمَيَّلَا

(ل ش — ش)

إِنَاهُ میں مرموزین لَهُ شَافٍ کا امالہ ہے اور کہہ تو کہ أَوْ كِلَاهُمَا میں مرموزین شَفَا کے لیے امالہ ہے اور ان لفظوں میں کسرہ یا یاء کی وجہ سے امالہ ہوا ہے۔،،

یعنی حمزہ، کسائی اور ہشام سورۂ احزاب میں إِنَاهُ کے الف میں امالہ کرتے ہیں اور حمزہ، کسائی أَوْ كِلَاهُمَا (سورۂ اسراء) کے الف کو امالہ سے پڑھتے ہیں اور ان دونوں لفظوں میں یا تو کلمے کے پہلے حرف کے کسرہ کی وجہ سے یا الف کے منقلب عن الیاء ہونے کی وجہ سے امالہ ہوا ہے۔

۲۴/۳۱۴ وَذُو الرَّاءِ وَرْشٌ بَيْنَ بَيْنَ وَفِي أَرَا ۝ كَهُمْ وَذَوَاتِ الْيَا لَهُ الْخُلْفُ جُمِّلَا

اور ذو الراء میں ورش نے تقلیل بین بین کی ہے۔ اور أَرَاكَهُمْ میں اور ذوات الیاء میں ان کے لیے خلف کو خوبصورت قرار دیا گیا ہے۔،،

یہاں سے ورش کی تقلیل کا بیان شروع ہے، یعنی ورش نے ان تمام الفوں میں کہ جو راء کے بعد ہوں (جن کا ذکر اوپر آچکا ہے کہ بصری ان الفوں میں امالۂ کبری کرتے ہیں) تقلیل بین بین کی ہے اور تمام ذوات الیاء الفوں میں اور لفظ أَرَاكَهُمْ (انفال) کے الف میں ورش کے لیے تقلیل اور فتح دونوں جائز ہیں۔ مطلب یہ کہ جن الفات میں حمزہ، کسائی یا صرف کسائی یا صرف دوری کسائی کے لیے امالۂ کبری اوپر بیان ہوا ہے ان یائی الفات میں اور أَرَاكَهُمْ میں ورش کیلئے خلف ہے اور ذوات الراء میں بلا خلف صرف تقلیل ہے۔

نوٹ: یاد رہے کہ ذوات الیاء میں ورش کے لیے جو خلف بیان ہوا ہے اس سے چار کلمات مستثنیٰ ہیں مَرْضَاتِ، الرِّبَا، كِلَاهُمَا، مِشْكٰوة۔ کہ ان میں ورش کے لیے صرف فتحہ ہے۔

۲۵/۳۱۵ وَلَكِنْ رُءُوسُ الْآيِ قَدْ قَلَّ فَتْحُهَا ۝ لَهُ غَيْرَ مَا هَا فِيهِ فَاحْضُرْ مُكَمَّلَا

لیکن رؤس الآیات میں، ان (رءوس الآیات) کا فتح (یعنی الف) تقلیل والا ہی ہوا ہے ورش کے لیے علاوہ اُن

رءوس الآیات کے کہ جن میں ھَا ہے۔ پس تو اس مسئلہ میں پوری طرح حاضر باش ہو۔،،

یعنی وہ گیارہ سورتیں کہ جن کا ذکر اوپر آچکا ہے ان کے رءوس آیات والے الف دو طرح ہیں ایک وہ کہ ان کے ساتھ لفظ ھَا نہیں جیسے صَلّٰیo اِذَا ھَوٰیo اور یہی الثریٰ ہیں۔ دوسرے وہ کہ ان کے بعد ضمیر واحد مؤنث ھَا کبھی آتی ہے جیسے وَضُحٰھَاo سو پہلی قسم میں ورش کے لیے صرف تقلیل ہوگی۔ اور دوسری قسم میں بدستور فتح اور تقلیل میں خلف ہے۔ ایسے رءوس الآیات کو ذوات الہاء کہتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہوا کہ رءوس الآیات کے ذوات الیاء الفوں میں صرف تقلیل۔ اور ذوات الہاء میں خلف ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ یاد رہے کہ اگر کسی راس الآیت میں الف ذوات الہاء میں سے ہونے کے ساتھ وہ ذوات الراء میں سے بھی ہو تو بدستور ورش کے لیے اس میں صرف تقلیل ہوگی اور یہ صرف ایک جگہ ہے۔ فِيمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا o (نازعات) جیسا کہ فرمایا ہے ع وَذُو الرَّاءِ وَرْشٌ بَيْنَ بَيْنَ۔

۲۶/۳۱۹ وَكَيْفَ أَتَتْ فَعْلٰى وَاٰخِرُ اٰيِ مَا ۔ تَقَدَّمَ لِلْبَصْرِي سِوَى رَاهُمَا اعْتَلَا

اور فَعْلٰی کے وزن میں خواہ وہ کسی طرح بھی آئے، اور ان سورتوں کے اواخر میں کہ جن کا بیان پہلے آچکا ہے، بصری کے لیے تقلیل ہے، سوائے ان الفوں کے کہ دونوں قسموں میں وہ ذوات الراء ہیں۔ کہ ان میں (حسب دستور) راء عالی رہی ہے (یعنی امالۂ کبری ہوا ہے) ،،

یعنی لفظ فَعْلٰی کے الفاتِ تانیث کو بصری تقلیل کے ساتھ پڑھیں گے۔ خواہ وہ مفتوح ہوں یا مضموم یا مکسور اور گیارہ مذکورہ سورتوں کے رءوس الآیات کے الفوں میں بھی تقلیل کریں گے خواہ وہ کسی وزن پر ہوں البتہ شرط یہ ہے کہ یہ دونوں قسمیں ذوات الراء میں سے نہ ہوں ورنہ حسب معمول بصری کے لیے امالہ ہی ہوگا۔ جیسا کہ فرمایا ہے ع وَمَا بَعْدَ رَاءٍ شَاعَ حُكْمًا۔

ش ح

۲۷/۳۱۷ وَيَا وَيْلَتٰى اَنّٰى وَيَا حَسْرَتٰى طَوَوْا ۔ وَعَنْ غَيْرِهِ قِسْهَا وَيَا اَسَفٰى الْعُلَا

ط

اور يَاوَيْلَتٰى (ہود) اور اَنّٰى اور يَاحَسْرَتٰى (زمر) اور يَا اَسَفٰى (یوسف) عالیشان (چاروں) کلمات میں طَوَوْا (کے مرموز دوری بصری) کے لیے تقلیل ہے۔ اور دوری بصری کے علاوہ قاریوں کے لیے تو ان کلمات میں قیاس سے کام لے۔،، طَوَوْا یعنی لپیٹا ہے، روایت کیا ہے۔

یعنی دوری بصری کے لیے ان چار الفاظ میں تقلیل ہے اور ان کے علاوہ دیگر قراء کے اصول کے مطابق تم خود سوچ کر حکم نکال لو۔ گویا حمزہ، کسائی کے لیے امالہ، ورش کے لیے فتحہ وتقلیل میں خلف اور باقین کیلئے فتحہ ہے۔

نوٹ: یاد رہے کہ فَعْلٰی بضم الفاء کے وزن پر قرآن میں بیس۲۰ کلمات ہیں۔ مُوسٰی، اُنْثٰی، دُنْيَا، قُرْبٰى، وُسْطٰى،

قُصْوٰی، عُزّٰی، وُثْقٰی، حُسْنٰی، اُوْلٰی، عُقْبٰی، سُفْلٰی، عُلْیَا، رُؤْیَا، طُوبٰی، مُثْلٰی، سُوْءٰی، زُلْفٰی، سُقْیَا، رُجْعٰی۔
اور فَعْلٰی بفتح الفاء کے وزن پر گیارہ کلمات ہیں۔ سَلْوٰی، مَوْتٰی، تَقْوٰی، قَتْلٰی، مَرْضٰی، نَجْوٰی، دَعْوٰی، شَتّٰی، صَرْعٰی، طَغْوٰی، یَحْیٰی۔ اور فِعْلٰی بکسر الفاء چار کلمے ہیں۔ سِیْمَا، اِحْدٰی، ضِیْزٰی، عِیْسٰی۔

۲۸/۳۱۸ وَكَيْفَ الثُّلَاثِيْ غَيْرَ زَاغَتْ بِمَاضٍ ۔۔۔ أَمِلْ خَابَ خَافُوْا طَابَ ضَاقَتْ فَتُجْمِلَا

ثلاثی مجرد ماضی کے صیغے میں لفظ زَاغَتْ کے سوا ہر جگہ امالہ کر۔ خَابَ اور خَافُوْا اور طَابَ اور ضَاقَتْ میں فَتُجْمِلَا (کے مرموز حمزہ) کے لیے۔،،

۲۹/۳۱۹ وَحَاقَ وَزَاغُوْا جَاءَ شَاءَ وَزَادَ فُزْ ۔۔۔ وَجَاءَ ابْنُ ذَكْوَانٍ وَفِيْ شَاءَ مَيَّلَا

اور حَاقَ اور زَاغُوْا اور جَاءَ اور شَاءَ اور زَادَ میں فُزْ (کے مرموز حمزہ) کے لیے۔ اور جَاءَ اور شَاءَ میں ابن ذکوان نے بھی امالہ کیا ہے۔،،

۳۰/۳۲۰ فَزَادَهُمُ الْاُوْلٰى وَفِي الْغَيْرِ خُلْفُهُ ۔۔۔ وَقُلْ صُحْبَةٌ بَلْ رَانَ وَاصْحَبْ مُعَدَّلَا

اور پہلے فَزَادَهُمْ میں، اور اس کے علاوہ میں ابن ذکوان کا خلف ہے۔ اور کہہ تو کہ صحبۃ نے بَلْ رَانَ میں امالہ کیا ہے، اور صحبت اس کی اختیار کر جس کو عادل ٹھہرایا گیا ہو۔،،

یعنی امام حمزہ حسب ذیل دس افعال ثلاثی مجرد میں امالہ کرتے ہیں خواہ وہ قرآن مجید میں کسی طرح بھی آئیں۔ خَابَ مثلاً وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰی، خَافَ مثلاً وَاِنِ امْرَاَۃٌ خَافَتْ، طَابَ جیسے مَا طَابَ لَکُمْ (یہ ایک ہی مثال ہے) ضَاقَتْ، ضَاقَتْ عَلَیْهِمُ الْاَرْضُ۔ حَاقَ جیسے حَاقَ بِهِمْ۔ زَاغَ مثلاً فَلَمَّا زَاغُوْا۔ جَاءَ مثلاً جَاءُوْا عَلٰی قَمِیْصِهٖ۔ شَاءَ مثلاً اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ۔ زَادَ مثلاً وَزَادَهٗ بَسْطَۃً۔ بَلْ رَانَ (مطففین)۔ امالہ کے لیے دو شرطیں بیان کی ہیں، ایک یہ کہ فعل ثلاثی مجرد ہو۔ لہٰذا اَزَاغَ اور اَجَاءَ میں امالہ نہیں۔ دوسرے یہ کہ ماضی ہو لہٰذا یَشَاءُ، یَخَافُ میں امالہ نہیں ہے۔ البتہ اس شرط سے لفظ زَاغَتْ کو مستثنیٰ کیا ہے جیسے وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ لہٰذا اس میں امالہ نہ ہوگا۔ نیز یہ بات بیان کی گئی ہے کہ ابن ذکوان نے جَاءَ اور شَاءَ میں امالہ کرنے میں امام حمزہ کی موافقت کی ہے اور ایک تیسرے فعل زَادَ میں بھی ابن ذکوان امالہ کرتے ہیں جس کی تفصیل یہ ہے کہ قرآن میں پہلی جگہ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا میں تو صرف امالہ ہی کرتے ہیں اور باقی قرآن میں ان کے لیے فتحہ اور امالہ دونوں ہیں۔ اور اس کے بعد فرمایا کہ مطففین کے لفظ رَانَ میں شعبہ، حمزہ، کسائی تینوں نے امالہ کیا ہے۔

۳۱/۳۲۱ وَفِي الْفَاتٍ قَبْلَ رَا طَرَفٍ أَتَتْ   بِكَسْرٍ أَمِلْ تُدْعَى حَمِيدًا وَتُقْبَلَا
ت ح

اور ان الفوں میں جو ایسی راءِ متطرفہ سے پہلے آئیں جو کسرہ کے ساتھ ہو ان الفوں میں تو امالہ کر تُدْعیٰ حَمِیدًا کے مرموزین (دوری کسائی اور بصری) کے لیے۔،،

یعنی راءِ متطرفہ مکسورہ سے پہلے الفات میں امالہ ہوگا بصری اور کسائی کے دوسرے راوی حفص دوری کے لیے معلوم ہوا کہ راءِ متوسطہ کا یہ حکم نہیں مثلاً نَمَارِقُ۔ اَلْحَوَارِيِّينَ۔ اسی طرح فَلَا تُمَارِ بھی اس سے خارج ہے کیونکہ تُمَارِ اصل میں تُمَارِيْ تھا۔ آخر سے یاء حالت جزمی کی وجہ سے حذف ہوگئی اسی طرح اَلْجَوَارِ میں بھی امالہ نہیں کہ اصل میں اَلْجَوَارِيْ ہے۔ غَيْرَ مُضَارٍّ کے الف میں بھی امالہ نہیں کیونکہ اصل میں مُضَارِرٌ تھا۔ ایسے ہی وَلَيْسَ بِضَارِّهِمْ، نیز ضروری ہے کہ کسرہ اصلیہ ہو لہذا اَنْصَارِيْ میں امالہ نہیں کیونکہ راء کا کسرہ مضاف الی الیاء ہونے کی وجہ سے آیا ہے۔ آگے مثالیں بیان کرتے ہیں۔

۳۲/۳۲۲ كَأَبْصَارِهِمْ وَالدَّارِ ثُمَّ الْحِمَارِ مَعْ   حِمَارِكَ وَالْكُفَّارِ وَاقْتَسْ لِتَنْضُلَا

جیسے عَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ، عُقْبَى الدَّارِ، كَمَثَلِ الْحِمَارِ، وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ، يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ، اور قیاس سے کام لے تو، تاکہ تو غالب رہے۔،،

اَلنِّضَالُ، غالب ہونا، آگے چند الفاظ بیان کرتے ہیں جن میں خلاف قیاس امالہ ہوا ہے۔

۳۳/۳۲۳ وَمَعْ كَافِرِيْنَ الْكَافِرِيْنَ بِيَائِهِ   وَهَارٍ رَوٰى مُرْوٍ بِخُلْفٍ صَدٍ حَلَا
م ص ح

اور کافِرِینَ کے ساتھ اَلْکافِرِینَ میں بھی بصری اور دوری کسائی نے امالہ کیا ہے بشرطیکہ یاء کے ساتھ ہو، یعنی کافرون میں نہیں کیونکہ یاء مکسورہ نہیں۔ اور عَلٰی شَفَا جُرُفٍ هَارٍ (توبہ) میں لفظ هَارٍ میں ابن ذکوان نے بالخلف امالہ کیا ہے، اور کسائی، شعبہ، بصری اور قالون (جن کی رمز اگلے شعر میں آتی ہے) نے بلا خلف امالہ کیا ہے۔ یاد رہے کہ ابن ذکوان کے لیے هَارٍ میں دوسری وجہ فتح ہے دیگر یہ کہ قالون کے لیے قرآن میں لفظ هَارٍ کے سوا امالہ کبریٰ کہیں نہیں۔

قولہ وَهَارٍ الخ رَوٰی، روایت کیا ہے مُرْوٍ، اِرْوَاءٌ سے سیراب کرنے والا۔ صَدٍ، پیاسا۔ حَلَا، شیریں اخلاق۔

۳۴/۳۲۴ بِدَارٍ وَجَبَّارِيْنَ وَالْجَارِ تَمَّمُوْا   وَوَرْشٌ جَمِيْعَ الْبَابِ كَانَ مُقَلِّلَا
ب ت

قولہ بِدَارٍ اس لفظ میں قالون کے لیے رمز ہے یعنی اس لفظ کا تعلق بطور رمز کے گزشتہ شعر سے ہے مطلب یہ کہ لفظ هَارٍ کے الف میں قالون بھی امالہ کرتے ہیں لفظ بِدَارٍ کے لغوی معنی ہیں جلدی کر۔ اسم فعل ہے۔ آگے ترجمہ

یوں ہے "اور جَبَّارِیْنَ اور اَلْجَارِ میں انھوں نے امالۂ تامہ کیا ہے اور ورش اس پورے باب میں تقلیل کرتے ہیں،"
لفظ جَبَّارِیْنَ (مائدہ وشعراء) اور لفظ اَلْجَارِ (نساء وشعراء) میں دوری، کسائی نے امالہ کیا ہے۔ تَمَّمَ کی تاء سے دوری، کسائی کی طرف اشارہ ہے نیز اس لفظ میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ یہاں پہنچ کر الف ماقبل راءِ منطرفہ مکسورہ کے امالہ کے باب کو ہم نے مکمل کر لیا ہے آگے فرمایا کہ ورش کے لیے اس پورے باب میں تقلیل ہے یعنی ناظم کے قول وَفِیْ اَلِفَاتٍ قَبْلَ رَا طَرَفٍ سے یہاں تک جس قدر بھی الفاظ آئے ان میں ورش کے لیے تقلیل ہے۔

۳۵/۳۲۵ وَهٰذَانِ عَنْهُ بِاخْتِلَافٍ وَمَعْهُ فِی الْ ـــ بَوَارِ وَفِی الْقَهَّارِ حَمْـزَةُ قَلَّلَا

اور ان دونوں (اَلْجَبَّارِ اور اَلْجَارِ) میں ورش کی تقلیل بالخلف ہے۔ اور لفظ اَلْبَوَارِ (ابراہیم) اور اَلْقَهَّارِ، (جہاں بھی ہو) میں ورش کے ساتھ حمزہ نے بھی تقلیل کی ہے۔

۳۶/۳۲۶ وَاِضْجَاعُ ذِیْ رَائَیْنِ حَجَّ رُوَاتُهٗ ـــ كَالْاَبْرَارِ وَالتَّقْلِیْلُ جَادَلَ فَیْصَلَا

اور دو راء والے الف میں امالہ حَجَّ رُوَاتُهٗ (کے مرموزین بصری وکسائی) کے لیے ہے جیسے اَلْاَبْرَارِ۔ اور تقلیل جَادَلَ، فَیْصَلَا (کے مرموزین ورش اور حمزہ) کے لیے ہے۔"
یعنی بصری اور کسائی اس الف میں امالہ کرتے ہیں جو دو راء کے درمیان واقع ہو اور دوسری راء منطرفہ مکسورہ ہو جیسے اِنَّ كِتَابَ الْاَبْرَارِ، دَارُ الْقَرَارِ، مِنَ الْاَشْرَارِ۔ اور بتلایا کہ اس الف میں ورش اور حمزہ تقلیل کرتے ہیں۔

۳۷/۳۲۷ وَاِضْجَاعُ اَنْصَارِیْ تَمِیْمٌ وَسَارِعُوْا ـــ نُسَارِعُ وَالْبَارِیْ وَبَارِئِكُمْ تَلَا

اور امالہ اَنْصَارِیْ (آلِ عمران وصف) اور سَارِعُوْا (آلِ عمران) اور نُسَارِعُ (مومنون) اور اَلْبَارِیُٔ (حشر) اور بَارِئِكُمْ (بقرہ میں دو جگہ) تَمِیْمٌ (کے مرموز دوری کسائی) نے پڑھا ہے۔"
تَمِیْمٌ اور تَلَا دونوں میں دوری کسائی کی رمز ہے، اول کے معنی تام یعنی امالۂ کبریٰ ہے دوسرے کے معنی تلاوت کی ہے دوسرے یہ کہ لفظ تَمِیْمٌ میں اشارہ فرمایا ہے کہ امالہ کی یہ لغت قبیلۂ بنی تمیم کی ہے۔

۳۸/۳۲۸ وَاٰذَانِهِمْ طُغْیَانِهِمْ وَیُسَارِعُوْ ـــ نَ اٰذَانِنَا عَنْهُ الْجَوَارِیْ تَمَثَّلَا

اٰذَانِهِمْ، طُغْیَانِهِمْ، یُسَارِعُوْنَ، اٰذَانِنَا، اور اَلْجَوَارِیْ میں بھی انھیں (دوری کسائی کے لیے) امالہ متعین ہوا ہے۔"

مطلب یہ کہ مذکورہ دو شعروں میں جس قدر الفاظ مذکور ہیں ان میں امالہ صرف دوری کسائی کے لیے ہے۔ لفظ أَذَانِهِمْ بقرہ، انعام، اعراف، یونس اور مومنون میں ہے۔ یُسَادِعُوْنَ آلِ عمران، مائدہ، انبیاء، اور مومنون میں ہے۔ أَذَانِنَا حٰمٓ سجدہ میں ہے اَلْجَوَارِیْ شوریٰ، رحمٰن اور تکویر میں ہے۔

۳۹/۳۲۹ يُوَارِيْ أُوَارِيْ فِي الْعُقُوْدِ بِخُلْفِهِ ضِعَافاً وَحَرْفَا النَّمْلِ اٰتِيْكَ قُوِّلَا

سورۂ عقود (مائدہ) میں یُوَارِیْ اور اُوَارِیْ میں دوری کسائی سے امالہ بالخلف ہے اور ضِعَافًا (نساء) اور سورۂ نمل کے دونوں لفظ اٰتِیْكَ میں قُوِّلَا کے لیے (یعنی خلاد کے لیے بالخلف، جیسا کہ آئندہ شعر کے شروع میں آتا ہے، امالہ ہے۔

نوٹ: عقود کی قید سے یُوَارِیْ اعراف والا نکل گیا یعنی اس میں امالہ نہیں۔ اس موقع پر علامہ جزری نے نشر میں کہا ہے کہ ناظم اور دانی دونوں کے طریق میں یُوَارِیْ، اُوَارِیْ میں کسی کے لیے بھی امالہ نہیں ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔

۴۰/۳۳۰ بِخُلْفٍ ضَمَمْنَاهُ مَشَارِبُ لَامِعٌ وَاٰنِيَةٍ فِيْ هَلْ أَتَاكَ لِأَعْدَلَا

اور ضَمَمْنَاهُ (کے مرموز خلف) کے لیے بلا خلف امالہ ہے اور مَشَارِبُ (یٰسٓ) میں اور اٰنِیَةٍ میں جو هَلْ أَتَاكَ میں ہے، ہشام کے لیے امالہ ہے۔

لَامِعٌ، چمکدار۔ لِأَعْدَلَا، ایک بالانصاف کے لیے، دونوں میں ہشام کے لیے رمز ہے۔ هَلْ أَتَاكَ کی قید سے سورۂ دہر والا لفظ نکل گیا۔

۴۱/۳۳۱ وَفِي الْكَافِرُوْنَ عَابِدُوْنَ وَعَابِدٌ وَخُلْفُهُمْ فِي النَّاسِ فِي الْجَرِّ حُصِّلَا

اور سورۂ کافرون میں عَابِدُوْنَ میں اور عَابِدٌ میں ہشام نے امالہ کیا ہے۔ اور خُلف کے ساتھ لفظ اَلنَّاسِ مجرور میں حُصِّلَا کے (مرموز بصری) کیلئے امالہ حاصل کیا گیا ہے۔

سورۂ کافرون کی قید سے باقی قرآن میں امالہ سے احتراز ہو گیا مثلاً وَنَحْنُ لَهٗ عَابِدُوْنَ۔ کہ اس میں کسی کے لیے امالہ نہیں۔ دوسرا مسئلہ یہ بتلایا گیا کہ قرآن مجید میں کہیں بھی اَلنَّاسِ مجرور میں بصری کے لیے بالخلف امالہ ہے مگر یاد رہے کہ خلف مرتب مراد ہے کہ بصری کے پہلے راوی دوری بصری کے لیے امالہ اور دوسرے راوی سوسی کے لیے فتحہ ہے۔

۴۲/۳۳۲ حِمَارِكَ وَالْمِحْرَابِ إِكْرَاهِهِنَّ وَالْ حِمَارِ وَفِي الْإِكْرَامِ عِمْرَانَ مُثِّلَا

جَبَّارِيْنَ (بقرہ و جمعہ) اور اَلْمِحْرَاب (آلِ عمران و صٓ) اور اِكْرَاهِهِنَّ (نور) اور اَلْاِكْرَام (رحمٰن) اور لفظ عِمْرَانَ (آلِ عمران و تحریم) میں مُمَثَّلًا کے (مرموز ابنِ ذکوان) لیے امالہ معین کیا گیا ہے۔،،

۴۳/۳۳۳ وَكُلٌّ بِخُلْفٍ لِابْنِ ذَكْوَانَ غَيْرَ مَا ۔۔۔ يُجَرُّ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاعْلَمْ لِتَعْمَلَا

اور ان تمام مذکورہ الفاظ میں ابن ذکوان کے لیے بالخلف امالہ ہے، بجز اس اَلْمِحْرَاب کے کہ جو مجرور ہے، بس مسئلہ کا علم حاصل کر تاکہ عمل کر سکے۔،،

یعنی اَلْمِحْرَابِ مجرور میں خلف نہیں فقط امالہ ہے اور یہ دو جگہ ہے يُصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ (آلِ عمران) اور فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ (مریم)۔

نوٹ: یہاں تک امالہ و تقلیل کے اصول ختم ہو گئے۔ آگے چند مفید مسائل پر گفتگو کرتے ہیں۔

۴۴/۳۳۴ وَلَا يَمْنَعُ الْاِسْكَانُ فِي الْوَقْفِ عَارِضًا ۔۔۔ اِمَالَةَ مَا لِلْكَسْرِ فِي الْوَصْلِ مُيِّلَا

اور مانع نہیں ساکن ہو جانا وقف میں دراں حال کہ وہ سکون عارضی ہوتا ہے۔ ان الفات کے امالہ کو کہ جن میں حالت وصل میں کسرہ کی وجہ سے امالہ کیا جا رہا تھا۔،،

یعنی جن الفات میں بحالتِ وصل مابعد الف کے کسرہ کی وجہ سے امالہ ہو رہا ہو جیسے اَلْاَبْرَارِ، اَلْبَوَارِ، اَلنَّارِ ان الفاظ پر وقف کیا جائے تو بھی امالہ بدستور ہوگا کیونکہ امالہ بے شک کسرۂ راء کی وجہ سے ہے جو اب وقف میں سکون سے بدل گیا۔ کیونکہ یہ سکون عارضی ہے اور عارض کا اعتبار نہیں کیا گیا۔

۴۵/۳۳۵ وَقَبْلَ سُكُوْنٍ قِفْ بِمَا فِيْ اُصُوْلِهِمْ ۔۔۔ وَذُو الرَّاءِ فِيْهِ الْخُلْفُ فِي الْوَصْلِ يُجْتَلَا

اور سکون سے پہلے (واقع الفوں) میں ان کے اصولوں کے مطابق وقف کر اور ذوالراء میں وصل میں (سوسی) کے لیے خلف دیکھا جاتا ہے۔،،

الف محل امالہ ہوتا ہے اور اس کا ماقبل زبر تبعًا زیر کی طرف مائل ہوتا ہے۔ لہٰذا الف باقی ہے تو امالہ ہے ورنہ نہیں۔ قاعدہ یہ ہے کہ الف کے بعد دوسرے کلمے کے شروع میں اگر ساکن حرف آ جائے تو بوجہ اجتماع ساکنین علیٰ غیر حدہ کے یہ الف حذف ہوگا اور الف نہ رہا تو امالہ بھی نہ ہوگا جس کا مطلب یہ ہوا کہ حالتِ وصل میں امالہ نہ ہوگا کیونکہ محلِ امالہ الف ہی نہیں ہے البتہ اگر پہلے کلمے پر وقف کریں تو الف پڑھا جائے گا۔ اور اس الف کو قراء کے اصول کے مطابق پڑھیں گے فتح والوں کے لیے فتح، امالہ والوں کے لیے امالہ اور تقلیل والوں کے لیے تقلیل ہوگی مگر سوسی کے یہاں ذوالراء میں وصل

کی حالت میں اگرچہ اجتماع ساکنین کے سبب الف حذف ہوگا، مگر ما قبل الف کے فتحہ میں بالخلاف امالہ ہوگا مثالیں آگے آرہی ہیں۔

۴۶/۳۳۶ کَمُوسَى الْهُدٰى عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَالْقُرَى الْ ۔۔۔ لَّتِي مَعَ ذِكْرَى الدَّارِ فَافْهَمْ مُحَصِّلَا

یعنی مثال کے طور پر وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى میں وصل میں مُوْسٰی کا الف محذوف ہے ایسے ہی عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ میں عِیْسَی کا الف، لہٰذا وصل میں تو کسی کے لیے بھی امالہ نہیں مگر وقف میں مُوْسٰی، عِیْسٰی بالالف پڑھے جائیں گے۔ تو حسب اصول وقف میں حمزہ کسائی کے لیے امالہ ہوگا، بصری کے لیے تقلیل، ورش کے لیے فتح یا تقلیل اور باقین کے لیے صرف فتح ہوگا۔ یہ دونوں غیر ذوات الراء کی مثالیں ہیں۔ اَلْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا (سبا) ذِكْرَى الدَّارِ (صٓ) میں اَلْقُرٰى اور ذِكْرٰى کا الف بحالت وصل محذوف ہے لیکن وقف کریں تو الف پڑھا جائے گا۔ لہٰذا حمزہ، کسائی، بصری کے لیے بالامالہ وقف ہوگا ورش کے لیے بالتقلیل اور باقین کے لیے بالالف ہوگا اور وصل میں امالہ یا تقلیل کچھ نہیں ہوگی البتہ سوسی کے لیے وصل میں الف کے ماقبل راء کے فتحہ میں امالہ اور خالص فتحہ دونوں جائز ہیں۔

نوٹ: اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اور اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اس باب میں داخل نہیں کیونکہ یہاں الف کا حذف حالت جزمی کی وجہ سے ہے لہٰذا وقفاً کسی کے لیے بھی الف کا اعادہ نہیں سوسی کے لیے بھی صرف فتح ہے۔ فَافْهَمْ مُحَصِّلًا پس سمجھ لے تو اس حال میں کہ مسائل خوب حاصل کیے ہوئے ہوں یعنی مسائل کو اچھی طرح قابو کر لے۔

۴۷/۳۳۷ وَقَدْ فَخَّمُوا التَّنْوِيْنَ وَقْفًا وَرَقَّقُوْا ۔۔۔ وَتَفْخِيْمُهُمْ فِي النَّصْبِ اَجْمَعُ اَشْمُلَا

اور کچھ مشائخ نے تفخیم (فتح) سے تنوین کو وقف میں پڑھا ہے اور کچھ نے امالہ کیا ہے۔ اور ان کا فتح پڑھنا حالت نصبی میں جمع کرتا ہے مختلف شکلوں کو۔،،

مطلب یہ ہے کہ اہل ادا کلمہ منوّنہ پر وقف میں مختلف ہوئے ہیں مثلاً هُدًى اور مَوْلًى وغیرہ پر۔ یاد رہے کہ تفخیم سے مراد فتح اور ترقیق سے امالہ ہے۔ شعر سابق میں ساکن منفصل پر کلام تھا اب ساکن متصل پر کلام کرتے ہیں چنانچہ ناظم نے منوّن پر وقف میں تین مذہب بیان کیے ہیں۔ اوّل یہ کہ منوّن پر مطلقاً فتح کے ساتھ وقف کیا جائے خواہ وہ مرفوع ہو یا منصوب ہو یا مجرور ہو، اسی مذہب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ وَقَدْ فَخَّمُوا التَّنْوِيْنَ وَقْفًا دوسرا مذہب یہ کہ منوّن پر مطلقاً امالہ کے ساتھ وقف کیا جائے۔ مرفوع ہو یا منصوب یا مجرور ہو یعنی جن کے لیے فتح ہو فتح پڑھا جائے، جن کے لیے امالہ ہو امالہ کیا جائے اور جن کے لیے تقلیل ہو تقلیل کی جائے۔ اس مذہب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا وَرَقَّقُوْا تیسرا مذہب یہ ہے کہ منوّن منصوب میں فتح اور مرفوع و مجرور میں امالہ کیا جائے چنانچہ فرمایا۔ وَتَفْخِيْمُهُمْ فِي النَّصْبِ اَجْمَعُ اَشْمُلَا۔ لیکن یاد رہے کہ قراء کے یہاں صرف دوسرے قول پر عمل ہے چنانچہ علامہ جزری نشر میں

فرماتے ہیں کہ منون اور غیر منون میں کوئی فرق نہیں گزشتہ شعر وَقَبْلَ سُكُوْنٍ قِفْ بِمَا فِي اُصُوْلِهِمْ. کافی تھا اور تنوین پر مستقلاً کلام کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اور نہ ہی قراء کے یہاں یہ اختلاف ہے، نہ اس پر عمل نہ یہ معتبر۔ یہ صرف اختلاف نحوی ہے۔

نوٹ: الف حال کے بعد تنوین پندرہ کلمات میں آتی ہے۔ مُفْتَرًى، قُرًى، هُدًى، مُسَمًّى، سُوًى، سُدًى، فَتًى، ضُحًى، غُزًّى، اَذًى، مُصَفًّى، مَثْوًى، مُصَلًّى، مَوْلًى اور ان میں اگر طُوًى، دِبًا اور بصری کی قراءت پر تَتْرًى کو بھی شامل کر لیا جائے تو کل اٹھارہ کلمات ہوتے ہیں۔

۴۸/۳۳۸ مُسَمًّى وَمَوْلًى رَفْعُهُ مَعَ جَرِّهِ وَمَنْصُوْبُهُ غُزًّى وَتَتْرًا تَنَزَّلَا

یعنی مُسَمًّى وَمَوْلًى دونوں میں سے ہر ایک قرآن مجید میں مرفوع و مجرور آیا ہے مثلاً وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ، اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى۔ ایسے ہی يَوْمَ لَا يُغْنِيْ، مَوْلًى عَنْ مَوْلًى۔ اور اَوْ كَانُوْا غُزًّى آل عمران میں خبریت کی بنا پر منصوب ہے اور وَاَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرًى میں لفظ تَتْرًى بھی حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے مگر یہ مثال صرف بصری کی قراءت پر مبنی ہے کیونکہ وہ اس کو منون پڑھتے ہیں۔ حمزہ، کسائی، ورش چونکہ غیر منون پڑھتے ہیں لہذا ان کے یہاں وقف ووصل دونوں حالتوں میں امالہ یا تقلیل ہوگی۔ تَنَزَّلَا یعنی میرے بیان سے مرفوع و منصوب و مجرور ہر ایک ممتاز ہوگیا۔

بَابُ مَذْهَبِ الْكِسَائِيِّ فِيْ اِمَالَةِ هَاءِ التَّانِيْثِ فِي الْوَقْفِ

کسائی کیلئے وقف میں ھاءِ تانیث پر امالہ کا بیان

۱/۳۳۹ وَفِيْ هَاءِ تَانِيْثِ الْوُقُوْفِ وَقَبْلَهَا مُمَالُ الْكِسَائِيْ غَيْرَ عَشْرٍ لِيَعْدِلَا

اور ھاءِ تانیث وقفی میں اور اس کے ماقبل (فتحہ) میں کسائی کا امالہ ہے اور دس حرفوں کے ساتھ نہیں تاکہ اعتدال رہے۔

یعنی تاءِ تانیث جو وقف میں ھا ہو جاتی ہے۔ اس ھاءِ تانیث میں اور ساتھ ہی اس کے ماقبل کے فتحہ میں بحالتِ وقف کسائی کے لیے امالہ ہوتا ہے۔ مگر دس حروف ہیں کہ وہ ھائے تانیث کے ماقبل ہوں تو یہ امالہ نہ ہوگا۔ کیونکہ عدل و انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ان حرفوں کے بعد امالہ نہ ہو۔

۲/۳۴۰ وَيَجْمَعُهَا حَقٌّ ضِغَاطُ عَصٍ خَظَا وَاَكْهَرُ بَعْدَ الْيَاءِ يَسْكُنُ مُيِّلَا

اور ان دس حرفوں کو حَقٌّ ضِغَاطٌ عَصٍ خَظَا کا مجموعہ جمع کرتا ہے اور حروف اَکْھَرْ بعد یاء ساکنہ کے ہوں تو امالہ کیا جائے۔ یعنی وہ دس حروف جن کے بعد ھاء تانیث ہیں امالہ نہیں جاء ، قاف ،ضاد، غین ،الف ،طا، عین ،صاد ،خاء اور ظاء ہیں۔ ان دس میں سے سات تو حروفِ استعلاء ہیں اور باقی الف، عین اور حاء ہیں۔ حروفِ استعلاء کے بعد اس لیے امالہ نہیں کہ یہ حروف تصعّد اور بلندی چاہتے ہیں اور امالہ ترقیق کی طرف جانا چاہتا ہے۔ عین اور حاء بھی مخرج میں حروف مستعلیہ کے قریب ہیں اور الف کے ساتھ امالہ اس لیے نہیں کہ الف کے بعد اگر ھاء تانیث میں امالہ کرنا چاہیں گے تو ہو نہ سکے گا۔ بلکہ صاف الف میں ہو گا۔ اور چار حروف جن کا مجموعہ اَکْھَرُ ہے ان کے بعد امالہ اس وقت ہو گا جب کہ ان کے ماقبل یاء ساکنہ یا کسرہ والا حرف ہو چنانچہ اگلے شعر میں کسرہ کا بیان آرہا ہے۔

لُغات: ضِغَاط، دبانا، پامال کرنا۔ عَصٍ، گنہگار، خَظَا، بھاری بدن ہوا۔ اَکْھَرْ، ترش رو۔ حَقٌّ ضِغَاطٌ عَصٍ خَظَا (ترجمہ) حق ہے دبانا بھاری بدن گنہگار آدمی کو قبر میں جو موٹا جسم ہو۔

۳
۳۴۱ اَوِ الْکَسْرِ وَالْاِسْکَانُ لَیْسَ بِحَاجِزٍ ۔۔۔ وَیَضْعُفُ بَعْدَ الْفَتْحِ وَالضَّمِّ اَرْجُلَا

یا کسرہ کے بعد اور (کسرہ اور حروفِ اَکْھَرُ کے درمیان) کسی حرف کا ساکن آجانا مانع عن الامالہ نہیں اور ضعیف ہے امالہ فتحہ اور ضمہ کے بعد قدموں کے اعتبار سے۔

قولہ اَوِ الْکَسْرِ کا تعلق گزشتہ شعر سے ہے جس کی تشریح ہو چکی ہے اور اس سے آگے عبارت کا یہ مطلب ہے کہ حروفِ اَکْھَرْ کے ماقبل جو کسرہ ہو گا وہ عام ہے کہ متصل ہو یا حرفِ مکسور اور حروف اَکْھَرُ کے درمیان کوئی ساکن حرف آجائے دونوں صورتوں میں امالہ ہو گا جیسے خَاطِئَة اور وِجْھَه۔ قولہ وَیَضْعُفُ یعنی حروف اَکْھَرُ سے پہلے اگر حرفِ مفتوح یا مضموم ہو، متصل ہو یا مع حاجز ہو تو اس میں امالہ ضعیف ہے مثلاً بَرَاءَة ، مُبَارَکَة ، سُوْرَة ، اَلتَّهْلُکَة ، شَجَرَة ، مَحْشُوْرَة ۔۔۔ اَرْجُلًا ، یَضْعُفُ ، سے تمیز ہے ، اَرْجُلْ ، رِجْل کی جمع ہے۔ امالہ کے ضعف کو تشبیہ دی ہے ایسے ضعیف آدمی سے جو چل نہ سکے قدم ڈگمگا رہے ہوں۔

۴
۳۴۲ لَعِبْرَه مِائَه وِجْھَه وَلَیْکَه وَبَعْضُهُمْ ۔۔۔ سِوَى اَلِفٍ عِنْدَ الْکِسَائِیِّ مَیَّلَا

حروفِ اَکْھَرْ کی مثالیں جیسے لَعِبْرَة کہ راء کے ماقبل کسرہ منفصلہ کی مثال ہے اور مِائَة کے ہمزہ کے ماقبل کسرہ متصلہ کی مثال ہے۔ وِجْھَة کہ ھاء کے ماقبل کسرۂ منفصلہ کی مثال ہے۔ لَیْکَة کہ کاف کے ماقبل یاء ساکنہ کی مثال ہے۔ قولہ وَبَعْضُهُمْ یعنی بعض اہلِ اداء نے کسائی کے لیے تمام حروفِ ہجاء میں جو ھاء تانیث سے پہلے واقع ہوں امالہ کیا ہے البتہ الف ہیں وہ بھی امالہ نہیں کرتے۔ خلاصہ باب یہ ہے کہ کسائی کے لیے ھاء تانیث کے امالہ میں حضرت

ناظمؒ کے نزدیک راجح اور اقویٰ مسلک یہ ہے کہ پندرہ حروف (جن کا مجموعہ فَجَثَتْ زَيْنَبُ لِذَوْدٍ شَمْسٍ ہے) کے بعد ھاءِ تانیث میں مطلقاً امالہ ہوگا مثلاً خَلِيفَة، بَهْجَة، ثَلَاثَة، خَشْيَة وغیرہ اور دس حروف (جن کا مجموعہ حَقٌّ ضِغَاطٌ عَصٍ خَظَا ہے) کے بعد تاءِ تانیث میں امالہ مطلقاً نہ ہوگا۔ اور چار حروف میں تفصیل ہے کہ اگر ان کے ماقبل کسرہ متصلہ یا منفصلہ یا یاءِ ساکنہ ہو تو امالہ ہوگا ورنہ نہیں۔

نوٹ: اَصْحَابُ الْاَيْكَةِ میں دوسری قراءت لَيْكَةِ بھی ہے، لیکن کسائی اَيْكَةِ پڑھنے والوں میں سے ہی ہیں ناظمؒ اگر لَيْكَةِ کی بجائے اَيْكَةِ فرماتے تو زیادہ بہتر تھا۔

بعض مشائخ نے جو الف کے سوا باقی تمام حروف کے بعد ھاءِ تانیث میں امالہ کیا ہے یہ شیخ ابوالفتح فارس کے طریق میں ہے، جو علامہ دانی کے شیوخ میں سے ہیں۔ ناظمؒ نے اس باب کے پہلے شعر میں فرمایا۔ وَفِي هَاءِ تَانِيثِ الْوُقُوفِ وَقَبْلَهَا مُمَالُ الْكِسَائِي۔ بعض مشائخ کہتے ہیں کہ امالہ کا وقوع صرف ماقبل ھاءِ تانیث کے فتحہ میں ہوتا ہے کہ وہ زیر کی طرف مائل ہوتا ہے۔ ھاءِ تانیث میں امالہ کا کوئی عمل نہیں، وہ بس ایک ھاءِ ساکنہ ہے، لیکن علامہ شاطبیؒ وغیرہ محقق مشائخ کی رائے میں ھاءِ تانیث بھی امالہ سے متاثر ہوتی ہے۔ وہ دس حروف جن کے بعد ھاءِ تانیث میں امالہ نہیں ان کی مثالیں اَلنَّطِيحَةُ، اَلْحَاقَّةُ، بَعُوضَةً، اَلصَّلٰوةَ، بَسْطَةً، اَلْقَارِعَةُ، خَاصَّةً، صَاخَّةُ، مَوْعِظَةٌ، اَلْبَالِغَةُ۔

بَابُ مَذَاهِبِهِمْ فِي الرَّاءَاتِ

راء کی تفخیم و ترقیق میں قراء کے مذاہب

۳۴۳ وَرَقَّقَ وَرْشٌ كُلَّ رَاءٍ وَقَبْلَهَا ... مُسَكَّنَةً يَاءٌ اَوِ الْكَسْرُ مُوصَلَا

ورش نے باریک پڑھا ہے ہر اس راء کو کہ اس سے پہلے یاءِ ساکنہ ہو یا کسرۂ متصلہ ہو۔

یعنی جس راء کے ماقبل یاءِ ساکنہ یا کسرہ ہو وہ ورش کے یہاں باریک پڑھی جائے گی خواہ راء ساکن ہو جیسے اَبْصِرْ، فَاَنْذِرْ، یا متحرک ہو جیسے خَيْرٌ لَّكُمْ، يُؤْتِكُمْ خَيْرًا، وَدَّ كَثِيرٌ، فَاقِرَةٌ، فَامِرَاتُ، بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ۔ مُوصَلَا یعنی کسرۂ راء کے ساتھ متصل ایک کلمہ میں ہو۔ کسرۂ منفصلہ یا کسرۂ عارضہ سے احتراز ہوگیا۔ لہٰذا عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ میں راءِ مضمومہ باریک نہ ہوگی، اسی طرح بِرَبْوَةٍ، لِرُقِيِّكَ، بِرَشِيدٍ میں راء باریک نہ ہوگی کیونکہ کسرۂ راء والے کلمہ سے منفصل دوسرے کلمہ میں ہے۔ اسی طرح یہ قید یاءِ ساکنہ کی بھی ہے لہٰذا مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ، فِي رَيْبٍ جیسے کلمات میں راء باریک نہ ہوگی کیونکہ ان سب مثالوں میں یاء یا کسرہ منفصل ہے۔

۳۴۴ وَلَمْ يَرَ فَصْلًا سَاكِنًا بَعْدَ كَسْرَةٍ ... سِوٰى حَرْفِ الْاِسْتِعْلَا سِوَى الْخَا فَكَمَّلَا

اور ورش نے اعتبار نہیں کیا کسی حرفِ فاصل ساکن کے آنے کا بعد کسرہ کے سوائے حرفِ استعلاء کے سوائے خاء کے، اور تمام حروفِ استعلاء کا حال مکمل کر دیا۔،،

یعنی کسرہ متصلہ اور راء کے درمیان اگر کوئی حرفِ ساکن آجائے تو ورش اس ساکن کو مانع نہیں مانتے کہ راء کی ترقیق نہ ہو لہٰذا وِزْرَكَ، ذِكْرَكَ، الْمِحْرَابَ، اِكْرَاهَ، سِدْرَةَ، فِيهِ ذِكْرُكُمْ، سِحْرٌ مُّبِينٌ، وغیرہ میں بدستور راء باریک ہوگی یاد رہے کہ ہمزۂ وصل عارضی ہوتا ہے۔ اس کا مقصد بعد والے ساکن کا تلفظ ہوتا ہے لہٰذا اس کے کسرہ کا اعتبار نہیں مثلاً اِمْرَأَةٌ، اِمْرِئٍ۔ لہٰذا ایسی جگہ راء ورش کے لیے بھی مفخم ہی ہوگی کیونکہ کسرہ عارضی ہے۔ قولہ سِوٰى حَرْفِ الْاِسْتِعْلَا یعنی ورش نے کسرہ اور راء کے درمیان حرفِ ساکن کا اعتبار نہیں کیا اور راء کی ترقیق میں مانع نہیں مانا، البتہ اگر یہ حرفِ ساکن حروفِ مستعلیہ میں سے کوئی حرف ہو تو پھر راء باریک نہ ہوگی بلکہ مفتوح یا مضموم ہونے کی وجہ سے ورش کے لیے بھی پُر ہی پڑھی جائے گی، ہاں اگر حروفِ مستعلیہ میں سے خاء ساکنہ ہو تو اس کا اعتبار نہیں یعنی وہ مانع عن الترقیق نہیں۔ یاد رہے کہ کسرہ اور راء کے درمیان حروفِ استعلاء میں سے صرف چار حروف ہیں جو ساکن فاصل قرآن مجید میں واقع ہوئے ہیں صاد طاء قاف اور خاء مثلاً اِهْبِطُوا مِصْرًا، وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ، فِطْرَتَ اللّٰهِ، فَالْحَامِلَاتِ وِقْرًا۔ اِن مواقع میں راء ورش کے لیے مفخم ہوگی۔ اور خاء چونکہ حروفِ مستفلہ کے حکم میں ہے۔ مثلاً لِخْرَاجُهُمْ، تو راء باریک ہوگی۔

۳/۳۴۵ وَفَخِّمْهَا فِي الْاَعْجَمِيِّ وَفِي اِرَمْ   وَتَكْرِيرِهَا حَتّٰى يُرٰى مُتَعَدِّلَا

اور مفخم پڑھا ہے ورش نے راء کو عجمی اسماء میں اور لفظ اِرَمْ میں اور راء کے مکرر ہونے کی صورت میں بھی تاکہ راء یکساں دکھائی دے۔،،

اسمِ عجمی کی مثال میں قرآنِ مجید میں تین اسماء کی نشان دہی کی گئی۔ اِبْرَاهِيمُ، اِسْرَائِيلُ، عِمْرَانَ۔ ورش کے لیے یہ تینوں، راء کی تفخیم کے ساتھ پڑھے گئے ہیں۔ راء مکرر پانچ کلمات میں واقع ہوئی ہے۔ ضِرَارًا (توبہ) فِرَارًا (کہف) الْفِرَارُ (احزاب) اِسْرَارًا (نوح) مِدْرَارًا (ہود ونوح)۔ ان کلمات میں قیاس کی رُو سے پہلی راء باریک اور دوسری راء مفخم ہونی چاہیے، مگر فرماتے ہیں کہ تعدیل و یکسانیت کیلئے دونوں راء پُر ہی پڑھی جائیں گی۔ قولہ وَفِي اِرَمْ یعنی ورش کیلئے لفظ اِرَمْ کی راء بھی تفخیم سے پڑھی گئی ہے۔ اس لفظ کو علیحدہ بتانے کی ضرورت تو نہ تھی کیونکہ یہ بھی عجمی ہے مگر بعض اہلِ لغت کی رائے میں یہ عربی ہے اس لیے بیان کیا علامہ ابو شامہ فرماتے ہیں کہ عُزَيْر کے عربی یا عجمی ہونے میں بھی اختلاف ہے، اور اہلِ ادا میں تفخیم و ترقیق میں بھی اختلاف ہے۔

۴/۳۴۶ وَتَفْخِيمُهُ ذِكْرًا وَسِتْرًا وَبَابَهُ   لَدٰى جِلَّةِ الْاَصْحَابِ اَعْمَرُ رُحَّلَا

اور ورش کے لیے مفخم پڑھنا ذِکْرًا اور سِتْرًا اور اس کے باب کو بڑے بڑے اصحابِ ادا کے نزدیک منزلوں کے لحاظ سے خوب آباد ہے۔،،

لغات: جِلَّۃ جمع جلیل بمعنی عظیم۔ أَعْمَرُ عمارت سے صیغۂ اسم تفضیل بہت آباد۔ أرْحُل جمع رَحْل بمعنی منزل۔ تفخیم کے قوی اور راجح ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ مطلب یہ کہ ذِکْرًا، سِتْرًا کے باب میں راء کی تفخیم و ترقیق میں ورش کے لیے اختلاف ہوا ہے یہ کل چھ لفظ ہیں، دو شعر میں آئے باقی چار وِزْرًا، حِجْرًا، صِهْرًا، إِمْرًا ہیں ان میں تفخیم و ترقیق دونوں وجہیں صحیح ہیں مگر تفخیم مقدم ہے۔ قیاس کا تقاضا تو یہی تھا کہ ان کلمات میں راء مرقق ہوتی ناظمؒ نے ان کلمات کو بطورِ استثناء بیان کیا ہے جس طرح حروفِ مستعلیہ ترقیق میں حائل ہو گئے تھے یہاں پر راء مفتوحہ مُنَوَّنَہ میں تفخیم کو قوت ہوئی اور ماقبل کا کسرہ فاصل کی وجہ سے بعید الاثر ہو گیا ہے۔

$\frac{5}{347}$ وَفِي شَرَرٍ عَنْهُ يُرَقِّقُ كُلُّهُمْ ۝ وَحَيْرَانَ بِالتَّفْخِيمِ بَعْضُ تَقَبَّلَا

اور شَرَرٍ میں ورش سے سب مشائخ ترقیق نقل کرتے ہیں اور حَيْرَانَ کو بعض مشائخ نے تفخیم کے ساتھ قبول کیا ہے،،
یعنی بِشَرَرٍ (مرسلات) میں ورش کے رواۃ وقف و وصل میں پہلی راء کی ترقیق پر متفق ہیں کیونکہ اس کے بعد دوسری راء مکسور ہونے کی وجہ سے باریک ہے گویا مناسبت و یکسانیت کے لیے پہلی راء میں بھی ترقیق ہوئی۔ اور لفظ حَيْرَانَ (انعام) میں راء کو بعض نے تفخیم کے ساتھ قبول کیا ہے گویا تفخیم و ترقیق دونوں صحیح ہیں۔

$\frac{6}{348}$ وَفِي الرَّاءِ عَنْ وَرْشٍ سِوَى مَا ذَكَرْتُهُ ۝ مَذَاهِبُ شَذَّتْ فِي الْأَدَاءِ تَوَقَّلَا

اور راء میں ورش سے علاوہ ان اصولوں کے کہ جن کو میں نے ذکر کیا، اور بھی کچھ مذاہب منقول ہیں (مگر) وہ فنِ اداء میں شاذ ہیں روایت کو اٹھانے میں،،۔
تَوَقُّل کے معنی ہیں اٹھانا، گویا وہ مذاہب کہ جن کو علماء نے ورش سے روایت کیا ہے اور میرے بیان سے وہ خارج ہیں تو سمجھ لو کہ ان کی حیثیت شاذ کی ہے اور روایتِ شاذہ ضعیف ہوتی ہے۔ اسی لیے وہ مذاہب مشائخ ادا کے یہاں معمول نہیں اور اسی لیے میں نے بھی ان کو بیان نہیں کیا۔ کیونکہ وہ صحیح روایت کو اٹھانے میں قاصر ہیں۔

$\frac{7}{349}$ وَلَا بُدَّ مِنْ تَرْقِيقِهَا بَعْدَ كَسْرَةٍ ۝ إِذَا سَكَنَتْ يَا صَاحِ لِلسَّبْعَةِ الْمَلَا

اور راء کو باریک پڑھنا جب وہ ساکن بعد کسرہ ہو۔ اے میرے دوست! ساتوں محترم قاریوں کے لیے واجب ہے۔،،

يَا صَاحِ منادی مرخم ہے یعنی يَا صَاحِبِيْ۔ اَلْمَلَاْ، اشراف ومحترم۔یعنی راء جب ساکن بعد کسرہ ہو تو تمام قراء کے لیے باریک ہوگی۔بشرطیکہ کسرہ لازمہ ہو متصلہ ہو اور اسی کلمہ میں حرف مستعلیہ مفتوحہ نہ ہو، ورنہ راء مفخم ہوگی جیسا کہ آگے تفصیل آتی ہے اور کسرہ لازمہ متصلہ کے بعد راء کا مرقق ہونا متفق علیہ ہے خواہ یہ راء متوسط ہو جیسے فِرْعَوْنَ، شِرْعَةً، اَلْاِرْبَةِ، مِرْيَةٍ، خواہ متطرفہ ہو جیسے فَاصْبِرْ، فَانْتَصِرْ، اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ، اور خواہ سکون اصلی ہو جیسا کہ مثالیں گذریں یا عارضی ہو جیسے قَدْ قُدِرَ۝ اَلْمَقَابِرَ۝ سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ۝

٨/٣٥٠ وَمَا حَرْفُ الِاسْتِعْلَاءِ بَعْدُ فَرَاؤُهُ ۔۔۔ لِكُلِّهِمُ التَّفْخِيْمُ فِيْهَا تَذَلَّلَا

اور وہ کلمہ کہ اس میں راء کے بعد حرف استعلاء ہو تو اس کلمہ کی راء میں تمام قراء کے لیے تفخیم عام ہوئی ہے۔،،

یعنی وہ لفظ کہ جس میں راء کے بعد حرفِ استعلاء ہو تو اس میں سب کے لیے تفخیم ہے تَذَلَّلَا یعنی آسانی کے ساتھ وہ تفخیم قابو میں آگئی ہے مطلب یہ کہ سات حروفِ مستعلیہ میں سے جب کوئی حرف راء کے بعد واقع ہو تو تمام قراء کے لیے (ورش اور غیر ورش) راء مفخم پڑھی جائے گی خواہ وہ ساکن ہو جیسے وَاِرْصَادًا (توبہ) مِرْصَادًا (نبأ) لَبِالْمِرْصَادِ (فجر) فِيْ قِرْطَاسٍ (انعام) فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ (توبہ) یا وہ راء متحرک ہو (اور اگرچہ راء اور حرفِ استعلاء کے درمیان الف حائل ہو، کیونکہ الف کوئی مضبوط حاجز نہیں) نیز یاد رہے کہ حروفِ استعلاء میں سے راء متحرکہ کے بعد قرآن کریم میں صرف قاف، ضاد اور طاء واقع ہوئے ہیں۔ چنانچہ قاف تین جگہ ہے۔ هٰذَا فِرَاقُ (کہف) اَنَّهُ الْفِرَاقُ (قیامہ)، وَالْاِشْرَاقِ (ص) اور ضاد دو جگہ ہے اَوْ اِعْرَاضًا (نساء) اِعْرَاضُهُمْ (انعام) اور طاء صرف لفظ صِرَاط میں ہے نکرہ ہو یا معرفہ ۔۔۔ تمام قراء کے لیے یہ راء مفخم ہوگی مگر شرط یہ ہے کہ حرفِ استعلاء اسی کلمے میں ہو جس میں راء ہے جیسا کہ اوپر مثالیں گزریں لیکن اگر حرفِ مستعلیہ بعد والے کلمے کے شروع میں ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہیں جیسے ورش کے لیے حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ، لِتُنْذِرَ قَوْمًا وغیرہ میں راء باریک ہوگی اور وَاَنْذِرْ قَوْمَكَ، فَاصْبِرْ صَبْرًا، وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ میں ورش اور غیر ورش سب ہی کے لیے باریک ہوگی۔

٩/٣٥١ وَيَجْمَعُهَا قِظْ خُصَّ ضَغْطٍ وَخُلْفُهُمْ ۔۔۔ بِفِرْقٍ جَرٰى بَيْنَ الْمَشَايِخِ سَلْسَلَا

اور ان حروفِ مستعلیہ کو مجموعۂ قِظْ خُصَّ ضَغْطٍ جمع کرتا ہے، اور لفظ فِرْقٍ (شعراء) میں مشائخ کے درمیان خلف مسلسل ہوا ہے۔،، ۔۔۔ قِظْ، صیغۂ امر قیام کر خُصَّ، جھونپڑی ضَغْطٍ، تنگ۔

یاد رہے کہ قرآن کریم میں راء کے بعد ان تمام حروف کا وقوع نہیں، صرف صاد، ضاد، طاء اور قاف کا وقوع ہے جیسا کہ اوپر مثالیں گزریں، اور سورۂ شعراء کے لفظ فِرْقٍ میں خلف ہے، راء کا باریک ہونا اس لیے کہ قاف

مکسور ہے اور مکسور ہونے کی حالت میں تفخیم میں قوت کم ہو جاتی ہے اور پُر ہونا طرزُ اللباب ہے۔

۱۰/۳۵۲ وَمَا بَعْدَ كَسْرٍ عَارِضٍ اَوْ مُفَصَّلٍ فَفَخِّمْ فَهٰذَا حُكْمُهُ مُتَبَذِّلَا

اور جو راء کسرۂ عارضی کے بعد ہو یا کسرۂ منفصلہ کے بعد ہو تو اس راء کو مفخم پڑھ، پس یہ ہے راء کا حکم عام۔،،

یعنی ورش کے لیے راء میں تفخیم ہے جب کہ وہ کسرۂ عارض متصل کے بعد واقع ہو جیسے اِمْرَاَةٌ، اِمْرَئٌ جب کہ ان کلمات سے ابتداء کی جائے۔ ورش وغیرہ تمام قراء کے لیے جب کہ راء اس کسرۂ عارضی متصل کے بعد واقع ہو، جیسے اِرْتَابُوْا، اِرْجِعُوْا، اِرْجِعِيْ، اِرْكَعُوْا، اِرْكَبْ جب ان کلمات سے ابتداء کی جائے تو راء میں تفخیم ہی ہوگی کیونکہ راء کے ماقبل کسرۂ عارضی ہے کیونکہ ہمزۂ وصل بنفسہا عارضی ہوتا ہے تو اس کی حرکت بھی عارضی ہوتی ہے اسی طرح حکم کیا کہ راء جب کسرۂ منفصل کے بعد واقع ہو تو ورش وغیرہ تمام قراء کے لیے وہ مفخم ہوگی خواہ یہ کسرۂ منفصل، لازم ہو جیسے رَبِّ ارْجِعُوْنِ، اَلَّذِي ارْتَضٰى یا عارضی ہو جیسے اَمِ ارْتَابُوْا، اِنِ ارْتَبْتُمْ، لِمَنِ ارْتَضٰى۔ اور خاص ورش کے لیے کسرۂ منفصل لازم کی مثال جیسے اَبُوْكِ امْرَءَ، فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَةٌ، بِحَمْدِ رَبِّهِمْ، بِاَمْرِ رَبِّكَ اور کسرۂ منفصل عارضی جیسے قَالَتِ امْرَاَةُ الْعَزِيْزِ، اِنِ امْرُؤٌا، نیز ورش کے لیے کسرۂ منفصل جیسے بِرَسُوْلٍ، بِرَازِقِيْنَ، بِرُءُوْسِكُمْ، بِرَشِيْدٍ، لِرَبِّكَ، لِرُقِيِّكَ، لِرَسُوْلِهٖ میں راء مفخم ہوگی کیونکہ حرف جر کلمہ سے تقدیراً منفصل ہے کیونکہ جار اور مجرور دو مستقل کلمے ہیں ایک حرف ہے دوسرا اسم ہے اگرچہ لفظاً اور خطاً متصل ہیں لیکن حکماً و تقدیراً منفصل ہیں۔

۱۱/۳۵۳ وَمَا بَعْدَهٗ كَسْرٌ اَوِ الْيَا فَمَا لَهُمْ بِتَرْقِيْقِهٖ نَصٌّ وَثِيْقٌ فَيَمْثُلَا

اور وہ راء کہ اس کے بعد کسرہ یا یاء ہو تو اس کی ترقیق کے بارے میں کوئی قوی نص نہیں ہے کہ وہ مثال ہو جائے۔،،

ناظم نے اس باب کے شروع میں ذکر کیا ہے کہ ورش راء مفتوحہ و مضمومہ کو بعد یاء ساکنہ یا کسرہ کے باریک پڑھتے ہیں۔ اس شعر میں فرماتے ہیں کہ بعض اہلِ اداء نے ورش کے لیے اس وقت بھی راء کو باریک پڑھا ہے۔ جب اس کے بعد کسرہ یا یاء ہو جیسے بَيْنَ الْمَرْءِ، كَرِيْمٍ، وَرِدِفَ لَكُمْ، لَا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ، اَلْبَحْرَيْنِ، لِبَشَرَيْنِ، مَرْيَمَ، قَرْيَةً، قیاساً ان بعض مشائخ نے ایسا کیا ہے، ان کے سامنے نص صریح کوئی نہ تھی۔

۱۲/۳۵۴ وَمَا لِقِيَاسٍ فِي الْقِرَاءَةِ مَدْخَلٌ فَدُوْنَكَ مَا فِيْهِ الرِّضَا مُتَكَفِّلَا

اور نہیں ہے قیاس کے لیے فن قراءت میں کوئی جگہ بس تو لے وہی چیز کہ اس میں پسندیدہ چیز (یعنی نقل متواتر) ہو اس حال میں کہ تو اسی کا ذمہ دار بننے والا ہو۔،،

یعنی جائز نہیں کہ ورش کے لیے اس راء کو باریک پڑھا جائے جس کے بعد کسرہ یا یاء ہو اور قیاس کیا جائے اس راء پر کہ جس سے پہلے کسرہ یا یاء ساکنہ ہوتی ہے۔ تو وہ راء ورش کے لیے باریک ہوتی ہے، کیونکہ باب قراءت میں تمام وجوہ کا اعتماد نقل متواتر اور تلقی مشائخ پر ہے لہذا وہی چیزیں تم لازم سمجھو جو آئمہ سے منقول ہوں۔ اس مقام پر ایک اعتراض ہو سکتا ہے کہ علامہ شاطبی نے یہاں قیاس سے منع کیا ہے اور باب امالہ میں فرمایا۔ وَاقْتَسْ لِتَنْضُلَا۔ جواب یہ ہے کہ یہاں قیاس سے کام لے کر قواعد گھڑنے سے منع کیا ہے اور وہاں لفظ کی چند نظائر بتلا کر ان ہی جیسے الفاظ قرآن مجید میں تلاش کرنے کا حکم دیا ہے۔ لہذا دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں۔

۱۳/۳۵۵ وَتَرْقِيقُهَا مَكْسُورَةً عِنْدَ وَصْلِهِمْ وَتَفْخِيمُهَا فِي الْوَقْفِ أَجْمَعُ أَشْمُلَا

راء کی ترقیق اس حال میں کہ وہ مکسور ہو، وصل میں ہوتی ہے، اور اس کی تفخیم وقف میں جامع ہے۔ مختلف شامل ہونے والی صورتوں کو۔،،

راء مکسورہ کبھی اول کلمہ میں ہوتی ہے جیسے رِجَالٌ، رِسَالَةٌ، رِضْوَانٌ، کبھی وسط میں جیسے فَرِحِيْنَ، الشَّاكِرِيْنَ، الْغَادِمِيْنَ اور کبھی آخر میں جیسے اِلَى شَيْءٍ نُّكُرٍ، دُسُرٍ، بِقَدَرٍ۔ اول کلمہ اور وسط کلمہ والی راء مکسورہ باتفاق ہمیشہ باریک ہوگی آخر کلمہ والی بھی وصل میں تمام قراء کے لیے باریک ہوگی۔ خواہ کسرۂ اصلیہ ہو جیسے مِنْ مَّطَرٍ یا عارضی جیسے وَاَنْذِرِ النَّاسَ اور وَانْحَرْ اِنَّ شَانِئَكَ روایتِ ورش میں۔ اور وقف میں ماقبل کو دیکھا جاتا ہے اگر مفتوح ہو جیسے كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ہ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ہ یا مضموم ہو جیسے اِلٰى اَرْذَلِ الْعُمُرِ ہ كَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ہ یا الف ہو جیسے غَيْرَ مُضَآرٍّ ہ وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ہ یا واؤ ہو جیسے مِنْ فُطُوْرٍ ہ فِيْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ ہ یا حرف صحیح ساکن ہو جیسے مَعَ الْعُسْرِ ہ تو راء میں تفخیم واجب ہے اور یہی حکم راء مفتوحہ و مضمومہ کا ہے یعنی ان تمام احوال مذکورہ میں مفخم ہوگی۔

۱۴/۳۵۶ وَلٰكِنَّهَا فِي وَقْفِهِمْ مَعَ غَيْرِهَا تُرَقَّقُ بَعْدَ الْكَسْرِ أَوْ مَا تَمَيَّلَا

۱۵/۳۵۷ أَوِ الْيَاءِ تَأْتِي بِالسُّكُونِ وَرَوْمُهُمْ كَمَا وَصْلِهِمْ فَابْلُ الذَّكَاءَ مُصَقَّلَا

لیکن راء مذکورہ وقف میں مع غیر مکسورہ (یعنی مفتوحہ و مضمومہ) کے باریک پڑھی جاتی ہے جب بعد کسرہ کے ہو یا بعد الف ممال کے ہو یا بعد ایسی یاء کے ہو جو سکون کے ساتھ آ رہی ہو ـــــ اور روم کا حال مثل وصل کے ہے پس تو اپنی ذہانت کو آزما، اس حال میں کہ وہ صیقل کیے ہوئے آئینہ کی طرح ہو۔،،

یعنی راء مکسورہ متطرفہ وقف میں تین حالتوں میں باریک ہوتی ہے ایک یہ کہ کسرہ کے بعد ہو، خواہ یہ کسرہ متصلہ

ہو یا مع حاجز کے ہو اول کی مثال جیسے مُّدَّکِرٍ ہ مُّقْتَدِرٍ ہ ثانی جیسے ذِی الذِّکْرِ ہ مِنَ السِّحْرِ ہ دوسرے یہ کہ راء مکسورہ حالت وقف میں باریک ہوگی جب کہ الف ممال کے بعد ہو جیسے مِنْ اَنْصَارٍ ہ کِتٰبَ الْاَبْرَارِ ہ یہ قاعدہ ان لوگوں کے اعتبار سے فرمایا گیا ہے جو امالہ (کبریٰ یا صغریٰ) کرتے ہیں تیسرے یہ کہ راء مکسورہ کا ماقبل یاء ساکنہ ہو جیسے بَشِیْرٍ ہ مِنْ خَیْرٍ ہ

قولہ مَعَ غَیْرِھَا یعنی راء مفتوحہ ومضمومہ بھی راء مکسورہ کی طرح باریک ہی پڑھی جائیں جب کہ ان پر وقف کیا جائے اور ان سے پہلے کسرہ ہو جیسے مِنْ اَسَاوِرَ ہ وَازْدُجِرَ ہ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ ہ ماقبل کا کسرہ منفصلہ بھی اسی میں آگیا جیسے وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ ہ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ ہ اسی طرح راء مفتوحہ ومضمومہ کے ماقبل جب یاء ساکنہ ہو تو وقف میں وہ مثل راء ساکنہ کے باریک ہوتی ہیں جیسے لَا ضَیْرَ ط فَهُوَ خَیْرٌ ہ وَاللّٰهُ قَدِیْرٌ ہ اور اسی کے ساتھ یہ بات ملحوظ ہے کہ راء مفتوحہ ومضمومہ بعد الف ممال کے واقع نہیں یعنی راء مفتوحہ ومضمومہ کے ماقبل الف میں کسی کے یہاں بھی امالہ نہیں ہوتا جیسے اِنَّ الْاَبْرَارَ ہ لہٰذا یہ راء مفخم ہوگی۔

نوٹ: راء موقوفہ کے ماقبل کسرۂ منفصلہ ہو اور کسرہ اور راء کے درمیان حرف ساکن مفخم ہو جیسے عَیْنَ الْقِطْرِ ہ فَادْخُلُوْا مِصْرَ ہ تو راء میں تفخیم وترقیق دونوں جائز ہیں مگر اول میں ترقیق اور ثانی میں تفخیم بہتر ہے۔

قولہ وَرَوْمُهُمْ كَمَا وَصَلُوْا یعنی وقف بالروم میں راء کی تفخیم وترقیق کا حکم وہی ہے جو وصل کی صورت میں ہو، اگر وصل میں مکسور ہونے کی وجہ سے باریک ہو تو وقف بالروم میں بھی باریک ہوگی اور وصل میں مضموم ہونے کی وجہ سے مفخم ہو تو وقف بالروم میں بھی مفخم ہوگی۔ اسی طرح راء مضمومہ بعد الکسر یا بعد یاء ساکنہ وصل میں ورش کے لیے باریک ہوتی ہے وقف بالروم میں بھی باریک ہوگی مثلاً هُوَ الْقَادِرُ ہ وَهُوَ خَبِیْرٌ ہ خلاصہ یہ کہ وقف بالاسکان میں راء کے ماقبل کو دیکھا جاتا ہے اور بالروم میں خود راء کی اپنی حرکت کا اعتبار ہوتا ہے۔

۱۶/۳۵۸ وَفِيمَا عَدَا هٰذَا الَّذِي قَدْ ذَكَرْتُهُ — عَلَى الْأَصْلِ بِالتَّفْخِيمِ كُنْ مُتَعَمِّلَا

اور اس مذکورہ بیان کے ماسوی صورتوں میں کہ جس کو میں ذکر کر آیا ہوں اصل کی بنا پر تو تفخیم راء پر عمل کرنے والا ہو۔

یعنی راء میں تفخیم اصل اور اکثر ہے لہٰذا ورش کے لیے اور جمہور کے لیے میں نے جن صورتوں میں ترقیق کو بیان کیا وہاں ترقیق کرو اور جہاں میرا بیان خاموش ہے وہاں راء کو مفخم پڑھو۔

بَابُ اللَّامَات

۱/۳۵۹ وَغَلَّظَ وَرْشٌ فَتْحَ لَامٍ لِصَادِهَا — أَوِ الطَّاءِ أَوْ لِلظَّاءِ قَبْلُ تَنَزُّلَا

۲/۳۶۰ إِذَا فُتِحَتْ أَوْ سُكِّنَتْ كَصَلَاتِهِمْ ۔۔۔ وَمَطْلَعِ أَيْضًا ثُمَّ ظَلَّ وَيُوصَلَا

اور ورش نے فتح والے لام کو پُر پڑھا ہے، صاد یا طا، یا ظاء کی وجہ سے کہ یہ لام سے پہلے آ رہے ہوں۔۔۔ جس وقت کہ یہ حروف (صاد، طا، ظا) مفتوح ہوں یا ساکن پڑھے جا رہے ہوں جیسے صَلَاتِهِمْ، مَطْلَعِ اور ظَلَّ اور يُوصَلَ۔۔۔

تغلیظ اور تفخیم ہم معنی لفظ ہیں۔ لیکن تفخیم اکثر راء میں اور تغلیظ لام میں بولا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ ہر اس لام مفتوحہ کو مغلظ پڑھا ہے جو صاد، طاء، ظاء تین حروں کے بعد واقع ہو، عام اس سے کہ وہ لام مخففہ ہو یا مشدد۔ بشرطیکہ یہ حروف ثلاثہ مفتوح یا ساکن ہوں ورنہ لام مغلظ نہ ہوگا۔

۳/۳۶۱ وَفِي طَالَ خُلْفٌ مَعْ فِصَالًا وَعِنْدَمَا ۔۔۔ يُسَكَّنُ وَقْفًا وَالْمُفَخَّمُ فُضِّلَا

اور لفظ طَالَ میں اور فِصَالًا میں خلف ہے۔ اور اس وقت بھی خلف ہے کہ وقف میں لام کو ساکن پڑھا جا رہا ہو اور تفخیم کو فضیلت دی گئی ہے۔۔۔

مطلب یہ کہ لام مفتوحہ اور ماقبل کے حرف میں الف حائل ہو جائے تو لام کی تفخیم و ترقیق دونوں جائز ہیں۔ جیسے طَالَ وغیرہ میں طَالَ اور بقرہ میں فِصَالًا نساء میں يَصَّالَحَا آتا ہے۔ اسی طرح لام پر اگر وقف کر دیا جائے جیسے أَنْ يُوصَلَ ط

علامہ جزری اور علامہ شاطبی نے ان دونوں صورتوں میں لام کو تغلیظ سے پڑھنے کو ترجیح دی ہے۔

۴/۳۶۲ وَحُكْمُ ذَوَاتِ الْيَاءِ مِنْهَا كَهَذِهِ ۔۔۔ وَعِنْدَ رُؤُسِ الْآيِ تَرْقِيقُهَا اعْتَلَا

اور اس لام کا حکم الفاتِ ذوات الیاء کے ساتھ (شعر سابق میں مذکور) اسی لام کی طرح (بالخلف) ہے، اور رؤس الآیات میں اس لام کی ترقیق ہی عالیشان ہے۔۔۔

یعنی جن کلمات میں یہ لام قابلِ تفخیم اس طرح واقع ہو کہ اس کے بعد ذوات الیاء الف بھی آ رہا ہو تو اس لام کی تفخیم کا حکم بھی وہی ہے جو آپ پڑھ کر آئے ہیں یعنی لام کی تفخیم و ترقیق میں خلف ہے لیکن یاد رہے کہ یہ خلف مرتب ہے امالہ کے باب میں آپ یہ پڑھ کر آئے ہیں کہ ذوات الیاء الفوں میں ورش کے لیے فتح اور تقلیل دو وجہ ہیں لہٰذا اس خلف کو یہاں والے خلف پر اس طرح مرتب کریں کہ فتح کے ساتھ لام کو مغلظ اور ترقیق کے ساتھ اس کو مرقق پڑھیں یہ سب تفصیل اس وقت ہے جب کہ رأس الآیات نہ ہو چنانچہ اس کا بیان آئندہ مصرعہ میں ہے۔ مثلاً يَصْلَاهَا (اسراء) تَصْلَىٰ (غاشیہ) يَصْلَىٰ (انشقاق) سَيَصْلَىٰ (سورۃ ابی لہب)۔ قولہ وَعِنْدَ رُؤُسِ الْآيِ یعنی اگر صورت مذکورہ رؤس الآیات میں ہو جیسے سورہ قیامہ میں وَلَا صَلَّىٰ ۝ سورۃ الاعلیٰ میں فَصَلَّىٰ ۝ علق میں إِذَا صَلَّىٰ ۝ تو لام میں صرف ترقیق

ہے باب الامالہ میں گزر چکا ہے کہ رؤس آیات میں یائی الفات میں ورش کے لیے صرف تقلیل ہے لہذا لام میں بھی صرف ترقیق ہوگی۔ حاصل یہ کہ تغلیظ لام اور تقلیل جمع نہیں ہوتے ہیں ان میں باہمی تنافر ہے لہذا تغلیظ کے ساتھ فتح اور ترقیق کے ساتھ تقلیل ہوگی۔

۳۶۳/۵ وَكُلٌّ لَدَى اسْمِ اللهِ مِنْ بَعْدِ كَسْرَةٍ ... يُرَقِّقُهَا حَتَّى يَرُوقَ مُرَتَّلاً

اور تمام قراء اسم الجلالہ میں کسرہ کے بعد ترقیق اختیار کرتے ہیں تاکہ وہ وضاحت کے ساتھ پڑھے جانے کی وجہ سے خوشنما معلوم ہو۔،،

یعنی اسم الجلالہ جب کسرہ کے بعد واقع ہو تو تمام قراتوں میں اس کو باریک پڑھا جاتا ہے تاکہ کسرہ کی ترقیق کے بعد لام کی تفخیم ناگوار نہ معلوم ہو۔ مُرَتَّل ترتیل سے ہے جس کے معنی وضاحت اور صفائی کے ہیں معلوم ہوا کہ بہ نسبت تفخیم کے ترقیق میں آواز کی زیادہ وضاحت ہوتی ہے جیسے اَبِاللّٰهِ وَآيَاتِهِ، أَفِي اللهِ شَكٌّ، لِلّٰهِ الْاَمْرُ، مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ، قُلِ اللّٰهُمَّ۔

۳۶۴/۶ كَمَا فَخَّمُوهُ بَعْدَ فَتْحٍ وَضَمَّةٍ ... فَتَمَّ نِظَامُ الشَّمْلِ وَصْلاً وَفَيْصَلاً

جیسا کہ ان تمام قراء نے اس لام کو پُر پڑھا ہے فتحہ اور ضمہ کے بعد۔ پس اس طرح تمام افراد کو شامل ہونے والا یہ قاعدہ وصل و وقف دونوں کے اعتبار سے مکمل ہوگیا۔،،

یعنی تمام قراء فتحہ اور ضمہ کے بعد لام اسم الجلاء کو پُر کرتے ہیں مثلاً شَهِدَ اللّٰهُ، قَالَ اللّٰهُ، تَاللّٰهِ، وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ، عَلَيْهُ اللّٰهَ، ءَاللّٰهُ۔

نوٹ: ورش کے لیے اَفَغَيْرَ اللّٰهِ، وَلَذِكْرُ اللّٰهِ وغیرہ میں اگرچہ را باریک ہے مگر حسب قاعدہ لام اسم الجلالہ پُر ہی ہے۔ سوسی کے لیے نَرَى اللّٰهَ کی را میں بحالت وصل بالخلف امالہ ہے۔ فتح کی صورت میں لام میں تفخیم ہے اور امالہ کی صورت میں لام میں تفخیم و ترقیق دونوں جائز ہیں۔

بَابُ الْوَقْفِ عَلَى اَوَاخِرِ الْكَلِمِ

۳۶۵/۱ وَالِاسْكَانُ اَصْلُ الْوَقْفِ وَهُوَ اشْتِقَاقُهُ ... مِنَ الْوَقْفِ عَنْ تَحْرِيكِ حَرْفٍ تَعَزَّلاَ

اور موقوف کے آخر کو ساکن پڑھنا وقف میں اصل ہے اور وقف کا اشتقاق ہی بمعنی ٹھہر جانے کے ہے اس

حرف کو متحرک پڑھنے سے جو حرکت سے جدا ہو گیا۔،،

وقف عارضی ٹھیراؤ کو کہتے ہیں جس میں سانس لے کر آگے پڑھنے کا ارادہ ہو ورنہ قطع کہلاتا ہے آخر کلمہ غیر موصول پر سانس لے کر ٹھیرنا، یہ وقف کی تعریف ہے۔ ناظم کے کلام میں وقف بالاسکان کو اصل بتایا گیا اور دلیل یہ دی گئی کہ وقف کے معنی حرکت پڑھنے سے رکنے کے ہیں۔ لہذا اسکان اصل ہوا۔

۲/۳۶۶ وَعِنْدَ اَبِیْ عَمْرٍو وَكُوْفِیِّهِمْ بِهٖ ۔۔۔ مِنَ الرَّوْمِ وَالْاِشْمَامِ سَمْتٌ تَجَمَّلَا

اور ابو عمرو اور کوفیین کے یہاں وقف میں روم و اشمام کا بھی ایک خوبصورت طریقہ ثابت ہوا ہے۔،،

یعنی ابو عمرو اور کوفیین سے علاوہ وقف بالاسکان کے روم و اشمام کے ساتھ وقف کرنے کا بھی ایک خوبصورت طریقہ بطور نص ثابت ہوا ہے۔

۳/۳۶۷ وَاَكْثَرُ اَعْلَامِ الْقُرَانِ يَرَاهُمَا ۔۔۔ لِسَائِرِهِمْ اَوْلَى الْعَلَائِقِ مِطْوَلَا

مگر اکثر مشائخ قرآن ان دونوں (روم و اشمام) کو باقی تمام قراء کے لیے بھی بہتر سمجھتے ہیں دلی تعلقات میں ایک رسی کی طرح۔،،

علائق، وہ چیزیں جن میں دل کے ساتھ آدمی کا فکر معلق ہو مراد افکار۔ مِطْوَل، رسی یعنی افکار و نظریات میں ایک بہترین لڑی۔ یعنی باقی قراء سے اگرچہ بصراحت روم و اشمام کا طریقہ مروی تو نہیں ہے مگر قراء و مشائخ نے سب کے لیے ہی ان کو پسند کیا ہے۔

۴/۳۶۸ وَرَوْمُكَ اِسْمَاعُ الْمُحَرَّكِ وَاقِفًا ۔۔۔ بِصَوْتٍ خَفِيٍّ كُلَّ دَانٍ تَنَوَّلَا

اور روم یہ ہے کہ تو وقف کی حالت میں حرکت کو سنائے پست آواز میں کہ ہر کوئی قریبی آدمی اس کو پالے۔،،

یعنی روم کی حقیقت یہ ہے کہ حرکت کو صوت خفی میں ادا کیا جائے۔

۵/۳۶۹ وَالْاِشْمَامُ اِطْبَاقُ الشِّفَاهِ بُعَيْدَ مَا ۔۔۔ يُسَكَّنُ لَا صَوْتٌ هُنَاكَ فَيَصْحَلَا

اور اشمام ہونٹوں کو ملانا فوراً بعد اس کے کہ حرف کو ساکن کیا جائے (یعنی) اس جگہ کوئی آواز نہیں ہوتی کہ سنے کوئی۔،،

یعنی اشمام کی حقیقت یہ ہے کہ حرف کو ساکن پڑھنے کے بعد ہونٹوں کو ملا کر حرکت (ضمہ) کی طرف اشارہ کیا جائے بُعَيْد، بعد کی تصغیر ہے۔ اِطباق سے مراد انضمام شفتین ہے۔ شِفَاہ، شَفَة کی جمع ہے ہونٹ۔ صَحِلَ يَصْحَلُ بمعنی سننا۔

۶/۳۷۰ وَفِعْلُهُمَا فِي الضَّمِّ وَالرَّفْعِ وَارِدٌ وَرَوْمُكَ عِنْدَ الْكَسْرِ وَالْجَرِّ وُصِّلَا

روم و اشمام کا عمل ضمہ اور رفع میں ہوتا ہے اور روم کسرہ اور جر میں پہونچایا گیا ہے۔،،

یعنی ضمہ حرکت مبنی اور رفع حرکت معرب دونوں میں روم و اشمام جائز ہے اور روم کسرہ حرکت مبنی اور جر حرکت معرب میں ہوتا ہے اور وقف بالاسکان تینوں حرکات میں ہوتا ہے۔

۷/۳۷۱ وَلَمْ يَرَهُ فِي الْفَتْحِ وَالنَّصْبِ قَارِئٌ وَعِنْدَ إِمَامِ النَّحْوِ فِي الْكُلِّ أُعْمِلَا

مگر روم کو فتح حرکتِ مبنی اور نصب حرکتِ معرب میں کسی قاری نے بھی جائز نہیں سمجھا ہے اور امام النحو سیبویہ کے نزدیک روم سب ہی حرکات میں معمول قرار دیا گیا ہے۔،،

نوٹ: أُعْمِلَا، میں الف اطلاقی ہے نائب فاعل کی ضمیر روم کی طرف لوٹتی ہے۔

۸/۳۷۲ وَمَا نُوِّعَ التَّحْرِيكُ إِلَّا لِلَازِمٍ بِنَاءً وَإِعْرَابٍ غَدَا مُتَنَقِّلَا

اور نہیں لائی گئی ہیں انواع حرکت کی گمر بیان کے لیے، بنی کی حرکتِ لازمہ کے لیے اور اعرابی حرکت کے لیے جو بار بار بدلتی ہے۔،،

یعنی اوپر کے دو شعروں میں ہم نے پیش کے لیے ضمہ اور رفع، زیر کے لیے کسرہ اور جر، اور زبر کے لیے فتحہ و نصب دو دو لفظ اس لیے کہے ہیں کہ ہمارا کلام مبنی معرب دونوں کی حرکات کو شامل ہو جائے۔ یاد رہے ضمہ فتح کسرہ مبنی کے لیے اور رفع نصب جر معرب کی حرکات کے لیے بولا جاتا ہے۔ مبنی کی مثالیں: مِنْ حَيْثُ، مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ، أَنْعَمْتَ، هٰؤُلَاءِ۔ معرب کی مثالیں، رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ، أَتَقْتُلُونَ، رَجُلًا، مِنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ۔

قولہ وَإِعْرَابٍ یہ لفظ لِلَازِمٍ پر عطف ہے اور بِنَاءً، لَازِمٍ سے تمیز ہے اور غَدَا مُتَنَقِّلَا، إِعْرَابٍ کی صفت ہے۔

۹/۳۷۳ وَفِي هَاءِ تَأْنِيثٍ وَمِيمِ الْجَمِيعِ قُلْ وَعَارِضِ شَكْلٍ لَمْ يَكُونَا لِيَدْخُلَا

اور ہاء تانیث میں اور میم جمع میں اور عارضی حرکت میں کہہ تو کہ ان (روم و اشمام) کا کوئی دخل نہیں۔،،

یعنی روم و اشمام تین صورتوں میں جائز نہیں۔ اول ھاء تانیث میں۔ ھاء تانیث سے یہ مراد ہے کہ وہ مرسوم بالہاء ہو جو وصل میں تاء اور وقف میں ھاء سے بدلتی ہے جیسے فَفِي رَحْمَةِ، وَتِلْكَ نِعْمَةٌ، أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ۔

بہر حال یہ حکم تاء بصورتِ ھاء کا ہے لہٰذا جو تاء رسم میں بشکل تاء طویلہ ہوگی اس پر وقف تاء کے ساتھ ہوگا اور اس پر

روم و اشمام جائز ہے جیسے رَحْمَتُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ، فَانْظُرْ إِلَى آثَارِ رَحْمَتِ اللهِ۔ لیکن یہ بھی جب ہی ہے جب وقف بالتاء ہو لیکن جو قراء تاء طویلہ پر بھی وقف بالہاء کرتے ہیں ظاہر ہے کہ ان کے یہاں اس جگہ بھی روم و اشمام نہ ہوں گے۔ دوسرے میم جمع ہے کہ ان حضرات کے مذہب پر جو اس میں صلہ کرتے ہیں روم و اشمام نہ ہوگا اور جو حضرات بالاسکان پڑھتے ہیں ظاہر ہے کہ روم و اشمام کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تیسری جگہ جہاں روم و اشمام جائز نہیں ہے عارضی حرکت ہے، خواہ یہ عارضی حرکت نقل کی وجہ سے ہو جیسے قُلْ اُوْحِيَ، مِنِ اسْتَبْرَقٍ۔ یا التقاء ساکنین سے بچنے کے لیے ہو جیسے وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ، لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ ایسے ہی يَوْمَئِذٍ، حِيْنَئِذٍ میں روم جائز نہیں البتہ غَوَاشٍ اور جَوَارٍ میں جائز ہے کہ بالروم وقف کیا جائے۔

۱۰/۳۷۴ وَفِي الْهَاءِ لِلْاِضْمَارِ قَوْمٌ اَبَوْهُمَا ۔۔۔ وَمِنْ قَبْلِهِ ضَمٌّ اَوِ الْكَسْرُ مُثِّلَا

اور ایک جماعت مشائخ نے ھاءِ ضمیر میں روم و اشمام کا انکار کیا ہے بحالیکہ اس سے پہلے ضمہ یا کسرہ دیکھا جائے۔"

۱۱/۳۷۵ اَوُ اُمَّاهُمَا وَاوٌ وَيَاءٌ وَبَعْضُهُمْ ۔۔۔ يُرٰى لَهُمَا فِيْ كُلِّ حَالٍ مُحَلِّلَا

یا ھاءِ ضمیر کے ماقبل ان دونوں (ضمہ و کسرہ) کی ماں (یعنی اصل) واؤ اور یاء ہوں۔ اور بعض مشائخ دیکھے جاتے ہیں کہ روم و اشمام کو ہر حال میں جائز قرار دینے والے ہیں۔"

ھاءِ ضمیر اپنے ماقبل کے اعتبار سے حسبِ ذیل سات انواع پر پائی جاتی ہے۔ (۱) ماقبل ضمہ ہو جیسے يَعْلَمُهُ۔ (۲) ماقبل اُمِّ ضمہ یعنی واوِ مدہ ہو جیسے وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ۔ یا واوِ لینہ ہو جیسے وَشَرَوْهُ۔ (۳) ماقبل کسرہ ہو جیسے مِنْ رَّبِّهِ، بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ، (۴) ماقبل امِّ کسرہ یعنی یاءِ مدہ ہو جیسے فِيْهِ، اَخِيْهِ یا یاءِ لینہ ہو جیسے عَلَيْهِ، بِوَالِدَيْهِ۔ (۵) ماقبل فتحہ ہو جیسے لَنْ تُخْلَفَهُ۔ (۶) ماقبل اُمِّ فتحہ یعنی الف ہو جیسے اِجْتَبَاهُ، وَهَدَاهُ۔ (۷) ماقبل حرفِ ساکن صحیح ہو جیسے فَلْيَصُمْهُ، مِنْ لَّدُنْهُ۔ ھاءِ ضمیر میں ناظم نے پہلے ایک جماعت کا مذہب نقل فرمایا، اس نے نمبر ایک تا چار میں روم و اشمام کو ناجائز کہا ہے جس کا مفہوم یہ ہوا کہ اس جماعت کے نزدیک نمبر پانچ تا سات میں روم و اشمام جائز ہے۔ دوسری جماعت کا مذہب یہ ہے کہ ساتوں قسموں میں روم و اشمام جائز ہے۔

بَابُ الْوَقْفِ عَلٰى مَرْسُوْمِ الْخَطِّ

۱/۳۷۶ وَكُوْفِيُّهُمْ وَالْمَازِنِيُّ وَنَافِعٌ ۔۔۔ عُنُوْا بِاتِّبَاعِ الْخَطِّ فِي الْوَقْفِ الِابْتِلَا

اور قراء میں سے کوفیین اور مازنی (ابو عمرو بصری) اور نافع نے اہتمام کیا ہے رسم الخط کی اتباع کا وقفِ ابتلاء میں۔،،

٢/٢٧٧ وَلِابْنِ كَثِيرٍ يُرْتَضٰى وَابْنِ عَامِرٍ ۞ وَمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ حَرٍ اَنْ يُفَصَّلَا

اور ابن کثیر اور ابنِ عامر کے لیے اتباعِ رسم کو پسند کیا گیا ہے اور جن کلمات میں ان قراءِ سبعہ نے اس اتباعِ رسم کے اصول سے اختلاف کیا ہے ہمارے لیے مناسب ہے کہ ان کی تفصیل بیان کی جائے۔،،

رسم سے مراد رسمِ مصاحفِ عثمانیہ ہے جو باجماعِ صحابہ تھا۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ کوفیین، بصری اور نافع سے بروایتِ صحیحہ ثابت ہے کہ وہ مصاحف کی رسم کا اہتمام کرتے تھے یعنی وقف میں کلمات کی رسم کو ملحوظ رکھتے تھے اور باقی دو اماموں کی و شامی کے یہاں بھی یہ ہی اصول مسلم ہے گو ان سے روایت منقول نہیں۔ واضح ہو کہ وقف اختیاری یہ ہوتا ہے کہ آدمی معنی کے لحاظ سے اس جگہ وقف کرے جہاں معنی تمام ہوتے ہوں لیکن قاری کو ہر کلمہ پر وقف کا طریقہ معلوم ہونا چاہیئے بطورِ تعلیم و تعلم جو کلمات پر وقف کیا جائے اگرچہ باعتبارِ معنی وہ وقف کی جگہ نہ ہو۔ اس کو وقفِ اختباری کہتے ہیں۔ اتباعِ رسم کا مطلب یہ ہے کہ جو کلمہ مرسوم بالتاء ہو وقف بھی بالتاء کیا جائے، جو مرسوم بالہاء ہو وقف میں بھی ہاء پڑھی جائے۔ جو کلمہ دوسرے کلمہ سے موصول لکھا ہوا اس میں وقف دوسرے کلمہ پر کیا جائے جیسے اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ میں اِنَّمَا اور اگر مفصول لکھا ہو تو اول کلمہ پر وقف جائز قرار دیا جائے گا جیسے اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ میں اِنَّ مَا مفصول ہے پس لفظ اِنَّ پر وقف صحیح ہے البتہ قراء کی روایات میں کہیں کہیں اس اتباعِ رسم کے اصول سے اختلاف و انحراف منقول ہے اس باب میں اس اختلافی مذاہب کی نشان دہی کی جائے گی۔ قولہ وَمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مبتدا ہے حَرٍ اَنْ يُفَصَّلَا خبر ہے۔ حَرٍ اصل میں حَرِيٌّ ہے بقاعدہ قاضٍ آخر سے یا گر گئی بمعنی لائق ہے۔

٣/٢٧٨ اِذَا كُتِبَتْ بِالتَّاءِ هَاءُ مُؤَنَّثٍ ۞ فَبِالْهَاءِ قِفْ حَقًّا رِضًا وَمُعَوَّلَا

جب لکھی جائے تاء کی صورت میں ہاءِ تانیث تو ہاء کے ساتھ وقف کرو (حق رضا کے مرموزین کے لیے) کہ یہ وقف بھی حق پسندیدہ اور معتمد ہے۔،،

یعنی ہاءِ تانیث جب بشکل ہ لکھی ہوئی ہو تو باجماع اس پر وقف بالہاء ہوگا۔ اور اتباعِ رسم کیا جائے گا، اور جب بصورتِ تاء ہو تو مکی، بصری اور کسائی وقف بالہاء کرتے ہیں اور رسم کی مخالفت کرتے ہیں، اور باقی حضرات اتباعِ رسم کرتے ہوئے وقف بالتاء کرتے ہیں مثلاً اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ، وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ۔ رسم کی تفصیلات کے لیے کتبِ رسم کی طرف مراجعت کرنی چاہیئے۔

٤/٣٧٩ وَفِي اللَّاتِ مَعْ مَرْضَاتِ مَعْ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۔۔۔ وَلَاتَ رِضًا هَيْهَاتَ هَادِيهِ رُفِّلَا

اور اَللّات اور مَرْضَاتَ اور ذَاتَ بَهْجَةٍ اور لَاتَ میں (کسائی کے لیے) وقف بالہاء پسندیدہ ہے۔
اور هَيْهَاتَ میں اس وقف بالہاء کی راہنمائی کرنے والا (بزی اور کسائی کے لیے) عظمت دیا گیا ہے۔۔

یعنی اَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ (نجم) اور لفظ مَرْضَاتَ جہاں بھی ہو اور حَدَائِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ (نمل) اور لَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ میں تمام تاء والے کلمات پر کسائی نے بالہاء وقف کیا ہے ناظم نے لفظ ذَاتَ کو بَهْجَةٍ کے ساتھ بولا ہے تاکہ ذَاتَ بَيْنِكُمْ، ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ وغیرہ میں لفظ ذات نکل جائے کہ اس پر باجماع بالتاء ہی وقف ہوگا۔ اور بزی وکسائی نے لفظ هَيْهَاتَ کو دونوں جگہ وقف میں هَيْهَاهْ پڑھا ہے یعنی وقف بالہاء کیا ہے۔ باقی غیر مذکور قراء رسم کے موافق بالتاء وقف کرتے ہیں۔

٥/٣٨٠ وَقِفْ يَا أَبَهْ كُفْؤًا دَنَا وَكَأَيِّنِ الْـ ۔۔۔ وُقُوفُ بِنُونٍ وَهْوَ بِالْيَاءِ حُصِّلَا

اور تو وقف میں يَا أَبَهْ پڑھ كُفُؤًا دَنَا (شامی و مکی) کے لیے۔ اور لفظ كَأَيِّنْ پر وقف نون کے ساتھ ہے جب کہ حُصِّلَا (کے مرموز بصری) کے لیے وہ وقف یاء کے ساتھ حاصل کیا گیا ہے۔۔

یعنی لفظ يَا أَبَتِ جہاں بھی ہو جیسے يَا أَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ اور يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ شامی اور مکی کے لیے تاء وقف میں ہاء سے بدلے گی۔ باقی حضرات رسم کے مطابق تاء پڑھتے ہیں۔ اور لفظ كَأَيِّنْ پر تمام قراء رسم کے مطابق وقف بالنون کرتے ہیں مگر بصری اصل کے مطابق یاء پر وقف کرتے ہیں وَكَأَيِّ ط۔

٦/٣٨١ وَمَالِ لَدَى الْفُرْقَانِ وَالْكَهْفِ وَالنِّسَاءِ ۔۔۔ وَسَالَ عَلَى مَا حَجَّ وَالْخُلْفُ رُتِّلَا

اور مَالِ جو فرقان، کہف، نساء اور سَالَ (معارج) میں ہے۔ حَجَّ (بصری) کے لیے وقف مَا پر ہے اور رُتِّلَا (کسائی) کے لیے خلف ہے۔۔

لفظ مَا استفہامیہ، اور لام حرف جر ہے لام کو ان چار مواقع میں مجرور سے علیحدہ کرکے لکھا گیا ہے۔ وقف کے متعلق بتلاتے ہیں کہ بصری کے یہاں وقف مَا پر ہے۔ اور کسائی کے لیے خلف ہے مَا اور لَام دونوں پر صحیح ہے اور باقین کے یہاں صرف لام پر ہے۔

نوٹ: یہ اختلاف بطریق شاطبی ہے، ورنہ بطریق جزری کوئی اختلاف نہیں تمام قراء کے یہاں مَا اور لَام دونوں پر وقف صحیح ہے۔ جیسا کہ معلوم ہے یہ وقفِ اختیاری کی قسم ہے لہذا مَا یا لَام پر وقف کیا جائے تو مَا کے بعد

یا لام کے بعد سے ابتدا صحیح نہیں، ابتدا مَا ہی سے کی جائے۔ (الوافی شرح شاطبیہ)

۷/۳۸۲ وَیَا أَیُّھَا فَوقَ الدُّخَانِ وَ أَیُّھَا لَدَی النُّورِ وَالرَّحْمٰنِ رَافِقْ حُمَّلَا

اور رَافِقْ حُمَّلَا (کے مرموزین کسائی اور بصری) نے وقف میں سورۂ دخان سے اوپر والی سورۃ (یعنی زخرف) میں یَا أَیُّھَا اور سورۂ نور و رحمٰن میں أَیُّھَا پڑھا ہے۔،،

قرآن شریف میں تین جگہ زخرف، نور اور رحمٰن میں لفظ اَیُّھَا بحذفِ الف ہے یعنی اَیُّهَ۔ ان تینوں کو کسائی و بصری نے وقف میں اصل کے مطابق اَیُّھَا بالالف ہی پڑھا ہے، اور باقین نے رسم کے مطابق اَیُّهْ پڑھا ہے۔ حُمَّلَ حامل کی جمع ناقلین۔

۸/۳۸۳ وَفِی الْھَا عَلَی الْاِتْبَاعِ ضَمَّ ابْنُ عَامِرٍ لَدَی الْوَصْلِ وَالْمَرْسُومُ فِیْھِنَّ اَخْیَلَا

اور (مذکورہ مواقع میں) ماقبل ھا کے ضمّہ کی اتباع پر ابن عامر نے ھاء پر ضمّہ پڑھا ہے وصل کی حالت میں۔ اور رسم ان تینوں مواقع میں ان کی قراءت کی تائید کرتا ہے۔،،

یعنی شامی نے وصل میں اس لفظ اَیُّهَ کی ھاء پر ضمّہ اور باقین نے فتحہ پڑھا ہے اور یہ قبیلہ بنی اسد کی لغت ہے اور یہ ضمّہ دراصل ماقبل یعنی یاء کے ضمّہ کی اتباع پر ہے۔ ان تینوں مواقع میں چونکہ ھاء کا ضمّہ اور فتحہ دو قراءتیں تھیں دونوں کی شمولیت کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اَیُّهَ بغیر الف کے لکھا ہے الف کے ساتھ صرف فتحہ ہی پڑھا جا سکتا تھا۔ باقی جگہ نہ یہ اختلاف تھا اور نہ اَیُّھَا کا الف رسماً حذف کیا گیا۔

۹/۳۸۴ وَقِفْ وَیْکَاَنَّهٗ وَیْکَاَنَّ بِرَسْمِهٖ وَبِالْیَاءِ قِفْ رِفْقًا وَبِالْکَافِ حُلِّلَا

اور وقف کرو وَیْکَاَنَّهٗ اور وَیْکَاَنَّ پر رسم کے مطابق اور مرموز رِفْقًا (کسائی) کے لیے یاء پر اور مرموز حُلِّلَا (بصری) کے لیے کاف پر بھی وقف جائز رکھا گیا ہے۔،،

سورۂ قصص میں ہے وَیْکَاَنَّ اللّٰهَ اور وَیْکَاَنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْکٰفِرُوْنَ ان دونوں لفظوں پر آخر میں سب کے لیے وقف ہے یعنی وَیْکَاَنَّهٗ میں ھا پر اور وَیْکَاَنَّ میں نون پر۔ دونوں لفظوں میں وَیْ کی یاء کاف کے ساتھ اور کاف، اَنَّ کے ساتھ موصول مرسوم ہے اور موصول حکم میں ایک لفظ کے ہوتا ہے مگر کسائی کے لیے یاء پر اور بصری کے لیے کاف پر بھی وقف جائز ہے۔ بہر حال یاء پر وقف کر کے آگے کاف سے یا کاف پر وقف کر کے آگے اَنَّ سے ابتدا کسی کے یہاں بھی جائز نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ بصری نے کاف پر وقف کر کے وَیْکَ کو مستقل

کلمہ قرار دیا ہے جو اصل میں وَیْلَکَ تھا۔ اور کسائی کے نزدیک لفظ وَیْ کلمۂ تعجب ہے جو کَاَنَّ پر داخل ہے۔

۱۰/۳۸۵ وَأَیًّا بِأَیًّا مَّا شَفَا وَسِوَاهُمَا ٭ بِمَا وَبِوَادِ النَّمْلِ بِالْیَا سَنَا تَلَا

اور لفظ أَیًّامَّا میں وقف أَیًّا پر شفا (حمزہ، کسائی) کے لیے صحیح ہے اور ان دونوں کے علاوہ کے لیے وقف مَا پر ہے۔ اور وَادِالنَّمْلِ میں (کسائی کے لیے) وقف یاء کے ساتھ روشنی بن کر تابع ہوا ہے۔،،

یعنی أَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْأَسْمَآءُ الْحُسْنٰی میں حمزہ کسائی کے لیے أَیًّا پر بھی وقف صحیح ہے جب کہ دوسرے قراء کے یہاں وقف مَا پر ہوگا کیونکہ یہ أَیًّا کے ساتھ بطور صفت جزء ہو گیا ہے۔ علامہ شاطبی نے یہ مسئلہ علامہ دانی کی اتباع میں فرمایا ہے لیکن نشر میں دونوں جگہ وقف کرنے کا جواز تمام قراء کے لیے نقل کیا گیا ہے کیونکہ دونوں کلمے رسمًا مفصول ہیں تو کسی صورت میں بھی رسم کے خلاف وقف نہ ہوگا۔ سورۂ نمل میں عَلٰی وَادِالنَّمْلِ میں کسائی نے وَادْ کو وقف میں وَادِیْ پڑھا ہے جب کہ باقین رسم کے مطابق وَادْ پڑھتے ہیں۔

۱۱/۳۸۶ وَفِیْمَهْ وَمِمَّهْ قِفْ وَعَمَّهْ لِمَهْ بِمَهْ ٭ بِخُلْفٍ عَنِ الْبَزِّیِّ وَادْفَعْ مُجَهِّلَا

اور وقف کرو فِیْمَهْ، مِمَّهْ، عَمَّهْ، لِمَهْ اور بِمَهْ خلف کے ساتھ بزی سے اور دفع کرو جہالت کی بات کہنے والے کو۔،،

یعنی بزی اس مَا کو کہ جس پر حرفِ جر داخل ہو اور مَا کا الف حذف ہو وقف میں خلف کے ساتھ ھاءِ سکتہ لگا کر وقف کرتے ہیں جیسے فِیْمَ أَنْتَ، مِمَّ خُلِقَ، عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ، لِمَ أَذِنْتَ لَهُمْ، بِمَ یَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ۔ اور باقین کے یہاں بغیر ھاء سکتہ کے میم پر وقف کیا گیا ہے۔ اور بزی کی دوسری وجہ بھی یہی ہے۔

بَابُ مَذَاهِبِهِمْ فِیْ یَاءَاتِ الْإِضَافَةِ

یاءاتِ اضافت میں قراء کے مذاہب کا بیان

۱/۳۸۷ وَلَیْسَتْ بِلَامِ الْفِعْلِ یَاءُ إِضَافَةٍ ٭ وَمَا هِیَ مِنْ نَّفْسِ الْأُصُوْلِ فَتُشْكِلَا

اور یاءِ اضافت، لامِ فعل نہیں ہوتی ہے اور نہ ہی وہ نفسِ اصول سے ہوتی ہے کہ وہ اشکال میں مبتلا کرے۔،،

۲/۳۸۸ وَلٰكِنَّهَا كَالْهَاءِ وَالْكَافِ كُلُّ مَا ٭ تَلِیْهِ یُرٰی لِلْهَاءِ وَالْكَافِ مَدْخَلَا

بلکہ وہ ھا اور کاف کی طرح (کی ایک ضمیر) ہوتی ہے، ہر وہ جگہ کہ وہاں یہ یاء اضافت متصل ہو گی، ھاء اور کاف کے داخل ہونے کی جگہ (صحیح) دیکھی جا سکے گی۔،،

ان دونوں شعروں میں ناظم نے یاءِ اضافت کا مفہوم سمجھایا ہے کہ یہ یاء، زائدہ، دالّہ علی المتکلم ہوتی ہے۔ اور فعل، اسم اور حرف تینوں کے ساتھ متصل ہوتی ہے۔ چنانچہ فعل کے ساتھ منصوب المحل اور اسم کے ساتھ مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور المحل اور حرف کے ساتھ کبھی منصوب المحل اور کبھی مجرور المحل ہوتی ہے۔

ترتیب وار مثالیں: سَتَجِدُنِیۡ۔ ذِکۡرِیۡ، اِنِّیۡۤ اَخَافُ، وَلِیَ دِیۡنِ۔ ناظم فرماتے ہیں کہ اس کی بڑی آسان پہچان یہ ہے کہ یہ لام فعل نہیں ہوتی اور نہ کلمہ کا جزء ہوتی ہے، جہاں یہ داخل ہو اس جگہ ھا ضمیر اور کاف ضمیر لگانا عربیت کے لحاظ سے صحیح ہوتا ہے مثلاً سَتَجِدُكَ، سَتَجِدُهٗ۔ ذِكۡرُكَ، ذِكۡرُهٗ۔ اِنَّكَ، اِنَّهٗ۔ لَكَ، لَهٗ۔ اور آئندہ باب میں جو یاءِ زائدہ کا بیان آ رہا ہے۔ وہ اس سے مختلف ہے یعنی وہ کلمہ کا جز ہوتی ہے جیسے اَلدَّاعِیۡ، اَلۡمُهۡتَدِیۡ۔ قرآن مجید میں یاءِ اضافت تین طرح واقع ہوئی ہیں۔ ایک قسم یہ کہ بلا اختلاف ساکن ہے۔ جیسے فَمَنۡ تَبِعَنِیۡ۔ دوسری یہ کہ بلا اختلاف مفتوح ہے جیسے بَلَغَنِیَ الۡكِبَرُ۔ تیسری یہ کہ قرأت میں فتح و اسکان کا اختلاف واقع ہوا ہے اس باب میں اسی قسم کا بیان مقصود ہے۔

$\frac{3}{389}$ وَفِی مِائَتَیْ یَاءٍ وَعَشْرٍ مُنِیفَةٍ ۔۔۔ وَثِنْتَیْنِ خُلْفُ الْقَوْمِ اَحْکِیهِ مُجْمَلا

اور دو سو یاء میں اور دس یاء میں کہ وہ مزید دو کا اضافہ رکھتی ہیں۔ قوم قراء کا اختلاف ہے۔ جس کو میں مختصراً بیان کرتا ہوں۔،،

یعنی جن یاءات اضافت میں حضرات قراء کا اختلاف ہے وہ کل دو سو بارہ ہیں ان میں اختلاف فتح و اسکان کا ہو گا۔ مُنِیۡفَةٍ، زَائِدَةٍ۔

$\frac{4}{390}$ فَتِسْعُونَ مَعْ هَمْزٍ بِفَتْحٍ وَتِسْعُهَا ۔۔۔ سَمَا فَتْحُهَا اِلَّا مَوَاضِعَ هُمَّلَا

پس نوّے اور نو یاءات ہمزۂ مفتوحہ کے ساتھ ہیں، ان کا فتحہ سَمَا (نافع، مکی، بصری) کے لیے ہے سوائے ان چند مواضع کے، کہ وہ (بلا اختلاف) چھوڑ دی گئی ہیں۔،،

یعنی ان دو سو بارہ یاءات میں سے ننانوے یاءات وہ ہیں جن کے بعد ہمزۂ قطعی مفتوح آیا ہے۔ ان ننانوے یاءات میں نافع، مکی اور بصری نے فتحہ اور باقیین نے سکون پڑھا ہے۔ سوائے ان چند مواضع کے کہ جو اس اصول سے خارج ہیں کہ جن میں پورے سَمَا والے فتحہ نہیں پڑھتے بلکہ کچھ میں کم اور کچھ میں زیادہ

ہیں یاد رہے کہ ایسی یاءات کل ننانوے ہیں سے ۳۵ ہیں انھیں کا بیان آئندہ شعروں میں کریں گے اور باقی ۶۴ یاءات میں سمجھ لینا چاہیئے کہ سُما نے فتحہ اور باقین نے سکون پڑھا ہے۔ مگر تفصیل میں جانے سے پہلے یہ یاد رہے کہ

۳۹۱/۵ فَاَرِنِیْ وَتَفْتِنِّیْ اتَّبِعْنِیْ سُكُوْنُهَا   لِكُلٍّ وَتَرْحَمْنِیْ اَكُنْ وَلَقَدْ جَلَا

پس اَرِنِیْ اور تَفْتِنِّیْ اور اِتَّبِعْنِیْ اور تَرْحَمْنِیْٓ اَكُنْ میں تمام قراء کے لیے سکون ہے اور یہ بالکل واضح ہے۔ یہ چار یاءات وہ ہیں جو مذکورہ ننانوے کی تعداد میں مراد نہیں کیونکہ باتفاق تمام قراء نے ان کو ساکن پڑھا ہے مگر ان کو پہلے اس لیے بتلایا ہے کہ ان کا ننانوے یاءات میں شمار نہ ہو جائے اگر یہ پہلے نہ بتلائی جائیں تو یہ بھی ننانوے میں شامل ہو سکتی ہیں۔ وہ چار یہ ہیں۔ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ (اعراف) وَلَا تَفْتِنِّیْ اَلَا فِی الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا (توبہ) فَاتَّبِعْنِیْٓ اَهْدِكَ (مریم) وَاِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَتَرْحَمْنِیْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ (ہود) گویا حاصل یہ ہوا کہ وہ یاءات اضافت کہ جن کے بعد ہمزہ قطعی مفتوح ہے قرآن میں کل ایک سو تین ہیں ان میں سے چار باتفاق ساکن ہیں، ۶۴ کو سُما والوں نے مفتوح اور باقین نے ساکن پڑھا ہے باقی ۳۵ میں اختلاف کرنے والوں کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ

۳۹۲/۶ ذَرُوْنِیْ وَادْعُوْنِیْٓ اذْكُرُوْنِیْ فَتْحُهَا   دَوَاءٌ وَاَوْزِعْنِیْ مَعًا جَادَ هُطَّلَا

ذَرُوْنِیْ اور اُدْعُوْنِیْ اور اُذْكُرُوْنِیْ میں یاء کا فتحہ دوا (کے مرموز کی) کے لیے ہے اور اَوْزِعْنِیْ میں دونوں جگہ جَادَ هُطَّلَا (کے مرموز ورش اور بزی) کے لیے فتحہ ہے۔

مطلب یہ کہ ذَرُوْنِیْٓ اَقْتُلْ اور اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ جو دونوں سورۂ مومن میں ہیں۔ اور فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ (بقرہ) میں کی نے یاء اضافت کو مفتوح اور باقین نے ساکن پڑھا ہے اور اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نمل و احقاف میں دونوں جگہ بزی اور ورش کے لیے فتحہ، باقین کے لیے سکون ہے۔

جَادَ، وہ برسا۔ هُطَّلَا، ھاطل کی جمع، مسلسل برسنے والا بادل۔

۳۹۳/۷ لِیَبْلُوْنِیْ مَعَهْ سَبِیْلِیْ لِنَافِعٍ   وَعَنْهُ وَلِلْبَصْرِیْ ثَمَانٍ تُنُخِّلَا

لِیَبْلُوْنِیْ، اس کے ساتھ ہی سَبِیْلِیْ میں نافع کے لیے فتحہ ہے۔ اور نافع اور بصری کے لیے آٹھ یاءات میں وہ فتحہ انتخاب کیا گیا ہے۔

یعنی لِیَبْلُوَنِیٓ ءَاَشْکُرُ (نمل) اور هٰذِهٖ سَبِیْلِیٓ اَدْعُوْٓا (یوسف) میں نافع کے لیے فتح اور باقی کے لیے اسکان ہے۔اور نافع وبصری دونوں آٹھ یاءات میں فتح پڑھتے ہیں۔آگے وہ آٹھ مواضع بیان کرتے ہیں۔

٨/٣٩٤ بِیُوْسُفَ اِنِّیٓ الْاُوْلَانِ وَلِیْ بِهَا وَضَیْفِیْ وَیَسِّرْلِیْ وَدُوْنِیْ تَمَثَّلَا

سورۂ یوسف میں پہلے دونوں اِنِّیٓ اور اسی سورہ یوسف میں لِیْ، اور ضَیْفِیْ اور یَسِّرْلِیْ اور دُوْنِیْ میں فتحہ نافع اور بصری کے لیے ظاہر ہوا ہے،،

یعنی سورۂ یوسف میں اِنِّیٓ اَرٰنِیٓ اَعْصِرُ اور اِنِّیٓ اَرٰنِیٓ اَحْمِلُ کے لفظ اِنِّیٓ میں دونوں جگہ یاء کو، اور اسی یوسف میں حَتّٰی یَاْذَنَ لِیٓ اَبِیٓ میں لِیْ کو اور ضَیْفِیٓ اَلَیْسَ (ہود) کی یاء کو اور یَسِّرْلِیٓ اَمْرِیْ (طٰہٰ) میں لِیْ کی یاء کو اور مِنْ دُوْنِیٓ اَوْلِیَآءَ (کہف) میں دُوْنِیْ کی یاء کو نافع اور بصری نے فتحہ پڑھا ہے۔ اور اِنِّیٓ کے ساتھ پہلے دو کی قید اس لیے لگائی کہ اسی سورت میں علاوہ ان کے اور بھی تین جگہ اِنِّیٓ بعد میں آتے ہیں۔ان میں پورے کسا فتحہ پڑھتے ہیں یعنی اِنِّیٓ اَرٰی، سَبْعَ بَقَرٰتٍ، اِنِّیٓ اَنَا اَخُوْکَ، اِنِّیٓ اَعْلَمُ۔

٩/٣٩٥ وَیَاءَانِ فِی اجْعَلْ لِیْ وَاَرْبَعٌ اِذْ حَمَتْ هُدَاهَا وَلٰکِنِّیْ بِهَا اثْنَانِ وُکِّلَا

اور دو یاءات اِجْعَلْ لِیٓ اٰیَةً (آل عمران و مریم) میں ہیں اور چار یاءات اِذْ حَمَتْ هُدَا (کے مرموزین نافع، بصری اور بزی) کے لیے ہیں (جو کہ مفتوح ہیں) اور (ان چار میں سے) لفظ لٰکِنِّیٓ ہے کہ دو یاءات اس لفظ میں (علم والوں کو) سپرد کی گئی ہیں۔،،

یعنی اِجْعَلْ لِّیٓ اٰیَةً پر وہ آٹھ یاءات ختم ہوگئیں، جن کو نافع اور بصری نے فتحہ اور باقی نے ساکن پڑھا ہے آگے فرماتے ہیں کہ چار یاءات ہیں جن کو نافع بصری اور بزی فتح پڑھتے ہیں، ان چار میں دو جگہ لٰکِنِّیٓ ہے۔ لٰکِنِّیٓ اَرٰکُمْ ہود و احقاف ہیں۔

١٠/٣٩٦ وَتَحْتِیْ وَقُلْ فِیْ هُوْدَ اِنِّیٓ اَرٰکُمْ وَقُلْ فَطَرَنْ فِیْ هُوْدَ هَادِیْهِ اَوْصَلَا

اور مِنْ تَحْتِیٓ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (زخرف) اور کہو، سورہ ہود میں اِنِّیٓ اَرٰکُمْ بِخَیْرٍ۔ اور کہو کہ سورہ ہود میں فَطَرَنِیٓ اَفَلَا میں هَادِیْهِ، اَوْصَلَا (کے مرموزین بزی، نافع) کے لیے فتحہ ہے۔،،

یعنی چار یاءات جو نافع، بصری، بزی کے لیے مفتوح ہیں۔ اِنِّیٓ اَرٰکُمْ (ہود) پر ختم ہوئیں۔ آگے بتلایا کہ فَطَرَنِیٓ اَفَلَا (ہود) میں بزی اور نافع نے فتحہ پڑھا ہے۔

۱۱/۳۹۷ وَيَحْزُنُنِىْ حِرْمِيُّهُمْ تَعِدَانِنِىْ ۔۔۔ حَشَرْتَنِىْ اَعْمٰى تَأْمُرُوْنِىْ وَصَّلَا

اور مرموزین حرمی (نافع وکی) نے (چار یاءات) فتحہ کے ساتھ پہونچائی ہیں۔ لَيَحْزُنُنِىْ اَنْ تَذْهَبُوْا (یوسف) اَتَعِدَانِنِىْ اَنْ اُخْرَجَ (احقاف) حَشَرْتَنِىْ اَعْمٰى (طٰہٰ) قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَأْمُرُوْنِىْ اَعْبُدُ (زمر)۔

نوٹ: ۳۵ میں سے ۲۴ یاءات کا بیان یہاں تک ہوا ہے، ان کو بابہ الاخراج کہتے ہیں۔ آگے وہ یاءات بیان ہوں گی جن میں سَمَا کے علاوہ کچھ اور معفرات بھی شامل ہو گئے۔ اور یاءِ اضافت کو فتحہ پڑھتے ہیں۔ ان کو آسانی کے لیے بابہ الادخال کہہ لیجئے۔

۱۲/۳۹۸ اَرٰهْطِىْ سَمَا مَوْلًى وَمَالِىْ سَمَا لِوًى ۔۔۔ لَعَلِّىْ سَمَا كُفْوًا مَعِىْ نَفَرُ الْعُلَا

اَرَهْطِىْ اَعَزُّ (ہود) کو سَمَا مَوْلًى (کے مرموزین نافع، کی، بصری، ابن ذکوان) نے اور يٰقَوْمِ مَالِىْ اَدْعُوْكُمْ (مومن) کو سَمَا لِوًى (کے مرموزین نافع، کی، بصری، ہشام) نے لَعَلِّىْ (جہاں بھی ہمزہ مفتوحہ سے قبل واقع ہو) کو سَمَا كُفْوًا (کے مرموزین نافع، کی، بصری، شامی) نے اور مَعِىَ اَبَدًا (توبہ) مَعِىَ اَوْ رَحِمَنَا (ملک) نفرُ العلا (کے مرموزین کی، بصری، شامی، نافع) نے فتحہ پڑھا ہے۔،،

شعر کا مطلب واضح ہے، اس قدر ضرور یاد رہے کہ آخری لفظ مَعِىَ کی رموز ابھی ختم نہیں ہوئیں آئندہ شعر میں عِمَادٌ میں حفص کی رمز بھی آ رہی ہے۔

نوٹ: لَعَلِّىْ چھ جگہ ہے۔ لَعَلِّىْ اَرْجِعُ (یوسف) لَعَلِّىْ اٰتِيْكُمْ (طٰہٰ وقصص) لَعَلِّىْ اَعْمَلُ صَالِحًا (مومنون) لَعَلِّىْ اَطَّلِعُ (قصص) لَعَلِّىْ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ (مومن)۔ مَوْلًى بمعنی ناصر۔ لِوًى، عَلَم مراد شہرت۔ كُفْوًا، مماثل ترکیب میں یہ تینوں تمیز ہیں۔ نَفَرُ الْعُلَاءِ، جماعتِ عالیہ۔

۱۳/۳۹۹ عِمَادٌ وَتَحْتَ النَّمْلِ عِنْدِىَ حُسْنُهُ ۔۔۔ اِلٰى دُرِّهٖ بِالْخُلْفِ وَافَقَ مُوْهَلَا

اور سورۂ نمل سے نیچے (قصص میں) عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِىْ اَوَلَمْ يَعْلَمْ میں حُسْنُهٗ اِلٰى (کے مرموزین بصری، نافع) کے لیے (بلا خلف) فتحہ ہے۔ اور دُرِّهٖ (کی) نے خلف کے ساتھ موافقت کی ہے۔،،

نوٹ: اس خلف کا مطلب یہ ہے کہ بزی کے لیے فتحہ اور قنبل کے لیے اسکان ہے۔ (نشر) یہاں ان یاءاتِ اضافت کا بیان ختم ہوا۔ جن کے بعد ہمزۂ مفتوحہ آتا ہے۔

۱۴/۴۰۰ وَثِنْتَانِ مَعْ خَمْسِيْنَ مَعْ كَسْرِ هَمْزَةٍ بِفَتْحِ أُولِي حُكْمٍ سِوٰى مَا تَعَزَّلَا

اور دو مع پچاس (کل باون۵۲ یاءاتِ اضافت) ہمزۂ مکسورہ کے ساتھ اُولِی حُکْمٍ کے مرموزین (نافع، بصری) کے یہاں فتحہ کے ساتھ ہیں، سوائے ان کے جو اس حکم سے جدا واقع ہوئی ہیں۔،،

یعنی دو سو بارہ یاءاتِ اضافت میں سے باون۵۲ کے بعد ہمزہ قطعیہ مکسورہ آیا ہے۔ ان یاءات میں اصول یہ ہے کہ نافع بصری فتحہ پڑھتے ہیں اور باقی حضرات ساکن۔ مگر کچھ مواقع ہیں جن میں ایسا نہیں آگے تفصیل ہے۔

۱۵/۴۰۱ بَنَاتِي وَأَنْصَارِي عِبَادِي وَلَعْنَتِي وَمَا بَعْدَهُ إِنْ شَآءَ بِالْفَتْحِ أُهْمِلَا

بَنَاتِي إِنْ كُنْتُمْ (حجر) أَنْصَارِي إِلَى اللهِ (آل عمران، صف) بِعِبَادِي إِنَّكُمْ (شعرا) لَعْنَتِي إِلَى (ص) اور وہ یاء کہ اس کے بعد إِنْ شَاءَ ہے فتح کے ساتھ ہیں۔ أُهْمِلَا کے (مرموز نافع کے) لیے۔،،

یعنی سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللهُ جو کہف، قصص اور صافات میں ہے۔ یہ کل آٹھ یاءات ہوئیں۔

۱۶/۴۰۲ وَفِي إِخْوَتِي وَرْشٌ يَدِي عَنْ أُولِي حِمًى وَفِي رُسُلِي أَصْلٌ كَسَا وَافِي الْمَلَا

اور (صرف) ورش نے فتحہ پڑھا ہے، إِخْوَتِي إِنَّ (یوسف) میں۔ اور يَدِيَ إِلَيْكَ (مائدہ) میں عَنْ أُولِي حِمًى (حفص، نافع، بصری) نے اور رُسُلِي إِنَّ اللهَ (مجادلہ) میں أَصْلُ كَسَا (نافع، شامی) نے فتحہ پڑھا ہے۔ (اس فتحہ نے وسیع چادر پہنی ہے۔ یعنی متواتر ومشہور قراءت ہے۔)

۱۷/۴۰۳ وَأُمِّي وَأَجْرِي سُكِّنَا دِيْنُ صُحْبَةٍ دُعَائِي وَآبَائِي لِكُوفٍ تَجَمَّلَا

اور أُمِّي اور أَجْرِي دونوں ساکن الیاء پڑھے گئے ہیں دین صحبہ (مکی، حمزہ، کسائی، شعبہ) کے لیے۔ اور دُعَائِي اور آبَائِي میں کوفیین کے لیے سکون جمیل ہوا ہے۔،،

أُمِّيَ إِلٰهَيْنِ مائدہ میں ہے اور أَجْرِيَ إِلَّا یونس میں ایک جگہ، ہود میں دو جگہ، شعراء میں پانچ جگہ اور سبا میں ایک جگہ، کل نو جگہ ہے اور دُعَائِي إِلَّا نوح میں اور مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ یوسف میں ہے جو کہ کوفیین کے لیے ساکن اور باقی کے لیے مفتوح ہے۔

۱۸/۴۰۴ وَحُزْنِي وَتَوْفِيقِي ظِلَالٌ وَكُلُّهُمْ يُصَدِّقُنِي انْظِرْنِي وَأَخَّرْتَنِي إِلٰى

اور حُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ (یوسف) اور وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ (ہود) میں ظِلًّال (کوفیین، مکی) کے لیے اسکان ہے
اور تمام قراء نے يُصَدِّقُنِيْٓ اِنِّيْٓ (قصص) اور اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى (اعراف، حجر، ص) اور اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰى (منافقین) کو
ساکن الیاء پڑھا ہے۔"

یاد رہے کہ آخر میں جو تین الفاظ بتلائے ہیں یہ اور آئندہ شعر میں آنے والے تین متفق علیہ بالاسکان ہیں۔
اور چونکہ مختلف فیہ نہیں تو ان کو لانا بھی نہیں چاہیئے تھا۔ مگر اس لیے لائے ہیں تاکہ یہ مختلف فیہ کے ساتھ غلط نہ
ہو جائیں بیان سے متمیز ہو گئے یعنی یہ ان باون ۵۲ میں داخل نہیں۔

۱۹/۴۰۵ وَذُرِّيَّتِيْ يَدْعُوْنَنِيْ وَخِطَابُهٗ   وَعَشْرٌ يَلِيْهَا الْهَمْزُ بِالضَّمِّ مُشْكِلَا

اور ذُرِّيَّتِيْٓ اِنِّيْ (احقاف) يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ (یوسف) اور اس کا صیغہ مخاطب یعنی تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلٰى اور
تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ (دونوں مومن میں)۔ (یعنی ان سب یاءات کو تمام قراء نے ساکن پڑھا ہے۔)"

یہاں تک یاء اضافت قبل الہمزہ المکسورۃ کا بیان ختم ہو گیا۔ آگے ان یاءات کو بیان کرتے ہیں جو ہمزۂ مضمومہ
سے قبل واقع ہیں۔ قولہ وَعَشْرٌ، الی آخرہ یعنی اور دس یاءات اضافت ہیں کہ جن کے ساتھ متصل ہو کر وہ ہمزہ
آتا ہے جو ضمہ کی حرکت دیا ہوا ہو۔ یاد رہے کہ یہ مختلف فیہ یاءات کی تعداد ہے۔

۲۰/۴۰۶ فَعَنْ نَافِعٍ فَافْتَحْ وَاَسْكِنْ لِكُلِّهِمْ   بِعَهْدِيْ وَاٰتُوْنِيْ لِتَفْتَحَ مُقْفَلَا

پس تو ایسی یاءات کو نافع کے لیے مفتوح پڑھ (اور باقی کے لیے ساکن) اور ساکن ہی پڑھ تمام قراء کے
لیے بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ (بقرہ) اور اٰتُوْنِيْٓ اُفْرِغْ (کہف) کو، تاکہ تو بند دروازے کو کھولنے میں کامیاب ہو جائے۔"

یعنی آخری دو یاءات باتفاق ساکن پڑھی گئی ہیں اور ان کے علاوہ جو بھی یاء اضافت قبل ہمزۂ مضمومہ ہو
وہ نافع کے لیے مفتوح اور باقی کے لیے ساکن پڑھی جاتی ہے۔ اور وہ کل دس ہیں ـــ اِنِّيْٓ اُعِيْذُهَا (آل عمران)
اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ۔ اِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا (دونوں مائدہ میں) اِنِّيْٓ اُمِرْتُ (انعام و زمر) قَالَ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ
بِهٖ (اعراف) اِنِّيْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ (ہود) اِنِّيْٓ اُوْفِ الْكَيْلَ (یوسف) اِنِّيْٓ اُلْقِيَ اِلَيَّ (نمل) اِنِّيْٓ اُرِيْدُ (قصص)۔

۲۱/۴۰۷ وَفِي اللَّامِ لِلتَّعْرِيْفِ اَرْبَعَ عَشْرَةً   فَاِسْكَانُهَا فَاشٍ وَعَهْدِيْ فِيْ عُلَا

اور لام تعریف میں چودہ ۱۴ یاءات ہیں فاشی (کے مرموز حمزہ) کے لیے ان سب میں اسکان ہے۔ اور
عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ (بقرہ) میں فِيْ عُلَا (حمزہ اور حفص) کے لیے اسکان اور باقی کے لیے فتحہ ہے۔"

یعنی ایسی یاءات جن کے بعد ہمزہ وصل مع لام التعریف آیا ہے کل قرآن میں چودہ ہیں۔ رہا یہ سوال کہ کس نے ان پر فتح اور کس نے سکون پڑھا ہے؟ تو فرمایا کہ امام حمزہ کے لیے ان سب میں اسکان ہے۔
اور باقی کی تفصیل یہ ہے کہ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ میں حمزہ کے علاوہ حفص نے بھی سکون پڑھا ہے اور اجتماع ساکنین کی وجہ سے یہ یاء حذف ہوئی ہے۔ اور باقی نے فتحہ پڑھا ہے۔

۲۲/۴۰۸ وَقُلْ لِّعِبَادِيْ كَانَ شَرْعًا وَفِي النِّدَا   حِمًى شَاعَ اٰيَاتِيْ كَمَا فَاحَ مَنْزِلَا

ک ش ح ش ک ف

اور قُلْ لِّعِبَادِيْ (ابراہیم) کی یاء كَانَ شَرْعًا (شامی، حمزہ، کسائی) کے لیے ساکن ہے اور لفظ عِبَادِيْ نداء میں حِمًى شَاعَ (بصری، حمزہ، کسائی) کے لیے ساکن ہے اور اٰيَاتِيَ الَّذِيْنَ (اعراف) میں اسکان كَمَا فَاحَ (شامی و حمزہ) کے لیے ہے، باقی نے سب میں فتحہ پڑھا ہے۔

نوٹ: لفظ عِبَادِيْ نداء کے ساتھ دو جگہ ہے يٰعِبَادِيَ اِنَّ اَرْضِيْ (عنکبوت) يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا (زمر)

۲۳/۴۰۹ فَخَمْسُ عِبَادِيْ اعْدُدْ وَعَهْدِيْ اَرَادَنِيْ   وَرَبِّيَ الَّذِيْ اٰتَانِ اٰيَاتِيَ الْحُلَا

پس تو پانچ عِبَادِيْ شمار کر، اور عَهْدِيْ، اَرَادَنِيْ اور رَبِّيَ الَّذِيْ۔ اور اٰتَانِيْ اور اٰيَاتِيْ جو خوبصورت ہیں۔

۲۴/۴۱۰ وَاَهْلَكَنِيْ مِنْهَا وَفِيْ صَادَ مَسَّنِيْ   مَعَ الْاَنْبِيَا رَبِّيْ فِي الْاَعْرَافِ كَمَّلَا

اور انھیں میں سے اَهْلَكَنِيْ اور سورۃ صاد میں مَسَّنِيْ جو کہ انبیاء میں بھی ہے اور اعراف میں رَبِّيَ ہے، یہاں تک ناظم نے کلام مکمل کر لیا ہے۔

اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ لام تعریف کے ساتھ مختلف فیہ یاءات اضافت کل چودہ ہیں اور یہ امام حمزہ کے لیے ساکن ہیں البتہ ان میں سے پانچ میں حمزہ کے علاوہ کچھ اور حضرات بھی اسکان پڑھتے ہیں۔ پہلی عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ (بقرہ) جس کو امام حمزہ اور حفص نے ساکن اور باقی نے فتحہ پڑھا ہے۔ دوسری قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ۔ (ابراہیم) ہے جس کو حمزہ کے علاوہ شامی اور کسائی نے بھی ساکن پڑھا ہے۔ تیسری يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ (عنکبوت)۔ چوتھی يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا (زمر) ان دونوں کو حمزہ کے علاوہ بصری اور کسائی نے بھی ساکن پڑھا ہے پانچویں اٰيَاتِيَ الَّذِيْنَ (اعراف) جس کو حمزہ اور شامی دونوں نے ساکن پڑھا ہے ــــ یہاں تک پانچ یاءات میں امام حمزہ ساکن پڑھنے میں اکیلے نہیں ہیں۔ باقی نو میں اسکان یا صرف حمزہ کے لیے ہے باقی کے لیے فتحہ ہے۔ اشعار بالا میں پانچ یاءات کا ذکر آ جانے کے بعد صرف نو بیان کرنی تھیں لیکن دو شعروں

ہیں سہولت ضبط کے لیے علامہ شاطبی کل چودہ شمار کراتے ہیں اس وجہ سے مذکورہ پانچ یاءات کو مکرر دوبارہ بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں چودہ کی تفصیل یہ ہے کہ پانچ لفظ عِبَادِیَ شمار کرو جن میں سے تین اوپر آچکے ہیں باقی دو یہ ہیں۔ عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ (انبیاء) عِبَادِیَ الشَّكُوْرُ (سبا) چھٹا لفظ عَهْدِيَ (بقرہ) ساتواں اٰیٰتِیَ (اعراف) یہ دونوں مع اختلاف قراءت کے اوپر بیان ہوچکے ہیں آٹھواں اِنْ اَرَادَنِیَ اللّٰهُ بِضُرٍّ (زمر) نواں رَبِّیَ الَّذِیْ (بقرہ) دسواں اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ (مریم) گیارھواں اِنْ اَهْلَكَنِیَ اللّٰهُ (ملک) بارھواں مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ (صٓ) تیرھواں مَسَّنِیَ الضُّرُّ (انبیاء) چودھواں حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ (اعراف)

لوٹ: (۱) واضح رہے کہ لام تعریف کے ساتھ یاء اضافت تمام قرآن میں بتیس ۳۲ جگہ ہے چودہ کی تفصیل آگئی ہے باقی اٹھارہ میں باتفاق فتحہ ہے مثلاً حَسْبِیَ اللّٰهُ، شُرَكَآءِیَ الَّذِیْنَ وغیرہ۔ علامہ شاطبی نے اس مقام پر کل چودہ یاءات یکجا اس لیے شمار کرائی ہیں تاکہ ان کا تعین ہو جائے، اور غیر مختلف فیہ سے امتیاز ہو جائے۔ (۲) لفظ مَسَّنِیَ کو سورتِ صاد اور انبیاء کے ساتھ مقید کیا، تاکہ احتراز ہو جائے۔ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ (اعراف) سے اور مَسَّنِیَ الْكِبَرُ (حجر) سے کہ وہ باتفاق مفتوح ہے۔ (۳) یہ یاء اسکان والی قراءت میں بحالتِ وصل اجتماع ساکنین کی وجہ سے حذف ہوگی۔

۲۵/۴۱۱ وَسَبْعٌ بِهَمْزِ الْوَصْلِ فَرْدًا وَفَتْحُهُمْ ۔۔۔ اَخِیْ مَعَ اِنِّیْ حَقُّهُ لَیْتَنِیْ حَلَا

اور سات یاءات اضافت وہ ہیں جو ہمزۂ وصل مجرد عن اللام کے ساتھ ہیں اَخِیْ اور اِنِّیْ میں حق (مکی، بصری) نے فتحہ پڑھا ہے اور لَیْتَنِیْ میں حلا (بصری) کے لیے فتحہ ہے۔

۲۶/۴۱۲ وَنَفْسِیْ سَمَا ذِكْرِیْ سَمَا قَوْمِی الرِّضَا ۔۔۔ حَمِیْدُ هُدًی بَعْدِیْ سَمَا صَفْوُهٗ وَلَا

اور نَفْسِیْ میں سَمَا نے اور ذِكْرِیْ میں بھی سَمَا نے اور قَوْمِیْ میں اَلرِّضَا حَمِیْدُ هُدًی (نافع، بصری، بزی) نے اور بَعْدِیْ میں سَمَا صَفْوُہ (نافع، مکی، بصری، شعبہ) نے فتحہ پڑھا،،

اور غیر مذکورین نے ساکن پڑھا ہے۔ صَفْوُهٗ وَلَا پاکیزگی فتحہ کی نصرت کے اعتبار سے۔ ان دونوں شعروں کا مطلب یہ ہے کہ سات یاءاتِ اضافت بغیر لام تعریف والے ہمزۂ وصل کے ساتھ آئی ہیں۔ لفظ فَرْدًا سے یہی مراد ہے ان میں سے مکی بصری نے دو یاءات کو فتحہ پڑھا ہے اَخِی اشْدُدْ (طٰہٰ) اِنِّی اصْطَفَیْتُكَ (اعراف) اور یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ (فرقان) میں بصری نے فتحہ پڑھا ہے، اور لِنَفْسِی اذْهَبْ اور وَلَا تَنِیَا فِیْ ذِكْرِی اذْهَبْ (دونوں طٰہٰ میں) میں نافع، مکی بصری نے فتحہ پڑھا ہے۔ اور اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا (فرقان) میں نافع بصری، بزی

نے فتحہ پڑھا ہے اور مِنْ بَعْدِيَ اسْمُهٗ (صف) میں نافع، مکی، البصری اور شعبہ نے فتحہ پڑھا ہے، اور باقی اِن ساتوں میں یاء کا سکون پڑھتے ہیں۔

۲۷/۴۱۳ وَمَعْ غَيْرِ هَمْزٍ فِي ثَلَاثِيْنَ خُلْفُهُمْ ۔۔۔ وَمَحْيَايَ جِيْ بِالْخُلْفِ وَالْفَتْحُ خُوِّلَا

یعنی وہ یاءات کہ جن کے بعد ہمزہ نہیں بلکہ اور کوئی حرف واقع ہے اور قراء کے یہاں وہ فتحہ اسکان میں مختلف فیہ ہیں کل تیس ۳۰ ہیں۔ ان کی تفصیل شروع ہوتی ہے۔ مَحْيَايَ (انعام) میں نافع کے علاوہ چھ قاریوں نے فتحہ پڑھا ہے اور قالون کے لیے اسکان ہے اور ورش کے لیے خلف ہے۔ قالون کے لیے اسکان عدم ذکر سے نکلتا ہے۔ قالون اور ورش کے لیے اسکان پڑھا جائے تو الف میں طول ہوگا کیونکہ مد لازم کلمی مخفف ہے جیسے ءَآلْئٰنَ میں

ترجمہ: اور ہمزہ کے علاوہ کسی اور حرف کے ساتھ تیس یاءات میں قراء کا اختلاف ہے۔ اور وَمَحْيَايَ میں جیؔ (ورش) کے لیے خلف ہے اور فتحہ خُوِّلَا (ماعدا نافع چھ قاریوں) کے لیے ہے۔"

۲۸/۴۱۴ وَعَمَّ عُلًا وَجْهِيْ وَبَيْتِيْ بِنُوْحٍ عَنْ ۔۔۔ لِوًا وَسِوَاهُ عُدَّ اَصْلًا لِيُحْفَلَا

لفظی ترجمہ: بلندی کے اعتبار سے وَجْهِيَ اور بَيْتِيَ سورت نوح میں ایک مشہور طریقہ سے عام ہوا ہے اور اس سورت کے علاوہ میں لفظ بَيْتِيَ کو اصل شمار کیا گیا تاکہ اس کی جمع و حفاظت کی جا سکے۔"

یعنی نافع، شامی حفص نے وَجْهِيَ لِلّٰهِ (آل عمران) اور اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ (انعام) میں یاء کا فتحہ پڑھا ہے اور باقی نے سکون پڑھا ہے۔ اور حفص و ہشام نے وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ (نوح) میں فتحہ پڑھا ہے۔ اور باقین نے سکون۔ اور حفص، نافع، ہشام نے بَيْتِيَ لِلطَّائِفِيْنَ (بقرہ، حج) میں فتحہ پڑھا ہے اور باقین نے سکون۔

۲۹/۴۱۵ وَمَعْ شُرَكَائِيْ مِنْ وَّرَائِيْ دَوَّنُوْا ۔۔۔ وَلِيْ دِيْنِ عَنْ هَادٍ بِخُلْفٍ لَهُ الْحُلَا

اور شُرَكَائِيَ سمیت مِنْ وَّرَائِيَ کو مشائخ نے مدوّن کیا ہے اور وَلِيَ دِيْنِ میں عَنْ لَهُ الْحُلَا کے لیے بلا خلف اور هَادٍ کے لیے خلف کے ساتھ فتحہ ہے۔"

یعنی اَيْنَ شُرَكَائِيَ قَالُوْا (فصلت) میں اور مِنْ وَّرَائِيَ وَكَانَتْ (مریم) میں مکی نے فتحہ، اور باقین نے سکون پڑھا ہے۔ اور وَلِيَ دِيْنِ (کافرون) میں حفص، ہشام اور نافع نے بلا خلف اور بزی نے بالخلف فتحہ پڑھا ہے اور باقین نے سکون پڑھا ہے، اور بزی کی دوسری وجہ بھی یہی ہے۔

۳۰/۴۱۶ مَمَاتِيْ اَتِيْ اَرْضِيْ صِرَاطِيْ ابْنُ عَامِرٍ وَفِي النَّمْلِ مَالِيْ دُمْ لِمَنْ رَاقَ نُوْفَلَاه

مَمَاتِيْ میں اَتِيْ کے لیے اور اَرْضِيْ اور صِرَاطِيْ میں ابن عامر نے فتحہ پڑھا ہے اور سورۂ نمل میں مَالِيْ میں دُمْ، لِمَنْ، رَاقَ اور نُوْفَلَ کے لیے فتحہ ہے۔''

یعنی نافع نے مَمَاتِيْ لِلّٰهِ (انعام) میں فتحہ اور باقین نے اسکان پڑھا ہے اور اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ (عنکبوت) اور صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا (انعام) میں شامی نے فتحہ اور باقی نے سکون پڑھا ہے اور مَالِيَ لَا اَرَى الْهُدْهُدَ (نمل) میں مکی، ہشام، کسائی اور عاصم نے فتحہ اور باقی نے سکون پڑھا ہے۔

قولہ: دُمْ لِمَنْ رَاقَ نُوْفَلَا یعنی تو ہمیشہ ہر اس کے لیے جو عمدہ آدمی ہو کثیر العطا۔

۳۱/۴۱۷ وَلِيْ نَعْجَةٌ مَا كَانَ لِيْ اثْنَيْنِ مَعْ مَعِيْ ثَمَانٍ عُلًا وَالظُّلَّةُ الثَّانِ عَنْ جِلَا

اور وَلِيْ نَعْجَةٌ، اور مَا كَانَ لِيْ میں دونوں جگہ ساتھ ہی مَعِيَ آٹھ جگہ عُلًا کے لیے فتح ہے اور سورت ظُلَّہ (شعراء) میں دوسرا مَعِيَ، عَنْ، جِلَا کے لیے مفتوح ہے

یعنی وَلِيَ نَعْجَةٌ (صٓ) میں اور مَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ (ابراہیم) اور مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ (صٓ) میں اور آٹھ جگہ لفظ مَعِيَ میں حفص نے فتحہ اور باقی نے اسکان پڑھا ہے۔ یہ آٹھ جگہ یہ ہیں (۱) مَعِيَ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ (اعراف) اور مَعِيَ عَدُوًّا (توبہ) مَعِيَ صَبْرًا (کہف میں تین جگہ) ذِكْرُ مَنْ مَعِيَ (انبیاء) اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ (شعراء) مَعِيَ رِدْاً (قصص) اور وَمَنْ مَعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (ظلّہ یعنی شعراء میں) حفص اور ورش دونوں نے فتحہ اور باقین نے اسکان پڑھا ہے۔ گویا مَعِيَ مفتوح الیاء حفص کے لیے نو ہوئے کیونکہ شعراء میں پہلا مَعِيَ اوپر آچکا ہے ــــ جِلَا بمعنی وضاحت۔

۳۲/۴۱۸ وَمَعْ تُؤْمِنُوْا لِيْ يُؤْمِنُوْا بِيْ جَاوَيَا عِبَادِيْ صِفْ وَالْحَذْفُ عَنْ شَاكِرٍ دَلَاه

اور تُؤْمِنُوْا لِيْ کے ساتھ يُؤْمِنُوْا بِيْ میں مرموز جا (ورش) کے لیے فتحہ ہے۔ اور يَا عِبَادِيْ مرموز صِفْ (شعبہ) کے لیے فتحہ بیان کر۔ اور اس یاء کا حذف عَنْ شَاكِرٍ دَلَا (حفص، حمزہ، کسائی اور مکی) کے لیے ہے

یعنی ورش نے وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ فَاعْتَزِلُوْنِ (دخان) میں اور وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ (البقرہ) میں یاء اضافت کو فتحہ پڑھا ہے اور شعبہ نے يَا عِبَادِيَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ (زخرف) کی یاء کو فتحہ پڑھا ہے۔ اور حفص، حمزہ، کسائی اور مکی نے اس یاء کو وصلاً و وقفاً حذف کیا ہے اور باقین نافع، بصری، شامی نے وصلاً وقفاً ساکن پڑھا ہے۔

۳۳ / ۴۱۹ وَفَتْحُ وَلِيَ فِيهَا لِوَرْشٍ وَحَفْصِهِمْ ... وَمَالِيَ فِي يٰسٓ سَكِّنْ فَتَكْمُلَا

ف

اور وَلِيَ فِيهَا میں ورش وحفص کے لیے فتحہ ہے۔ اور سورۂ یاسین میں وَمَالِيَ کی یاء کو مرموز فَتَكْمُلَا (حمزہ) کے لیے ساکن پڑھ۔

یعنی وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرَىٰ میں ورش وحفص نے فتحہ اور باقی نے اسکان پڑھا ہے اور سورۂ یٰسین میں وَمَالِيَ لَا أَعْبُدُ کی یاء کو حمزہ کے لیے ساکن اور باقی کے لیے مفتوح پڑھو۔

بَابُ يَاءَاتِ الزَّوَائِد

۱ / ۴۲۰ وَدُونَكَ يَاءَاتٍ تُسَمَّىٰ زَوَائِدًا ... لِأَنْ كُنَّ عَنْ خَطِّ الْمَصَاحِفِ مَعْزِلَا

اور یاد کر تو ان یاءات کو جن کو زوائد کا نام دیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ وہ مصاحف کے رسم الخط سے باہر ہوتی ہیں۔

یعنی یہ یاءات زوائد کہلاتی ہیں کیونکہ رسم مصاحف سے خارج ہوتی ہیں یعنی لکھی ہوئی نہیں ہوتیں۔ یاد رہے کہ یاءاتِ زوائد اور یاءات اضافت میں چار طرح فرق کیا جاتا ہے اوّل یہ کہ یاءاتِ زوائد اسماء میں ہوتی ہیں جیسے اَلدَّاعِ، اَلْجَوَارِ اور افعال میں ہوتی ہیں جیسے يَأْتِ، يَسْرِ لیکن حروف میں نہیں ہوتیں۔ بخلاف یاءاتِ اضافت کے کہ وہ اسماء افعال اور حروف تینوں میں ہوتے ہیں جیسا کہ پہلے بیان گذرا ہے دوسرے یہ کہ زوائد، رسم میں محذوف ہوتی ہیں، بخلاف یاءاتِ اضافت کے کہ وہ ثابت فی الرسم ہوتی ہیں۔ تیسرے یہ کہ یاءاتِ زوائد میں قراء کا اختلاف حذف واثبات میں دائر ہوتا ہے بخلاف یاءاتِ اضافت کے، کہ ان میں قراء کا اختلاف فتحہ اور اسکان میں دائر ہوتا ہے۔ چوتھے یہ کہ یاءاتِ زوائد اصلیہ بھی ہوتی ہیں اور زائدہ بھی۔ اصلیہ کی مثال اَلدَّاعِ، اَلْمُنَادِ، يَوْمَ يَأْتِ، إِذَا يَسْرِ۔ اور زائدہ جیسے وَعِيدِ، نُذُرِ۔ اور تمام یاءات کا نام زوائد رسم الخط میں مرسوم نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ بخلاف یاءاتِ اضافت کے، کہ وہ زائدہ ہی ہوتی ہیں۔ قولہ: دُونَكَ، اسم فعل ہے بمعنی خُذْ وَاحْفَظْ۔

۲ / ۴۲۱ وَتَثْبُتُ فِي الْحَالَيْنِ دُرًّا لَوَامِعًا ... بِخُلْفٍ وَأُولَى النَّمْلِ حَمْزَةُ كَمَّلَا

د ل

اور یاءاتِ زوائد دُر (مکی) کے لیے حالین میں اور لوامع (ہشام) کے لیے بالخلف حالین میں ثابت رہتی ہیں اور حمزہ نے سورۂ نمل کی پہلی یاء زائدہ کو کامل طور پر (وصلاً وقفاً) ثابت رکھا ہے۔

۳/۴۲۲ وَفِي الْوَصْلِ حَمَّادٌ شَكُورٌ اِمَامُهُ ۔ وَجُمْلَتُهَا سِتُّوْنَ وَاثْنَانِ فَاعْقِلَا

اور یاءاتِ زوائد کو ثابت رکھا ہے صرف وصل میں حَمَّادٌ، شَكُورٌ، اِمَامُهُ (بصری، حمزہ، کسائی اور نافع) نے۔ اور یہ تمام یاءاتِ زوائد باسٹھ۶۲ ہیں، پس سمجھ لو۔"

یعنی اس باب میں جو یاءاتِ زوائد بیان ہوں گی تو جو ابن کثیر کے لیے ہوں گی سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ ان کو وصل وقف دونوں حالوں میں ثابت رکھیں گے اور جو ہشام کے لیے ذکر کی جائے گی اس میں ہشام کے لیے حالین میں خلف ہوگا یعنی وصل میں بھی اثبات و حذف دو وجہ ہوں گی۔ اور وقف میں بھی اثبات و حذف دو وجہ ہوں گی۔ اور جو یاءات بصری، حمزہ، کسائی اور نافع کے لیے ہوں گی تو سمجھنا چاہیے کہ وہ صرف وصل میں ثابت رکھتے ہیں اور وقف میں حذف کرتے ہیں۔ یہ ہے عام قاعدہ ان قراء کے لیے جو ان یاءات کو پڑھتے ہیں۔ لیکن امام حمزہ نے اپنے اس اصول سے ایک یاء زائدہ میں اختلاف کیا ہے یعنی سورۂ نمل میں اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ میں یاء زائدہ کو وصل و وقف دونوں حالتوں میں ثابت رکھا ہے۔ اور پہلی یاء کہنے سے دوسری یاء سے احتراز ہوگیا جو اسی سورت میں ہے یعنی فَمَآ اٰتٰنِ اللّٰهُ خَيْرٌ۔ جس کی تفصیل عنقریب آرہی ہے گویا ناظم نے پہلے شعر ۴۲۲ میں ان قراء کی نشان دہی کی ہے جو ان یاءات کو حالین میں ثابت رکھتے ہیں، اور دوسرے شعر میں وہ حضرات بیان ہوئے ہیں جو صرف وصل میں ثابت رکھتے ہیں اسی لیے حمزہ کو دونوں شعروں میں بیان کیا۔

نوٹ: جو یاءاتِ زوائد مرسوم ہوں، ان کے اثبات میں کوئی اختلاف نہیں ہوگا۔ جو محذوف الرسم ہوں وہ اکثر حالات میں تو بلا اختلاف محذوف ہی ہوتی ہیں البتہ جن کے اثبات و حذف میں اختلاف ہوا ہے وہ اس باب میں ذکر کی جائیں گی۔ اور یہ کل باسٹھ ہیں۔

۴/۴۲۳ فَيَسْرِي اِلَى الدَّاعِ الْجَوَارِ الْمُنَادِيهْ ۔ دِيَنْ يُؤْتِيَنْ مَعْ اَنْ تُعَلِّمَنِيْ وِلَا

وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ (فجر) مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ (قمر) وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ (شوریٰ) وَيَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ (قٓ) عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ (کہف) فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا (کہف) عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ (کہف)

قولہ: وِلَا یعنی یہ سب اتباع نقل میں یاءاتِ زوائد ہیں۔ مُوَالَاةٌ اور وِلَاءٌ اتباع کرنا۔

۵/۴۲۴ وَاَخَّرْتَنِي الْاِسْرَا وَتَتَّبِعَنْ سَمَا ۔ وَفِي الْكَهْفِ نَبْغِي يَأْتِ فِي هُودَ رُفِّلَا

اور لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (اسراء) اَلَّا تَتَّبِعَنِ (طٰہٰ) مرموز سَمَا کے لیے یاءاتِ زائدہ ہیں اور

کہف میں ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ اور يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ سورت ہود میں زُفَا سَمَا رِ کسائی، نافع، مکی، بصری کے لیے ہیں"

یعنی فَيَسْرِيْ سے تَتَّبِعَنِ تک نو یاءات زوائد کو (سَمَا) نافع، مکی، بصری کے لیے پڑھو، اور ان کا اصول یاد رکھو کہ نافع، بصری کے لیے صرف بحالت وصل اور مکی کے لیے دونوں حالتوں میں اثبات یاء ہے۔ اس کے بعد دو یاءات نَبْغِ اور يَأْتِ کے متعلق بتلایا کہ ان کو کسائی اور نافع، مکی، بصری چار قاریوں نے پڑھا ہے۔ اپنے اپنے اصولوں کے مطابق۔

نوٹ: یاد رہے کہ اس شعر میں رمز زُفَلَا ہے اور سَمَا اگلے شعر کے شروع میں ہے۔ زُفَلَا عظمت دی گئی۔

۴۲۵ سَمَا وَدُعَاءِيْ فِيْ جَنَا حُلْوِ هَدْيِهٖ وَفِي اتَّبِعُوْنِيْ اَهْدِكُمْ حَقُّهٗ بَلَا

سما ف ج ح ہ حق ب

"اور رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ (ابراہیم) فِيْ جَنَا حُلْوِ هَدْيِهٖ کے لیے ہے، اور اِتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ میں حَقُّهٗ بَلَا کے لیے ہے۔"

یعنی حمزہ، ورش، بصری اور بزی نے رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ کی یاء کو اپنے اصولوں کے مطابق پڑھا ہے۔ اور اِتَّبِعُوْنِ (غافر) میں مکی، بصری اور قالون نے یاء زائدہ پڑھی ہے۔

لغات: جَنَا، پھل۔ حُلْوِ، میٹھا۔ هَدْي، راہنمائی۔ حَقُّهٗ بَلَا، اس کے حق نے آزمایا۔

نوٹ: اس شعر میں دُعَاءِ سے سورۃ ابراہیم والا لفظ مراد ہے اور سورۃ نوح والا دُعَاءِيْ یاءات اضافت قبل الکسر میں آچکا ہے یہ لفظ ایک ہی ہے مگر دو بابوں میں اس لیے تقسیم ہوا کہ نوح والے لفظ میں یاء مرسوم ہے اس لیے وہ پہلے باب میں آیا اور ابراہیم والے لفظ میں یاء مرسوم نہیں اس لیے وہ باب زوائد میں آیا ہے۔

۴۲۶ وَاِنْ تَرَنِيْ عَنْهُمْ تُمِدُّوْنَنِيْ سَمَا فَرِيْقًا وَيَدْعُ الدَّاعِ هَاكَ جَنَا حَلَا

سما ف ہ ج ح

"اور اِنْ تَرَنِ بھی انھیں حَقُّهٗ بَلَا سے مروی ہے اور تُمِدُّوْنَنِ میں یاء زائدہ سَمَا فَرِيْقًا نے پڑھی اور يَدْعُ الدَّاعِ میں هَاكَ جَنَا حَلَا نے پڑھی ہے۔"

یعنی وَاِنْ تَرَنِ اَنَا (کہف) میں وہی اختلاف ہے جو اِتَّبِعُوْنِ میں آچکا ہے اور اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ (نمل) میں نافع اور بصری وصل میں اور مکی و حمزہ حالَیْن میں اثبات یاء کرتے ہیں۔ یہ وہ لفظ ہے جس میں امام حمزہ نے اپنے عام اصول سے انحراف کرتے ہوئے دونوں حالوں میں اثبات کیا ہے (دیکھو شعر ۴۲۲) اور يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ (قمر) میں، بزی حالین میں اور ورش، بصری وصل میں یاء کا اثبات کرتے ہیں۔

هَاكَ، اسم فعل بمعنی حاصل کر۔ جَنَا، پھل۔ حَلَا، شیریں۔

۸/۴۲۷ وَفِي الْفَجْرِ بِالْوَادِي دَنَا جَرَيَانُهُ ۔۔۔ وَفِي الْوَقْفِ بِالْوَجْهَيْنِ وَافَقَ قُنْبُلاً

د ج

اور سورۂ والفجر میں بِالْوَادِ کی یاء دَنَاجَرَیَانُہٗ کے لیے ہے اور وقف میں دونوں وجہوں کے ساتھ اس لفظ نے قنبل کی موافقت کی ہے۔،،

یعنی کی اور ورش نے جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ (فجر) میں یاء زائدہ پڑھی ہے۔ اور ورش نے اپنے اصول کے مطابق وصل میں اثبات کیا ہے اور ابن کثیر نے اپنے اصول کے مطابق حالتین میں اثبات کیا ہے، مگر قنبل کے لیے وقف میں دو وجہیں ہیں۔ اثبات اور حذف، مگر وصل میں صرف۔ اثبات ہی ہے اور بزی نے حالتین میں اپنے اصل مذہب کے مطابق اثبات کیا ہے۔

۹/۴۲۸ وَأَكْرَمَنِي مَعَهُ أَهَانَنِ إِذْ هَدَى ۔۔۔ وَحَذْفُهُمَا لِلْمَازِنِي عُدَّ أَعْدَلا

ا ھ

اور اَکْرَمَنِیْ اور ساتھ ہی اَھَانَنِ، اِذْھَدٰی کے لیے ہیں، اور مازنی کے لیے ان دونوں کا حذف عدل کے زیادہ قریب شمار کیا گیا ہے۔،،

یعنی اَکْرَمَنْ اور اَھَانَنِ کی یاؤں کو نافع اور بزی نے اپنے اصولوں کے مطابق پڑھا ہے۔ نافع کے لیے اثبات وصل میں۔ اور بزی کے لیے حالتین میں۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ مازنی یعنی بصری کے لیے زیادہ قوی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں یائیں محذوف ہیں، اور زیادہ قوی کہنے کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ اثبات یاء بھی ان کے لیے صحیح ہے، اس لیے اصول کے مطابق وصل میں اثبات بھی پڑھنا صحیح ہے

۱۰/۴۲۹ وَفِي النَّمْلِ آتَانِي وَيُفْتَحُ عَنْ أُولِي ۔۔۔ حِمًى وَخِلافُ الْوَقْفِ بَيْنَ حُلًى عَلا

ع ا ح ع ح ب

اور سورۂ نمل میں آتَانِیْ ہے اور یہ مفتوح ہے (وصل میں) عَنْ اُولِیْ حِمًی والوں کے لیے اور وقف میں بَیْنَ حُلًی عَلَا والوں کے لیے خلف ہے۔،،

یعنی سورۂ نمل میں فَمَا اٰتٰنِیَ اللّٰہُ کی یاء زائدہ کو حفص، نافع اور بصری نے اثبات کیا ہے پھر فرمایا کہ وقف میں قالون، بصری اور حفص کے لیے خلف ہے یعنی اثبات اور حذف دونوں جائز ہیں۔ لہٰذا ورش کے لیے ثابت ہوا کہ وہ وصل میں اثبات اور وقف میں حذف کرتے ہیں اور باقین حالتین میں حذف کرتے ہیں۔

۱۱/۴۳۰ وَمَعْ كَالْجَوَابِ الْبَادِ حَقٌّ جَنَاهُمَا ۔۔۔ وَفِي الْمُهْتَدِ الْإِسْرَا وَتَحْتَ أَخُو حُلا

حق ج ا ح

اور کالجواب کے ساتھ البادِ میں حقّ جنا ھما کے لیے اثبات ہے اور لفظ المھتد اسراء میں اور اس سے نیچے سورت: میں اخو حلا کے لیے ثابت الیاء ہے۔،،

یعنی وجفانٍ کالجوابِ (سبا) میں اور سواءن العاکف فیہ والبادِ (حج) میں کی حائلین میں اور بصری و ورش صرف وصل میں اثباتِ یاء کرتے ہیں۔ اور فھو المھتدِ اسرا اور کہف میں نافع اور بصری وصل میں اثبات کرتے ہیں۔

۱۲/۴۳۱ وَفِی اتَّبَعَنْ فِیْ اٰلِ عِمْرَانَ عَنْهُمَا وَکِیْدُوْنِ فِی الْاَعْرَافِ حَجَّ لِیَحْمِلَا

اور آل عمران میں لفظ اتبعنِ میں انھیں دونوں سے اثباتِ یاء ہے۔ اور اعراف والے کیدونِ میں حجّ کے لیے بلا خلف اور لیحملا کے لیے بالخلف اثبات ہے۔،،

یعنی اتبعنِ آل عمران میں نافع اور بصری کے لیے وصل میں اثبات اور وقف میں حذفِ یاء ہے ۔ اور ثُمَّ کیدونِ اعراف میں بصری کے لیے وصل میں اثباتِ یاء ہے اور ہشام کے لیے وصلاً و وقفاً خلف ہے۔ یاد رہے کہ خلف کا ذکر اگلے شعر میں آرہا ہے۔ بہر حال ہشام کے لیے یہی وہ موقع ہے کہ جس کی بناء پر ان کے لیے خلف کا ذکر ناظم شعر ۴۲۱ میں کر چکے ہیں۔

۱۳/۴۳۲ بِخُلْفٍ وَتُؤْتُوْنِیْ بِیُوْسُفَ حَقُّهُ وَفِیْ هُوْدَ تَسْأَلْنِیْ حَوَارِیْهِ جَمَّلَا

.... اور یوسف میں تؤتونِ میں حق کے لیے اثبات ہے اور ھود میں تسألنی میں حواریہ جمّلا کے لیے اثبات ہے۔،،

یعنی حتی تؤتونِ موثقا یوسف میں کی نے حائلین میں اور بصری نے وصل میں یاءِ زائدہ پڑھی ہے۔ اور فلا تسألنِ ما لیس لک ھود میں بصری اور ورش نے وصل میں یاءِ زائدہ پڑھی ہے۔

نوٹ: فلا تسألنِ میں نون کے مشدّد اور مخفف ہونے میں بھی اختلافِ قرأت ہے جس کا ذکر سورۂ ھود میں انشاء اللہ آئے گا۔

۱۴/۴۳۳ وَتُخْزُوْنِ فِیْهَا حَجَّ اَشْرَکْتُمُوْنِ قَدْ هَدَانِ اتَّقُوْنِ یَا اُوْلِیْ اخْشَوْنِ مَعْ وَلَا

اور ولا تخزونِ سورۂ ھود میں حجّ (بصری) کے لیے ہے اور بما اشرکتمونِ بھی اور وقد ھدانِ بھی اور اتقونِ یا اولی بھی اور وہ اخشونِ بھی جو ولا کے ساتھ ہے۔،،

یعنی ابوعمرو بصری نے سورۂ ھود میں ولا تخزونِ فی ضیفی اور بما اشرکتمونِ (ابراہیم) اور وقد ھدانِ (انعام) اور واتقونِ یا اولی الالبابِ (بقرہ) اور اخشونِ ولا تشتروا (مائدہ) میں یاءاتِ زوائد کو وصلاً اثبات

سے پڑھا ہے جب کہ ان کے علاوہ سب حذف ہی کرتے ہیں۔

۱۵/۴۳۴ وَعَنْهُ وَخَافُونِي وَمَنْ يَتَّقِي زَكَا بِيُوسُفَ وَافَى كَالصَّحِيحِ مُعَلَّلَا

"اور بصری ہی سے وَخَافُونِ بھی ہے۔ اور وَمَنْ يَتَّقِي میں زکی کے لیے ہے سورۂ یوسف میں، اور یہ لفظ باوجود معتل ہونے کے مثل صحیح کے آیا ہے۔"

یعنی بصری نے وَخَافُونِ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (آل عمران) میں بھی یاء زائدہ کو وصلاً ثابت رکھا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ قنبل کے یہاں وَمَنْ يَتَّقِ وَيَصْبِرْ (یوسف) میں یاء زائدہ کا ثبوت ہے یعنی اپنے اصول کے مطابق وصلاً وقفاً وَمَنْ يَتَّقِي وَيَصْبِرْ پڑھتے ہیں۔ قنبل کی اس قراءت پہ اشکال ہوا کہ مَنْ جازم داخل ہے تو حالت جزمی ہونے کی وجہ سے يَتَّقِي کی یاء حرف علت کو حذف ہونا چاہیے پھر قنبل نے کیسے اس یاء کو باقی رکھا ہے تو جواب دیا کہ کلام عرب میں معتل ہونے کے باوجود ایسا ہوا ہے کہ آخر سے حرف علت نہیں گرا اور مثل صحیح کے قائم رہا ہے۔ لہٰذا قراءت کی صحت میں کلام نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اور اس سلسلہ میں ایک شاعر کے قول کو بطور شاہد پیش کیا جاتا ہے۔ ع أَلَمْ يَأْتِيكَ وَالْأَنْبَاءُ تَنْمِي۔ کہ لَمْ جازم کے باوجود يَأْتِي کی یاء آخر سے حذف نہیں ہوئی۔ زکا یعنی ترو تازہ ہوئی یاء زائدہ۔ وَافَى آیا ہے۔ مُعَلَّلًا معتل۔

۱۶/۴۳۵ وَفِي الْمُتَعَالِي دُرُّهُ وَالتَّلَاقِ وَالتَّنَادِ دَرَى بَاغِيهِ بِالْخُلْفِ جُهَّلَا

اور الْمُتَعَالِ میں یاء ثابت ہے۔ دُرُّهُ (مکی) کے لیے۔ اور التَّلَاقِ اور التَّنَادِ میں یاء ثابت ہے۔ دَرَى جُهَّلَا (مکی، ورش) کے لیے اور بالخلف بَاغِيهِ (قالون) کے لیے۔"

یعنی مکی نے الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ (رعد) میں یاء زائدہ وصلاً وقفاً پڑھی ہے۔ اور لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ، اور أَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ (دونوں غافر میں) میں مکی نے وصلاً وقفاً اور ورش نے وصلاً یاء زائدہ کو پڑھا ہے جب کہ قالون کے لیے یاء زائدہ کا اثبات اور حذف وصلاً دونوں ہے۔ قولہ دَرَى بَاغِيهِ جُهَّلَا اس وجہ کے طالب نے جاہلوں کو جان لیا ہے۔ اور اگر دَرَا بالالف ہو جیسا کہ بعض نسخوں میں ہے تو معنی ہوں گے جاہلوں کو دفع کیا ہے۔ دَرَا مدافعت کی۔

۱۷/۴۳۶ وَمَعْ دَعْوَةَ الدَّاعِي دَعَانِ حَلَا جَنًى وَلَيْسَا لِقَالُونٍ عَنِ الْغُرِّ سُبَّلَا

"اور دَعْوَةَ الدَّاعِ کے ساتھ دَعَانِ میں حَلَا جَنًى (بصری اور ورش) کے لیے وصلاً یاء کا اثبات ہے، اور یہ دونوں یائیں نہیں ہیں قالون کے لیے، مختلف راستوں پر چلنے والے مشہور مشائخ سے مروی۔"

یعنی أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ (بقرہ) میں الدَّاعِ اور دَعَانِ دونوں کو بصری اور ورش نے ثابت پڑھا

وصلاً پڑھا ہے اور مشہور مشائخ قرأت سے قالون کے لیے ان دونوں میں یاء کا حذف ہے لیکن مشہور مشائخ کہنے سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ بعض مشائخ سے قالون کے لیے اثبات بھی ہے۔ لہذا وہ بھی جائز ہوا مگر حذف قوی ہے۔
قولہ وَلَيْسَا لِقَالُونٍ عَنِ الْغُرِّ سُبَّلَا۔ لَيْسَا میں الف تثنیہ یائین کی ضمیر ہے۔ اور لِقَالُونٍ خبر ہے۔ اور اَلْغُرِّ اَغَرُّ کی جمع ہے بمعنی مشہور، عَنِ الْغُرِّ جار مجرور۔ کَائِنًا سے متعلق ہو کر لَيْسَا کے اسم سے حال ہے۔ سُبَّلًا، سَابِلَةٌ کی جمع بمعنی مختلفون فی الطریق، اَلْغُرِّ سے حال ہے۔

$\frac{18}{437}$ نَذِيْرِىْ لِوَرْشٍ ثُمَّ تُرْدِيْنِ تَرْجُمُوْ ۔۔۔ نِ فَاعْتَزِلُوْنِ سِتَّةٌ نُذُرِىْ حَلَا

$\frac{19}{438}$ وَعِيْدِىْ ثَلَاثٌ يُنْقِذُوْنِ يُكَذِّبُوْ ۔۔۔ نِ قَالَ نَكِيْرِىْ اَرْبَعٌ عَنْهُ وُصِّلَا

ورش کے لیے نَذِيْرِ اور تُرْدِيْنِ اور تَرْجُمُوْنِ اور فَاعْتَزِلُوْنِ اور چھ جگہ نُذُرِ میں یاء زائدہ ظاہر ہوئی ہے۔ اور تین جگہ وَعِيْدِ اور يُنْقِذُوْنِ اور يُكَذِّبُوْنِ قَالَ اور نَكِيْرِ یہاں سے چار جگہ یاء زائدہ پہونچائی گئی ہے۔"
یعنی ورش نے حسب ذیل کلمات میں یاء زائدہ کا وصلاً اثبات کیا ہے۔ كَيْفَ نَذِيْرِ (ملک) اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ (صافات) وَاِنِّىْ عُذْتُ بِرَبِّىْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ، وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِىْ فَاعْتَزِلُوْنِ (دونوں دخان میں) فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ (چھ جگہ قمر میں) اور وَخَافَ وَعِيْدِ (ابراہیم) فَحَقَّ وَعِيْدِ اور مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ (دونوں ق میں) اور وَلَا يُنْقِذُوْنِ (یٰس) اور اِنِّىْ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ قَالَ (قصص) اور كَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ (حج[۲]، سبا[۲]، فاطر[۳]، ملک[۲]) میں۔

$\frac{20}{439}$ فَبَشِّرْ عِبَادِ افْتَحْ وَقِفْ سَاكِنًا يَدًا ۔۔۔ وَوَاتَّبِعُوْنِ حَجَّ فِى الزُّخْرُفِ الْعُلَا

فَبَشِّرْ عِبَادِ میں یاء زائدہ پر فتح پڑھ اور وقف کر سکون یاء کے ساتھ يَدًا (سوسی) کے لیے۔ اور وَاتَّبِعُوْنِ عالیشان سورۂ زخرف میں حَجَّ (بصری) کے لیے یاء زائدہ ہے۔"
یعنی سورۂ زمر میں فَبَشِّرْ عِبَادِ میں سوسی نے حالین میں یاء زائدہ کا اس طرح اثبات کیا ہے کہ وصل میں یاء کو مفتوح اور وقف میں ساکن پڑھا ہے۔ اور وَاتَّبِعُوْنِ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ (زخرف) میں بصری نے یاء زائدہ کا اثبات کیا ہے۔

$\frac{21}{440}$ وَفِى الْكَهْفِ تَسْاَلْنِىْ عَنِ الْكُلِّ يَاؤُهٗ ۔۔۔ عَلٰى رَسْمِهٖ وَالْحَذْفُ بِالْخُلْفِ مُثِّلَا

اور سورۂ کہف میں تَسْأَلْنِیْ میں تمام قراء سے اس کی یاء کا اثبات ہے اس کے مرسوم ہونے کی بناء پر۔ اور مُثِّلًا (ابن ذکوان) کے لیے بالخلف یاء کا حذف ہے۔،،

یعنی ابن ذکوان کے لیے حذف واثبات دونوں وجہیں صحیح ہیں۔

٢٢/٤٤١ وَفِیْ نَرْتَعِیْ خُلْفٌ زَكَا وَجَمِيعُهُمْ بِالِاثْبَاتِ تَحْتَ النَّمْلِ یَهْدِیَنِیْ تَلَا

اور نَرْتَعِیْ میں زَکَا (قنبل) کے لیے خلف ہے۔ اور تمام قراء نے سورۂ نمل سے نیچے والی سورت میں یَهْدِیَنِیْ کی یاء کو بالاثبات پڑھا ہے۔،،

یعنی سورۂ یوسف میں نَرْتَعِیْ کی یاء زائدہ کو قنبل نے بالخلف اثبات وحذف کے ساتھ پڑھا ہے۔ گویا ان کے مذہبی اصول کے مطابق وصل میں بھی اثبات وحذف دو وجہ اور وقف میں بھی اثبات وحذف دو وجہ ہیں۔ پھر فرمایا کہ عَسٰى رَبِّیْٓ اَنْ یَّهْدِیَنِیْ سَوَآءَ السَّبِیْلِ (قصص) میں یَهْدِیَنِیْ کی یاء کو مرسوم ہونے کی بناء پر تمام قراء نے پڑھا ہے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ بخلاف عَسٰۤى اَنْ یَّهْدِیَنِ (کہف) کے جس کا ذکر شعر ٤٣٤ میں آچکا ہے۔

٢٣/٤٤٢ فَهٰذِیْ اُصُوْلُ الْقَوْمِ حَالَ اطِّرَادِهَا اَجَابَتْ بِعَوْنِ اللّٰهِ فَانْتَظَمَتْ حُلٰى

پس یہ ہیں قراء کی قوم کے قواعدِ کلیہ، اپنے جزئیات پر منطبق ہونے کی حالت میں۔ ان قواعد نے اللہ کی مدد سے مجھے لبیک کہا ہے اور نظم ہوئے ہیں زیوروں کی طرح۔،،

٢٤/٤٤٣ وَاِنِّیْ لَاَرْجُوْهُ لِنَظْمِ حُرُوْفِهِمْ نَفَائِسَ اَعْلَاقٍ تُنَفِّسُ عُطَّلَا

اور میں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں کہ قوم قراء کے فرشی اختلافی کلمات کی نظم ان نفیس ہاروں کی طرح ہو گی جو ننگے گلوں کو خوبصورت بنا دیتے ہیں۔،،

لغات:۔ نَفَائِسُ، نفیس کی جمع، عمدہ۔ اَعْلَاقٌ، جمع عِلق، ہار۔ تُنَفِّسُ، عمدہ بنا دیتے ہیں عُطَّلًا جمع عاطل خالی گردن۔

٢٥/٤٤٤ سَاَمْضِیْ عَلٰى شَرْطِیْ وَبِاللّٰهِ اَکْتَفِیْ وَمَا خَابَ ذُوْ جِدٍّ اِذَا هُوَ حَسْبَلَا

میں اپنی شرائط پر آئندہ بھی قائم رہوں گا۔ اور اللہ تعالیٰ پر ہی اکتفا کرتا ہوں، اور نہیں ناکام ہوتا کوئی شخص سعی کرنے والا جس وقت وہ حَسْبِیَ اللّٰهُ کہہ دیتا ہے۔،،

یعنی میں نے جو اصول، رموز اور قیود شروع کتاب میں بیان کیے ہیں ان پر آئندہ فروش میں بھی قائم ہوں گا۔ حَسْبَلَ، اس نے حَسْبِیَ اللہ کہا جیسے حَمْدَلَ اس نے الحمدُ للہ کہا، سَبْحَلَ، اس نے سبحان اللہ کہا۔ جَعْفَلَ، اس نے جَعَلَنِیَ اللہ فِدَاکَ کہا۔